مرتب : راجا رشید محمود

حمد و نعت

حمد و نعت

مُرتّبہ

راجا رشید محمود

ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور

مکتبۂ ایوانِ نعت (رجسٹرڈ)

اظہر منزل۔ نیو شالامار کالونی۔ مُلتان روڈ۔ لاہور

قیمت: ۴۸ روپے

کتاب : حمد و نعت
موضوع : خالق (جل جلالہٗ) اور محبوبِ خالق (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی توصیف
مرتب : راجا رشید محمود۔ ایم اے۔ فاضل درسِ نظامی
(سینئر ماہرِ مضمون پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ۔ لاہور)
خوشنویس : جمیل احمد قریشی تنویر رقم۔ خلیل احمد نوری۔ ذاکر حسین باجوہ
پروف ریڈر : فیاض حسین چشتی نظامی، رفیق احمد خاں
صفحات : ۹۶ + ۱۱۲ = ۲۰۸
بارِ اوّل : ۱۹۸۸ء

ناشر
مکتبۂ ایوانِ نعت (رجسٹرڈ)
اظہر منزل نیو شالامار کالونی ملتان روڈ
لاہور۔ کوڈ نمبر ۵۴۵۰۰

فہرست (حصہ اوّل)

حمدِ باری تعالیٰ

مولانا کفایت علی کافی، ۱۰ ــ میرزا محمد رفیع سودا، ۱۹ ــ حکیم مومن خاں مومن، ۲۱ ــ بہادر شاہ ظفر، ۲۲ ــ حافظ پیلی بھیتی، ۲۳ ــ مولانا محمد علی جوہر، ۲۴ ــ علامہ ضیاء القادری، ۲۵ ــ میر اقی کاظمی، ۲۷ ــ حفیظ جالندھری، ۲۷ ــ عزیز حاصل پوری، ۲۸ ــ مشور بدایونی، ۲۹ ــ حیرت جالپوری، ۳۰ ــ حنیف آب، ۳۵ ــ آغا حشر کاشمیری، ۳۶ ــ شاعر لکھنوی، ۴۲ ــ محمد حسین آسی، ۶۱ ــ بشیر زواری، ۶۲ ــ جمال جعفری، ۷۰ ــ حزیں کاشمیری، ۷۱ ــ اصغر نثار قریشی، ۷۲ ــ افتخار فخر، ۷۳ ــ شاہد برنی، ۷۴ ــ حسین سحر، ۷۵ ــ خالد محمود نقشبندی، ۷۶ ــ صابر براری، ۹۳ ــ عنایت خاں بخش، ۹۵ ــ راجا رشید محمود، ۹۶۔

حصہ دوم

نعت کیا ہے؟

اسلام میں توحید کا تصوّر

خلیل الرحمٰن کھچولوی

ہم جس خدا کو مانتے ہیں، اس کی صفات میں سے سب سے اہم صفت اس کا ایک ہونا ہے۔ یہی توحید ہے اور توحید ہی دینِ اسلام کی اصل الاصول ہے۔

اصول اصل کی جمع ہے اور اصل کا معنیٰ ہے جڑ۔ جڑ ہی سے پودے یا درخت کی شاخیں، پتے اور پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ یہ نہ رہے تو کچھ باقی نہیں رہتا۔ اسلام کے اصولوں میں توحید کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

قرآن پاک میں توحید کا ذکر یوں ہے۔ "اللہ نے کوئی اولاد اختیار نہیں کی اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہے۔ یوں ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق لے جاتا اور ضرور ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتا۔"[۱]

انسانیت کا آغاز توحید کے عقیدے پر یقین ہی سے ہوا، کیونکہ سب سے پہلا انسان خدا تعالیٰ کا پیغمبر تھا۔

ہماری اجتماعی کمزوری ہے کہ ہم زبان اور عمل میں تفاوت کو شعار کیے ہوئے ہیں، ہماری گفتار اور کردار میں بُعد ہے، ہم کہنے اور کرنے کی دوعملی کا شکار ہیں، زبان سے تو ہم توحید کے قائل ہیں لیکن ہمارے دلوں میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت کے وہ اثرات دکھائی نہیں دیتے جو موحدوں کے ظاہر و باطن میں ہونے چاہئیں۔

توحید کا معنیٰ تو یہ ہے کہ ہم ذات اور صفات میں خداوند تعالیٰ کو لاشریک جانیں۔ کسی

موحد کے لیے اس بات کی گنجائش نہیں کہ وہ زبان سے تو لا الٰہ الا اللہ کہتا رہے مگر اقرار باللسان کی راہ پر چلنے کے باوصف تصدیقٌ بالقلب کی منزل سے ناآشنا ہو۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں (علامہ اقبال)

ہم اگر مَلِكِ النَّاس (سب لوگوں کا بادشاہ[4]) صرف خدا تعالیٰ کو نہیں سمجھتے، اسکے علاوہ بھی کسی کو اپنی جانوں، اپنے مالوں اور اپنی آبرو کا مالک جانتے یا مانتے ہیں تو ہم خدا کی وحدت پر ایمان لانے کا خالی خولی ادعا کرتے ہیں۔ اس دعوے کا کوئی ثبوت پیش نہیں کرتے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے تو فرمایا ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (حکومت صرف اللہ ہی کے لیے ہے) نیز فرمایا وَ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا (اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا) لیکن ہم اپنی حکومت قائم کرتے ہیں یا خدا تعالیٰ کے علاوہ یا اس کے ساتھ کسی اور کی حکومت تسلیم کرتے ہیں یا اس کا حکم مانتے ہیں تو ہم شرک کے مرتکب ہوتے ہیں، توحید کے قائل نہیں رہتے۔

اگر ہم کسی طاغوتی نظام کے دست و بازو بن جاتے ہیں، یا اسلام کے علاوہ کوئی اور اقتصادی یا سیاسی یا تعلیمی نظام اپنا لیتے ہیں تو ہم موحد نہیں ہیں۔

اگر ہم روٹی کپڑا اور مکان کے لیے کسی یہودی کی دریوزہ گری کرتے ہیں یا کسی اور کے ٹکڑوں پر پلتے ہیں یا اپنی معاشی ضرورتوں کے لیے غیر اللہ کی مرحمتوں یا امداد کی طرف نگراں ہوتے ہیں اور ان تعلقات کو ختم نہیں کرتے جو کسی نہ کسی طرح مسلمانوں پر غیروں کا تسلط قائم کرنے کا موجب بنتے ہیں، تو ہمارا خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہیں رہتا۔

اگر ہم ایسے کام کرتے ہیں، جن سے خدا تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے یا ایسے کام نہیں کرتے جن کا حکم اس نے دیا ہے ——— اور اس کے بجائے کسی اور کا حکم مانتے ہیں تو ہم دراصل شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اگر ہم خواہشاتِ نفسانی پر چلتے ہیں، ہوس پرست ہیں تو توحید کو ماننے والوں کے دائرے سے خارج ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے "جو لوگ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، درحقیقت ان کا خدا ان کی خواہشات ہیں؟[5]"

اگر ہماری فوج کشی کا مقصد خدائی قوانین اور خدائی احکام جاری کرنا نہیں، بلکہ خود غرضی، انتقام، فتوحات یا استحصال ہے تو ہم خدا کی وحدانیت کے بجائے شرک کا ارتکاب کر رہے ہیں، خدا کے احکام سے بغاوت کوئی موحد نہیں کر سکتا۔

حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو تا کہ فلاح پا جاؤ۔ یعنی توحید کو ماننے کا نتیجہ فلاح ہے۔ لیکن توحید کو ماننا اتنا آسان نہیں، قرآن کریم میں ہے " اے عقل والو، تقویٰ اپناؤ تاکہ شاید تم فلاح پا سکو"[7]۔ فلاح کے لیے تقویٰ ضروری ہے۔ اور فرمایا گیا کہ "صرف خدا کی عبادت کرو ...... تاکہ تم تقویٰ کو پالو"[8]

اللہ کریم جل جلالہٗ نے کائنات ہمارے لیے مسخر کر دی[9]۔ ہمیں عبادت کے لیے بنایا[9]، عبادت تقویٰ کے لیے ہے اور تقویٰ فلاح کے لیے ہے۔ ——— اور اس سارے عمل میں ہم نے کہیں توحید کی تعلیم سے صرفِ نظر کیا، خدا تعالیٰ کو اور اس کے احکام کو بھولنے کی حماقت میں مبتلا ہوئے تو فلاح کی منزل تک رسائی نہ پا سکیں گے۔

ہمیں توحید کی تعلیم دیتے ہوئے خالقِ حقیقی عز و جل نے اپنی مختلف صفات گنوائی ہیں اور ان صفات میں اپنا لاشریک ہونا بتایا ہے۔ اس کے خالق ہونے کی صفت پر غور کریں تو وہ "آسمانوں اور زمینوں کا بنانے والا ہے"[10]

جو کچھ پیدا ہوا ہے، اسے پیدا کرنے والا کوئی ہے۔ کیا مادہ خود بخود وجود میں آ گیا تھا، کیا وہ اپنا خالق آپ ہے، کیا خالق کے بغیر بھی تخلیق ممکن ہے ——— اللہ تعالیٰ نے خود اس حقیقت پہ غور کرنے کی تلقین کی ہے "کیا وہ بغیر کسی شے کے پیدا کیے گئے یا وہ خود خالق ہیں۔ کیا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟[11]"

غور سے دیکھیں تو خالقِ حقیقی نے کسی سے مشورہ کیے بغیر نباتات، جمادات اور حیوانات کی پیدائش اور نشوونما کا نظام قائم کیا ہے۔ یہاں بھی اس کی توحید کے مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں۔ "ہم نے آسمان سے پانی برسایا اور اس زمین میں نباتات اگائے جن میں ہر قسم کا عمدہ جوڑا موجود ہے۔"[12] "کیا تم نے دیکھا ہے جو تم کاشت کرتے ہو، کیا تم اگاتے ہو یا اسے اگانے والے ہم ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے خاک کر ڈالیں۔"[13]

"بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔"[14] "ان کے لیے ایک نشانی مُردہ زمین ہے جسے ہم نے زندہ کیا اور اس میں سے دانہ نکالا جسے وہ کھاتے ہیں ہم نے اس میں کھجور اور انگور کے باغ پیدا کیے اور اس میں چشمے جاری کر دیئے تاکہ لوگ زمین کے پھل کھائیں اور یہ سب کچھ انسان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا۔ پس کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے۔"[15]

"کیا تم نے آگ کو دیکھا ہے جسے تم تاپتے ہو، کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم اسے پیدا کرنے والے ہیں۔"[16] "کیا ہم نے زمین کو پنگھوڑا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنا دیا۔"[17]

"ہم نے زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تاکہ وہ تمہیں لے کر ڈھلک نہ جائے۔"[18]

"یقیناً تمہارے لیے چوپایوں میں عبرت ہے۔ ان کے پیٹوں میں گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دُودھ ہم تمہیں پلاتے ہیں۔"[19]

"ہم نے انسان کو ایک بوند سے پیدا کیا تاکہ اُسے آزمائیں۔"[20] اللہ کریم نے انسان کی تخلیق کے مختلف مرحلوں کا ذکر قرآن پاک میں بار بار کیا ہے۔[21]

زمین و آسمان کو خدا نے پیدا کیا، سُورج چاند ستارے اُس نے بنائے، سمندر اور سمندروں میں رہنے والی اشیا اس نے تخلیق کیں، نباتات جمادات حیوانات اس نے بنائے، انسان اُس نے پیدا کیا اور اسے اشرف المخلوقات بنایا۔

ساری کائنات اس نے تخلیق کی۔ کائنات کو انسان کے لیے بنایا اور انسان کو عبادت کے لیے، عبادت اس لیے ہے کہ ہم متقی ہو جائیں اور تقویٰ اس لیے ہے کہ ہم فلاح پا جائیں۔

—— اور اس سارے عمل کی بنیاد توحید ہے جہاں ہم توحید کے نظریے سے ذرا ہٹے، گویا ہم فلاح کی راہ سے دُور جا پڑے۔ اللہ کریم ہمیں توحید کو سمجھنے اور اس کی رُوح کو اپنے کردار پر نافذ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

حواشی

(۱) المؤمنون - ۲۳ : ۹۱ (۲) الناس - ۱۱۴ : ۲ (۳) یوسف - ۱۲ : ۴۰
(۴) الکہف - ۱۸ : ۲۶ (۵) جاثیہ - ۴۵ : ۲۳ (۶) البقرہ - ۲ : ۱۰۰
(۷) البقرہ - ۲ : ۲۱ (۸) ابراہیم - ۱۴ : ۳۲، ۳۳ / النحل - ۱۶ : ۱۲، ۱۴ / الحج - ۲۲ : ۶۵ / لقمان - ۳۱ : ۲۰ / الجاثیہ - ۴۵ : ۱۲، ۱۳ (۹) الذاریات - ۵۱ : ۵۶
(۱۰) ابراہیم - ۱۴ : ۱۰ / یوسف - ۱۲ : ۱۰۱ / الانعام - ۶ : ۱۴ / فاطر - ۳۵ : ۱ / الزمر - ۳۹ : ۴۶ / الشوریٰ - ۴۲ : ۱۱ (۱۱) الطور - ۵۲ : ۳۶ (۱۲) لقمان - ۳۱ : ۱۱ (۱۳) الواقعہ - ۵۶ : ۶۳ - ۶۵ (۱۴) الانعام - ۶ : ۹۵ (۱۵) یٰسین - ۳۶ : ۳۳ - ۳۵ (۱۶) الواقعہ - ۵۶ : ۷۱، ۷۲ (۱۷) النبا - ۷۸ : ۶، ۷ (۱۸) لقمان - ۳۱ : ۱۰ (۱۹) النحل - ۱۶ : ۶۶
(۲۰) الدہر - ۷۶ : ۱، ۲ (۲۱) البقرہ - ۲ : ۲۸ / المومنون - ۲۳ : ۱۲ - ۱۴ / نوح - ۷۱ : ۱۳، ۱۴ / الشوریٰ - ۴۲ : ۴۹، ۵۰ ۔

حمدِ خلّاق

کیجئے کس زباں سے شکرِ خدا
گر عطا اس نے نعمتیں کیا کیا

ہر سرِ مو ہو گر ہزار زباں
ہر زباں سے کروں ہزار بیاں

مو برابر نہ ہو سکے تقریر
حمدِ خلاق، شکرِ ربِ قدیر

ہے وہ معطی و منعم و وہاب
جس کی رحمت کا کچھ نہیں ہے حساب

ہیں عنایاتِ ایزدِ غفار
یوں تو ہم سب پہ بے حساب و شمار

ہے مگر یہ عجیب فضل و کرم
کر مخاطب کیا بخیرِ امم

شکر کس طرح سے کریں اس کا
کہ کیا اقتبِ حبیبِ خدا

وہ رسولِ خدا شفیعِ امم
ہے لقب جن کا رحمتِ عالم

واہ کیا ذاتِ پاک حضرتؐ ہے
عینِ رحمت ہے، عینِ رحمت ہے

کفایت علی کافی شہیدؒ

حمد حامد اور محمود

عبدالحمید ظفر حسنی

اللہ واحد ہے، وحید ہے، یکتا ہے۔ بے مثال ہے، تنہا ہے۔ اس کا کوئی ثانی، مثل، مثال، مثیل نہیں ہے۔

نہ ذہن میں سمائے نہ ادراک میں آئے۔ ہاں اگر سمائے تو اہلِ ایمان کے دل میں۔ اہلِ ایمان اور اہلِ دل نے اس کو کیسا جانا، کیسا مانا اور کیسا پایا، وہ جانیں۔ انہوں نے اسے جیسا جانا جیسے مانا اور جیسا پایا، ان محسوسات کو صفحاتِ قرطاس پر بکھیر گئے۔ شاید اس لیے کہ ممکن ہے، ہمارے دل کی دھڑکنیں اس کا لمس محسوس کریں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ——————

”حمد“ کے معنی ہیں محمود کے کمال کو ظاہر کرنا ——————
دُنیا کی چیزوں کے کمال کا ظہور خُدا کی حمد ہے
کامل حمد وہی ہے، جو اُس کے خاص بندے کے ذکر کے ساتھ ہو۔“

یعنی اللہ تعالیٰ لائقِ حمد ہے اس لیے کہ وہ محمود ہے، اور ایسا محمود ہے جیسا اُس کے محبوبؐ نے اس کی حمد کی، بلکہ اس سے بھی سوا۔ اسی وجہ سے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم فداہُ امی وابی اُس کے حامد ہوئے، گویا اللہ تعالیٰ کی کامل حمد وہی ہے جو اس کے محبوب حامد نے اپنے ربِ محمود کی کی۔ اس لیے آپ حمّاد بھی ہیں۔ جیسے میرے آقا محمّد ہیں، یعنی بہت ہی زیادہ تعریف کے لائق۔ اور ایسے جیسے اُن کے خالق حامد نے اپنے محمود محمّد کی تعریف کی۔ البتہ اُس سے ماسوا نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ حامد ہے اپنے محمود محمّد کا۔ اور محمّد حامد و حماد ہیں اپنے محمود اللہ کے۔

وہ مُسْتَند بھی، احمد بھی، محمود بھی
حُسنِ مطلق کے شاہد بھی، مشہود بھی
علم و حکمت میں وہ غیر محدود بھی
ظاہراً اُمیوں میں اُٹھائے گئے

اللّٰہ محمد ہے ہر حامد و محمود کا۔

اللہ تعالیٰ بہت ہی زیادہ حمد کے لائق ہے، وہ ہر نقص ہر عیب ہر عجز سے ہر آن پاک ہے، منزہ ہے۔ ان معنوں میں وہ محمد ہے۔ جو کوئی بھی حمد کرے خواہ وہ خود کتنا ہی محمود کیوں نہ ہو، وہ پھر بھی اپنے محمود کا حامد ہے۔ گویا ہر حامد اور ہر محمود کی حمد کا سزاوار وہی ہے، جو محمودِ حقیقی ہے، اس معنے میں وہ محمود محمد بھی ٹھہرا کہ ہر حامد و محمود اسی کی حمد سے محمود ہے۔ لیکن اس نے اپنی ذات کے لیے محمد نام یا صفت کے طور پر استعمال نہیں کیا، شاید اس لیے کہ دُنیا کی ہر چیز اسکی تخلیق ہے، اس کی کسی نہ کسی طرح کسی صفت کی مظہر ہے۔ کہیں جمال ہے کہیں جلال ہے۔ کہیں عظمت ہے کہیں صنعت ہے اور کہیں کلیت ہے۔ غرض جہاں جہاں جو کچھ نظر آرہا ہے، وہ اس کی کسی صفت کا ضرور مظہر ہے۔ جب خالقِ کائنات نے اپنی ہر صفت کا کوئی نہ کوئی مظہر بنا دیا تو دُنیا کے سامنے اپنی ایک ایسی تخلیق بھی پیش کر دی جو اس کے جملہ اوصافِ حمیدہ کی مظہر تھی۔ اس تخلیق کو کوئی جس جس انداز اور زاویے سے دیکھے مظہر اتم ہے اسوۂ کامل ہے۔ گویا وہ ہر اعتبار سے حمد کے لائق ہے، اور وہی محمد ہے، وہی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فداہ امی وابی اصل میں محمد ہے۔

نعتِ حبیب کہیے کہ حمدِ خدا بھی ہے — توصیفِ مصطفیٰ کی خدا کی ثنا بھی ہے

تفسیر ضیاء القرآن میں حمد کی تعریف یوں کی گئی :

"ہر خوبی و کمال جس کا ظہور اختیار و ارادہ سے ہو، اس کی ستائش و ثنا کو حمد کہتے ہیں۔ اس لفظ حمد نے اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کا کمال سے

متصف ہونا اضطراری اور غیر اختیاری نہیں، بلکہ اس کی اپنی مرضی و ارادہ کی جلوہ نمائی ہے۔ کمال کہیں بھی ہو، جمال کسی روپ میں ہو، اسی کی کرشمہ سازی ہے، اسی کی بااختیار تدبیر کا اعجاز ہے۔ تو ستائش و تعریف کسی کی بھی کی جائے، حقیقت میں اسی ذاتِ بے ہمتا کی ہے جس کی قدرت و اختیار سے اس عالم رنگ و بُو کی ساری رنگینیاں اور رعنائیاں رُونما پذیر ہیں۔"

صاحبِ تفسیر مظہری حمد کی تعریف اس طرح رقم فرماتے ہیں :

"کسی اختیاری خوبی پر زبان سے تعریف کرنے کو حمد کہتے ہیں، اس میں نعمت کی خصوصیت نہیں ہے، ہو یا نہ ہو، اس لیے حمد شکر کی نسبت عام ہے، کیونکہ شکر نعمت کے ساتھ مخصوص ہے، اور باعتبار مورد کے خاص ہے، کیونکہ شکر زبان و دل اور دیگر تمام اعضاء سے صادر ہو سکتا ہے اور حمد صرف زبان ہو سکتی ہے، اس لیے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حمد شکر کی اصل ہے، جس شخص نے خدا کی حمد نہ کی، اس نے ذرا بھی شکر نہ کیا، اس حدیث کو عبدالرزاق نے بروایت قتادہ اور انہوں نے بروایت عبداللہ ابن عمرؓ بیان کیا ہے۔ اور مدح حمد کی نسبت عام ہے۔ کیونکہ مدح صرف کسی خوبی پر ہوا کرتی ہے، اس کا اختیاری یا غیر اختیاری ہونا ضروری نہیں۔"

مولانا عبدالماجد دریا بادی تحریر فرماتے ہیں :

"حمد کا درجہ لغوی اعتبار سے مدح اور شکر دونوں سے بلند تر ہے شکر تو کسی متعین ہی نعمت کے مقابلے میں بولا جاتا ہے اور مدح میں ممدوح کی خوبیوں کا ارادی اور اختیاری ہونا ضروری نہیں۔ صرف حمد ہی ایسی چیز ہے جو محمود کی عام اختیاری خوبیوں اور فضیلتوں کی بنا پر کی جاتی ہے (راغب) فی کلام العرب معناہ الثناء الکامل (قرطبی) قرآن پاک میں سب سے پہلی تعلیم توحید کے جملہ اصناف کی جامع ہے مدح اور تعریف کسی کی بھی، کسی کے نام سے بھی ہو، درحقیقت صرف اللہ ہی کی ہوتی ہے اور اسی کو پہنچتی ہے۔ یعنی اگر حاکم عادل ہے تو اس کے معنی یہ ہیں

کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ عدل و انصاف نے اس میں صفتِ عدل پیدا کر دی ہے۔ اگر طبیب حاذق ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ حاکمِ مطلق نے اپنی حکمت و دانائی کا کچھ حصہ اس کو تفویض کر دیا ہے۔ اگر کسی کی شکل جمیل ہے اور اس کی سیرت پاکیزہ ہے تو ہر موقع پر مدح و ثنا، تعریف و ستائش کی اصل مستحق صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

ہر جا کنیم سجدہ بآں آستاں رسد"

حضرت مولانا عبدالرحمٰن قصوری حمد کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

"جو صفت و ثنا کسی میں ذاتی اور اصلی کمالات ہونے کی بنا پر زبان سے کی جائے اس کو حمد کہتے ہیں۔ اور جو خوبیاں اور کمالات دوسرے سے حاصل کر کے فضیلت پائی ہو، ان کمالات اور خوبیوں کے سبب زبان سے اس کی تعریف کی جائے تو اس کو مدح کہتے ہیں۔ حمد صرف حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے اور اس کے سوا جس کسی کی تعریف ہوگی، وہ مدح ہی ہوگی۔"

حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی حمد، مدح اور شکر کی وضاحت فرماتے ہیں۔

۱۔ حمد کے معنی ہیں، کسی اختیاری خوبی کی تعریف کرنا۔

۲۔ مدح کے معنی ہیں، ہر اُس ذات کی تعریف جس کی وہ خوبی اختیاری ہو یا غیر اختیاری۔

۳۔ شکر کے معنی ہیں، کسی کے اختیاری کمال کو اس لیے ظاہر و باہر کرنا کہ اُس نے اپنی اس خوبی و نعمت میں سے ہمیں کچھ دیا۔"

ان حوالہ جات کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی لائق حمد ہے۔ وہ ہر خوبی کا مالک ہے اور وہ اختیاری مالک ہے۔ اور یہ اختیار اُس سے کبھی زائل نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ ہر حال میں حمد کا سزاوار ہے، خواہ وہ نعمت کسی کو عطا کرے یا نہ کرے ـــ اس میں بھی اُسے اختیارِ کامل حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ لائقِ مدح ہے کہ اللہ بذاتِ خود بغیر کسی تعاون و مدد کے تمام کمالات اور کمال

امتیازات کا ایسا اختیاری مالک ہے کہ اس نے جس جس چیز کو بھی کوئی چیز بنایا، اُسے خوب بنایا اور لائقِ مدح بنا دیا۔ حالانکہ وہ خوبی اس چیز کی اپنی اختیاری نہیں بلکہ عطائی ہے۔ لیکن چونکہ ایک اختیار والے نے اُسے بنایا اور بنانے کا حق ادا کر دیا کہ جسے جس مقصد کے لیے بنایا، اُس مقصد کے لیے اُس ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کوئی اور ذات کسی چیز کو ایسا نہیں بنا سکتی۔ اس لیے وہی ذات مدح کے لائق ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی بنائی ہوئی ہر چیز بھی مدح کے لائق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی لائقِ شکر ہے۔ اس لیے کہ وہی ذات اپنے اختیارات سے ہر ایک کو نوازتی ہے۔ جس نے جس کسی کو نوازا، اُسی کے نوازنے سے نوازا۔ لہٰذا ہر شکر کی سزاوار وہی ذاتِ واحد ہے۔ اور وہ ایسا نوازنے والا ہے کہ نوازنے پر آئے تو خوب خوب نوازے۔ اچھے کو بھی برے کو بھی، نیک و بد، ظالم و مظلوم، سارق و مسروق، محب و محبوب اور مرغوب و نامرغوب کو نوازے۔

گویا اللہ تعالیٰ لائقِ حمد ہے، لائقِ مدح ہے، لائقِ شکر ہے کہ وہ ہر حامد کی حمد سے، ہر مادح کی مدح سے اور ہر شاکر کے شکر سے بے نیاز ہے۔ اُس کے اختیاری کمالات میں کسی کے حمد، مدح اور شکر نہ کرنے سے کسی بھی انداز میں کمی نہ آئے۔ البتہ اُس محمود، اُس ممدوح اور مشکور کی کوئی جتنی بھی حمد، مدح اور شکر ادا کرے، اتنا ہی زیادہ نوازا جائے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔

خدایا، دے تو اپنے عشق کا درد
عنایت کر دلِ گرم و دمِ سرد

رہے روشن مری یوں شمعِ ہستی
کروں ہر آن جوں پروانہ مستی

رواں رکھ تو مرے خامہ کو دن رات
لکھوں تا حمد میں بعد از مناجات

تری حمد اے چمن آرا کہاں ہو
اگر جوں سرو سر تا پا زباں ہو

ثنا سننے کو تیری گل ہوا گوش
دہن میں سو زباں غنچے کی خاموش

چراغِ شام کو ہر شب تری لَو
نسیمِ صبح کو تیری تگ و دو

ہمارے واسطے اے ربِّ معبود!
کرم ماں باپ سے تیرا ہے افزود

ترے احساں بیاں کیا ہم سے ہو دیں
رہے بیدار تو، بندے جو سو دیں

سخن سننے کو تو نے بخشے ہیں گوش
سمجھنے کو دیا ہے فہم اور ہوش

زباں کی خلق منہ میں بہرِ گفتار
کریں تا دردِ دل آپس میں اظہار

بیاں کیا کیجئے تیری عنایت
دیے ہیں چشم اور نورِ بصارت

غرض کیا کیا کرم ہم پر ہے تیرا
شفیعِ حشر پیغمبر ہے تیرا

مرزا محمد رفیع سودا

اَحادیث میں حمدِ خُداوندی

(اِدارہ)

حضور سیدِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ لوگوں کو جو اپنے خالق و مالک سے دُور ہوتے جا رہے تھے، اس کے در پر جھکا دیا جائے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے راہِ حق سے بھولی بھٹکی مخلوق کو سیدھی راہ دکھائی، انہیں خدائے واحد کے حضور سجدہ ریز ہونے کی عظمت کا احساس دلایا۔ حضور رسُولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خالق و مخلوق کے درمیان برزخِ کبریٰ تھے۔ انہوں نے مخلوق کو عرفانِ خُداوندی کا درس دیا، انہیں سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ ہی سب جہانوں کا خالق ہے، سب جہانوں کی ساری مخلوقات کا پالنے والا ہے، اس کی عظمت و قدرتِ کاملہ کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں، اس کی رحمت و رافت ہی سے سارا نظامِ عالم قائم ہے، اس کی سخاوت ہی سے سب مستفید ہوتے ہیں، وہ درگزر نہ کرے اور بخشش و غفران کا سائبان نہ تان دے تو "اشرف المخلوقات" اپنی معصیت کی دھوپ میں پگھل جائے۔ خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی ستارالعیوبی کی صفت نے مخلوق کے عیب ڈھانپ رکھے ہیں۔ وُہ قاضی الحاجات ہے، سب کی ضرورتیں اسی کی بارگاہ سے پُوری ہوتی ہیں۔

ہمیں حضور فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ کے طفیل اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہوا۔ ہمیں سرکارِ والاتبار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اللہ کی صفات بتائیں، اس کی حقیقت خود جانی اور ہمیں بتائی، ہمیں اس سے محبت کا سبق دیا۔ اس لیے ہم خُدا تعالیٰ کو جو کچھ مانتے ہیں، حضور رسُولِ انام علیہ التحیۃ والسلام کے حکم پر مانتے ہیں۔ سرکارؐ نے فرمایا، خُدا ہے ـــــ ہم نے مان لیا، انہوں نے فرمایا، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ـــــ ہم نے تسلیم کیا۔ آقا نے فرمایا، اس کے ماں باپ نہیں، اس کے اولاد نہیں، ہم نے سرِ تسلیم خم کیا۔ انہوں نے فرمایا، وہ

حی و قیوم ہے، قادرِ مطلق ہے، رحمان و رحیم ہے، قہار و جبار ہے ــــ آقا نے جو جو کچھ
فرمایا، ہم نے مانا، چنانچہ حمدِ خداوندی کی ابتدا اُس کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سے
شروع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے تو انہیں پیدا کیا تھا، ان کے ذکر کی تخلیق کی تھی کہ کوئی ایسی
شخصیت بھی ہو جو اس کی ذات کی گواہی اس کی ذات کو دیکھ کر دے۔ سرکار نے اپنے خالق کو
بغیر آنکھیں جھپکے دیکھا "فکان قاب قوسین او ادنیٰ" کی قربتوں میں دیکھا اور پھر اس کی
تعریف کی۔

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آقا حضور صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں، ہم میں سے بیشتر لوگ ان ناموں سے واقف
ہیں۔ "نعت" کے اس شمارۂ اول کے سرورق پر بھی اللہ کریم کے اسمائے حسنیٰ دیئے گئے ہیں۔
یہ سب اس کے صفاتی نام ہیں اور آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء نے ہمیں بتائے ہیں ــــ اور
یہ حمدِ خالق کی بنیاد ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے محبوب و محب خالق و مالک جل وعلا کی مدحت
کی، اس کی تعریف فرمائی، ہمیں اس کی تعریف سمجھائی اور سکھائی۔ ہمیں قرآن مجید کی صورت
میں اللہ تعالیٰ کے احکام بھی سنائے اور اپنے ارشادات کی شکل میں بھی ہمیں توحید کا درس
دیا، ہمیں شرک اور کفر سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ ہمیں بتایا کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدم کا بیٹا
مجھے گالی دیتا ہے حالانکہ یہ اس کے لیے مناسب نہیں اور وہ مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ یہ اس
کے لیے مناسب نہیں۔ اُس کا گالی دینا تو یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میری اولاد ہے اور اس کا
جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ خدا مجھے دوبارہ زندہ نہیں کرے گا جیسے کہ اس نے پہلے مجھے
پیدا کیا تھا۔" (بخاری۔ روایہ ابوہریرہؓ)

یعنی حضور سیدِ ہر انس و جاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ کا یہ حکم ہم تک پہنچایا کہ اس کی اولاد
ماننا اسے گالی دینا ہے اور یہ یقین نہ رکھنا کہ وہ مارنے کے بعد زندہ کر دے گا، اسے جھٹلانے

کے مترادف ہے، حالانکہ یہ اس کی صفتیں ہیں کہ اس کے اولاد بھی نہیں اور وہ ہمیں مار کر
جلائے گا بھی۔

حضور رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اللہ تعالیٰ کی رحمان اور رحیم ہونے کی صفت کا ذکر یوں
فرمایا کہ ایک بار صحابہ کرامؓ سے ایک ماں کے متعلق استفسار فرمایا کہ کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ
میں پھینک سکتی ہے، صحابہ نے عرض کیا، نہیں خدا کی قسم! جہاں تک اس کا بس چلے گا، یہ اسے
نہیں پھینکے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جتنی یہ ماں اپنے بچے پر مہربان ہے،
اللہ اس سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ (مسلم۔ روایہ حضرت عمر ابن خطابؓ)

ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے کائنات
علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھ سے
دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امید لگائے رہے گا، میں تجھے بخشتا رہوں گا، خواہ تجھ میں کتنے ہی
گناہ کیوں نہ ہوں۔

غرض، آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خدا تعالیٰ کی حمد کرنا سکھایا ہے، اس کی صفات
بیان فرمائی ہیں۔ قیامت تک جو جو چیز اللہ کریم کی حمد کرے گی، بنیادی طور پر ہمارے آقا و مولا
علیہ السلام والثناء اور پھر باقی انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات ہی کی بنا پر ایسا کرے گی۔

سیدِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ کی تعریف کی، اس کی حمد بیان کی ــ اور یہ تعریف انہوں
نے عینی شہادت کی بنیاد پر بیان فرمائی۔ اس لیے قیامت تک ہمیں خدا تعالیٰ کی حمد بیان کرنے
کے لیے سرکارؐ کے ارشادات کو سامنے رکھنا ہوگا۔ ہمیں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی تعلیمات
کے مطابق حمد بیان کرنا ہو گی۔ جو جو صفات جس جس طرح محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء نے اپنے
محب حقیقی اور محبوبِ حقیقی (جل شانہٗ) کی بیان کی ہیں، وہ برحق ہیں ــــ اور وہی
برحق ہیں۔

واللہ و رسولہٗ اعلم۔

ہے اسی خالق کو سب حمد و ثنا — جس نے نورِ احمدی پیدا کیا
ہر طرح کی خلقت اس سے کی عیاں — عرش و فرش و جن و انس و قدسیاں
نور سے اپنے دیا اس کو وجود — سارے عالم کو کیا اس سے نمود
ختمِ جمعِ انبیا اس کو کیا — شمعِ بزمِ اصفیا اس کو کیا
اپنا محبوب اس کو عالم میں کیا — افضل اس کو نوعِ آدم میں کیا
خلقِ نیک اس میں سراسر بھر دیا — شافعِ کونین اس کو کر دیا
نور سے اس کے ہے عالم کا ظہور — جن و انس و جنت و حور و قصور
اس کو پھر مبعوث عالم پر کیا — ذات سے اس کی شرف سب کو دیا

فخرؔ ہو سکتی ہے کب اس کی ثنا
عذرِ "لَا اُحْصِیْ" محمدؐ نے کیا

مولانا فخر الدین احمد الہ آبادیؒ

نہ کیوں کر مطلعِ دیواں ہو مطلعِ سترِ وحدت کا
کہ ہاتھ آیا ہے روشن مصرعِ انگشتِ شہادت کا
غضب سے تیرے ڈرتا ہوں، رضا کی تیری خواہش ہے
نہ میں بیزار دوزخ سے، نہ میں مشتاق جنت کا
خدایا! ہاتھ اٹھاؤں عرضِ مطلب سے بھلا کیونکر
کہ ہے دستِ دعا میں گوشہ دامانِ اجابت کا
عنایت کر مجھے آشوب گاہِ حشرِ غم اک دل
کہ جس کا ہر نفس ہم نغمہ ہو شورِ قیامت کا
مجھے وہ تیغ جوہر کر کہ میرے نام سے خوں ہو
دلِ صد پارہ اصحابِ نفاق و اہلِ بدعت کا
مرا جوہر ہو سرتاپا صفائے مہرِ پیغمبرؐ
مرا حسرت زدہ دل آئنہ خانہ ہو سنت کا

حکیم مومن خاں مومن

مقدور کس کو حمدِ خدائے جلیل کا
اس جا پہ بے زباں ہے دہنِ قال و قیل کا

پانی میں اس نے راہبری کی کلیمؑ کی
آتش میں وہ ہوا چمن آرا خلیلؑ کا

اُس کی مدد سے فوجِ ابابیل نے کیا
لشکر تباہ کعبہ پہ اصحابِ فیل کا

بلوایا اپنے دوست کو اس نے وہاں، جہاں
مقدور پر زدن نہ ہوا جبرئیلؑ کا

کیا پائے کنہ ذات کو اس کے کوئی ظفر
واں عقل کا نہ دخل، نہ ہرگز دلیل کا

سراج الدین بہادر شاہ ظفر

حمدِ باری تعالیٰ

وہ گھر نہیں ہے، کہیں گھر نہیں جہاں تیرا
مکاں ترا ہے، مکیں تو ہے، لامکاں تیرا

تجھی کو خوب ہیں معلوم حکمتیں اپنی
نہیں ہے تیرے سوا کوئی رازداں تیرا

نہ پائی کوئی جگہ تیرے نام سے خالی
مگر کہیں نہ ملا نام کو نشاں تیرا

دہن کو دی ہے زباں اور زباں کو نعمتِ شکر
ادائے شکر کہاں تک کرے زباں تیرا

جدھر سے چاہے، چلا آئے بے طلب طالب
نہ کوئی در ہے ترا اور نہ پاسباں تیرا

دماغ عرش پہ ہے سجدہ کرنے والوں کا
بہت بلند ہے اے دوست آستاں تیرا

بشر تو کیا ہے، فرشتوں کے ہوش اڑتے ہیں
ملا نہ طائرِ سدرہ کو آشیاں تیرا

زباں نہیں اور بھی دے دے بیانِ وحدت کو
کہ اک زباں سے ہوتا نہیں بیاں تیرا

ملے زمیں پہ حافظ کو اس کی مہمانی
فلک پہ تھا شبِ اسریٰ جو میہماں تیرا

حافظ پیلی بھیتیؒ

حمدِ خالق جل جلالہ

تجھے تسکینِ دل پایا، تجھے آرامِ جاں پایا
نہاں بھی ہے تو کیا، تجھ کو جہاں ڈھونڈا، وہاں پایا

کوئی نامہرباں ہو کر ہمارا کیا بگاڑے گا
کرم تیرا تو ہے ہم پر، تجھے تو مہرباں پایا

ترا دہ مبتلا، ناکام سمجھا جس کو دنیا میں
اسی کو سرخرو دیکھا، اسی کو کامراں پایا

کسی کو ڈھونڈتا دیکھو، خود اپنے گوشۂ دل میں
تو بس سمجھو کہ اب اس نے سراغِ لامکاں پایا

رہا آوارۂ دیر و حرم پہلو سے بیگانہ
دل اُس کا عرش و کرسی ہے، کہاں ڈھونڈا کہاں پایا

جہاں ایماں ہو، واں کیسے گزر ہو یاس و حرماں کا
کسی مومن کو بھی اے دل! خدا سے بدگماں پایا؟

نہیں معلوم کیا ہو حشر جوہر کا، پر اتنا ہے
کہ واں نامِ محمدؐ مرتے دم وردِ زباں پایا!

مولانا محمد علی جوہرؒ

خدا کا نور ہے الحمدللہ ضو فگن دل میں
نہاں ہے جذبۂ حمد و ثنائے ذوالمنن دل میں

ازل سے خامہ ہے ذوق آشنا مدحت نگاری کا
نویدِ مغفرت روشن صلہ ہے حمدِ باری کا

ادا حقِ ثنائے حضرتِ حق ہو نہیں سکتا
بشر کو علمِ نورِ ذاتِ مطلق ہو نہیں سکتا

حدِ عقل و خرد ہے ماہ سے آغوشِ ماہی تک
ہے ناممکن رسائی سرحدِ حمدِ الٰہی تک

زبانِ ماسوا صرفِ ثنائے ذاتِ سرمد ہے
مقامِ حمد معراجِ کمالاتِ محمدؐ ہے

خدا کی حمد بالاتر ہے ذکر و فکرِ انساں سے
عیاں ہے اوجِ نعتِ مصطفیٰؐ آیاتِ قرآں سے

احد میں اور احمد میں یہ ربط و ضبط کی حد ہے
احد کے جلوۂ یکتا کی حامل میمِ احمد ہے

ضیاء القادری بدایونیؒ

حمدِ باری تعالیٰ

انجم میں تو ہے، شمس میں تو ہے، قمر میں تو
ہیرے میں تو ہے، لعل میں تو ہے، گہر میں تو
پتے میں تو ہے، شاخ میں تو ہے، شجر میں تو
غنچے میں تو ہے، پھول میں تو ہے، ثمر میں تو
آتش میں تو ہے، آب میں تو ہے، بحر میں تو
قطرے میں تو ہے، ذرے میں تو ہے، بشر میں تو
اندازِ حسن بن کے سمایا نظر میں تو
بن کر گدازِ عشق در آیا جگر میں تو
کرسی و عرش، ارض و سما، کعبہ و کنشت
موجود ہر مقام میں، ہر ایک گھر میں تو
جلوت میں تو جلیس، تو خلوت میں تو انیس
حامی ہے تو حضر میں، تو ساتھی سفر میں تو
میں کیوں ڈروں کسی سے، مجھے ڈر ہو کس لیے
ہمراہ جب ہے معرضِ خوف و خطر میں تو
شیدا تھے یوں جمالِ محمدؐ پہ دو جہاں
تھا جلوہ بارِ حسنِ کمالِ بشر میں تو

میر افتخار ناظمؔ امروہوی

حمدِ خالق

اسی نے ایک حرفِ کُن سے پیدا کر دیا عالم
کشاکش کی صدائے ہاؤ ہو سے بھر دیا عالم
نظامِ آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے
بہارِ جاودانی ہے اسی کی باغبانی سے
زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اس کی قدرت کے
بچھائے ہیں اسی داتا نے دسترخوان نعمت کے
یہ سرد و گرم، خشک و تر، اجالا اور تاریکی
نظر آتی ہے سب میں شان اسی اک ذاتِ باری کی
وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق
نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق
وہی خالق ہے دل کا اور دل کے نیک ارادوں کا
وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا
بشر کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے
محمدؐ مصطفیٰ کے نام پر شیدا کیا جس نے

ابو الاثر حفیظؔ جالندھری

قیاس و عقلِ انساں سے ورا ہے ذاتِ پاک اُس کی
کہ وہ بے مثل ہے، وحدت نما ہے ذاتِ پاک اُس کی
اگرچہ ہر طرف جلوہ نما ہے ذاتِ پاک اُس کی
نظر پھر بھی نہیں آتی کہ کیا ہے ذاتِ پاک اُس کی
نہ ہے کوئی مثال اُس کی، نہ ہے کوئی شریک اُس کا
جہاں میں لائقِ حمد و ثنا ہے ذاتِ پاک اُس کی
وہ رب العالمیں ہے، مالکِ روزِ قیامت ہے
بہرِ عالم عُلوِّ ہر عُلا ہے ذاتِ پاک اُس کی
جب آئے کوئی بیماری، لیا جاتا ہے نام اُس کا
دوا ہے ذاتِ پاک اس کی، شفا ہے ذاتِ پاک اُس کی
خُدا کی حمد کرتے ہیں، غلامانِ محمّد یوں
کہ مداحِ محمّد مصطفیٰؐ ہے ذاتِ پاک اُس کی
وہی لولاک کا مالک، وہی افلاک کا مالک
عزیزؔ اک خالقِ ارض و سما ہے ذاتِ پاک اُس کی

عزیزؔ حاصلپوری

حمدِ باری تعالیٰ

تو نے بخشی ہمیں جان پروردگار
شکر ہے تیرا ہر آن پروردگار
ہر مصیبت میں ہر وقت ہر حال میں
تو ہے سب کا نگہبان پروردگار
تُو نے بھیجا جہاں میں وہ سچا نبیؐ
ہے جو ایمان کی جان پروردگار
جس نے قانونِ قدرت کو روشن کیا
تُو نے بخشا وہ قرآن پروردگار
لاکھ آئینِ عالم بدلتے رہیں
ایک ہے تیرا فرمان پروردگار
تیری طاعت میں مشغول ہم سب رہیں
بن کے سچے مسلمان پروردگار
آنکھ روشن رہے، دل منور رہے
ہو عطا نورِ ایمان پروردگار

مسرورؔ بدایونی

حمدِ باری تعالیٰ

جبینِ شوق پہ سجدوں کے ہیں نشاں تجھ سے
ہیں مشتِ خاک کی ساری تجلیاں تجھ سے

وجودِ کون و مکاں تجھ سے لامکاں تجھ سے
ازل ہے تجھ سے، ابد تجھ سے دو جہاں تجھ سے

وفورِ لالہ و گل، کشتِ زعفراں تجھ سے
بہارِ شعلہ فشاں تجھ سے گلستاں تجھ سے

جمالِ رنگِ شفق، صبحِ زرفشاں تجھ سے
نجوم تجھ سے، افلاک تجھ سے، کہکشاں تجھ سے

طیورِ نغمہ سرا تجھ سے، گلستاں تجھ سے
برشاخہائے ثمر ور، یہ آشیاں تجھ سے

سکونِ خاطرِ ناشادِ بے دلاں تجھ سے
علاجِ تنگیٔ دامانِ بے کساں تجھ سے

ہے قوسِ قزح کی شوخی میں جلوہ پیرا کون؟
نظارے تجھ سے، نظاروں کی شوخیاں تجھ سے

سکوتِ محفلِ گل بھی ہے ایک ہنگام
نفس ہے تجھ سے، زباں تجھ سے اور بیاں تجھ سے

نہاں نیاز کے پردوں میں بندگی کا کمال
یہ ذوقِ سجدہ یہ دل تجھ سے، آستاں تجھ سے

یہ کوہ و دشت کی پُر پیچ رہگزاروں میں
جرس ہے تجھ سے، حُدی تجھ سے، کارواں تجھ سے

ترے جلال سے برق و شرر کی ہیبت ہے
شکوہِ موجۂ طوفانِ بے اماں تجھ سے

کھلا ہوا ہے ہمیشہ ترا درِ رحمت
نمو پذیر ہے اُمیدِ عاصیاں تجھ سے

قرار تجھ سے، سکوں تجھ سے اے مرے مولا!
علاجِ حزن و غمِ قلبِ ناتواں تجھ سے

کرشمہ شانِ رسالت کا ہو بیاں کیونکر
ہے کائنات کا ہر ذرہ نعت خواں تجھ سے

یہ تیری غایتِ رحمت پہ ایک حجت ہے
کرمستِ نامِ محمدؐ ہیں قدسیاں تجھ سے

تری عطا کا ہے ممنون ہر گھڑی حیرتؔ
بیان تجھ سے ہے، رنگینیٔ بیاں تجھ سے

ابو سعید حیرتؔ جلالپوری (جلالپور، گوجرانوالہ)

حمدیہ شاعری میں ذاتی حوالہ

راجا غلام محمد

فرد جب اجتماعیت کے حوالے سے اپنے خالق و رازق کی تعریف میں رطب اللساں ہوتا ہے تو ملت کی بات کرتا ہے یا اجتماعی دُکھ درد کا علاج چاہتا ہے لیکن وہ ایک جیتا جاگتا انسان بھی ہے، اسے ذاتی پریشانیاں بھی ہوتی ہیں اور وہ ان کے ازالے کا خواہش مند ہوتا ہے، اسے اپنی عبدیت کا احساس ہوتا ہے اور یہ خیال بھی کہ وہ معبودِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہے ــــ اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی بھی اُس کے پیشِ نظر ہوتی ہے اور دربارِ خداوندی کی عظمت بھی اس کے احساس پر پرتو فگن ہوتی ہے۔

اس صورت میں جب وہ اپنے معبودِ برحق کی ثنا و مدحت میں تر زباں ہوتا ہے تو کبھی اس کی ذات کی عظمت کا بیان کرتا ہے، کبھی اس کی صفات بیان کرتا ہے، اس کی خلاقیت کا، اس کی ربوبیت کا، اس کی رحمت و رافت کا، اس کی عیب پوشی کا، اس کی مغفرت و بخشش کا، اس کی عطا و سخا کا، اس کی مہربانیوں کا، اس کی حاجت روائی کا، اس کی قدرتِ کاملہ کا ذکر حامد کی زبان پر ہوتا ہے اور ــــ خدا تعالیٰ کے بارے میں جیسا اس کا عقیدہ ہوتا ہے، جو کچھ وہ اپنے پروردگار کو سمجھتا ہے، جیسا کچھ اس کی دینی کتب میں اس کے خالق و مالک کے بارے میں بتایا گیا ہے، اس کے مطابق شعری زبان میں وہ بیان کرتا ہے اس کے ساتھ ہی اگر اس کے کچھ مسائل ہیں، وہ شدائد و مصائب میں مبتلا ہے یا ہجومِ غم و یاس نے اسے گھیر رکھا ہے اور وہ آسودگی کا خواہاں ہے، تو ــــ اپنی ہر ایک حاجت، اپنی ہر ایک مشکل وہ اپنے مشکل کشا کے سامنے رکھتا ہے اور داد خواہ ہوتا ہے۔

دیکھیے کہ شاعر کس طرح اپنے خالق و مالک خدائے عزوجل کی تعریف کرتا ہے:

تُو میرا خُدا ہی نہیں، کونین کا رب ہے
تیرے لیے کوئی نہ عجم ہے نہ عرب ہے (اعجاز رحمانی)

سب گدا ہیں تو غنی ہے، تو ہے اللہ الصمد
تو ہے بے پرواہ بے پرواہ، رب العالمیں (غلام محمد ترنم امرتسری)

اک سجدہ کیا میں نے فقط شعر کی صورت
ورنہ مری تخییل ہے کیا، میرا قلم کیا (باقی صدیقی)

اسی نے دی ہے مجھے سوچنے کی آزادی
اسیر جس نے سمندر کیے چٹانوں میں (شہزاد احمد)

سلسلہ یہ مری دعاؤں کا
ہے کرشمہ تری عطاؤں کا (حافظ مظہر الدین)

تیری رحمت کا اے خُدا صدقہ
مجھ کو میرے قصور نے بخشا (مضطر خیر آبادی)

شاعر اپنی ذات کے حوالے سے خدا تعالیٰ سے جب کچھ مانگتا ہے تو یوں حمد سرا نظر آتا ہے:

حدودِ وقت سے یارب، مجھے رہا کر دے
میں بے قرار ہوں، آسودگی عطا کر دے (عارف عبدالمتین)

رکھ لے مری بھی یارب، شرمِ گناہگاری
ہے پردہ پوشِ عصیاں رحم اے غفور تیرا (حسرت موہانی)

مرا حق مان کر بن تُو مرا حاجت روا ہوتا
کریں مانے ہوئے ہوں اے خدا، تیرا خُدا ہوتا (شوق قدوائی)

ترے کرم پہ بھروسا ہے اس قدر مجھ کو
ہجومِ یاس میں تجھ کو پکارتا ہوں میں (اسرار احمد سہاروی)

مجھ سے گنہگار کو بخشش کی ہے امید
اس سے کہ جو کریم ہے، آمرزگار بھی (ماہر القادری)

شاعر جب اپنی معصیت کاری پر نادم ہوتا ہے، اپنی گنہگاری کا احساس کرتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اگر رحمان و رحیم خُدا کا لطف و کرم شاملِ حال نہ ہو، تو بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر عدل ہوا تو مارے جائیں گے البتہ خُداوند کریم کے رحمان اور رحیم ہونے کی صفت نے ہمیں پناہ دی تو کوئی صورت بخشش و غفران کی نکل آئے گی۔

کھینچے اگر حصار نہ لطف و کرم ترا
لے مجھ کو زلزلے کی طرح دوڑ کر فشار (بیان یزدانی میرٹھی)

سراپا معصیت میں ہوں، سراپا مغفرت وہ ہے
خطا کوشی روش میری، خطا پوشی ہے کام اس کا (ظفر علی خاں)

تیرے سوا گرفت سے کون مجھے بچائے گا
تیری عطائیں بے حساب، میری خطائیں بے شمار (خالد بزمی)

ہے خوف اگرچہ میں تو ہے تیرے غضب سے
اور دل میں بھروسا ہے تو ہے تیرے کرم کا (خواجہ میر درد)

کام مرا خطا خطا، شان تری عطا عطا
میرے خُدا کرم کرم، میرے کریم اماں اماں (عاصی کرنالی)

لغزش ہوئی ہے پائے کرم کو بھی بارہا
لیکن ترے کرم نے لیا ہے اسے سنبھال (کرم حیدری)

غضب سے تیرے ڈرتا ہوں، رضا کی تیری خواہش ہے

نہ میں بیزار دوزخ سے، نہ میں مشتاقِ جنت کا (مومن خاں مومن)

کبھی فرد اس امر پر افتخار و ابتہاج محسوس کرتا ہے کہ اس کے لبوں پر اپنے خالق کی مدحت ہے۔

حافظ کے لب پر اس کی ثنا ہے، اسکا کرم ہے اس کی عطا ہے

اللہ اکبر اُس کا مقدّر، اللہُ اکبر، اللہُ اکبر (حافظ لدھیانوی)

اور کبھی اسے اس حقیقت کا شعور ہوتا ہے کہ وہ خود ایک عبدِ حقیر ہے اور اپنے خالق، کائنات کے خالق کی عظمتوں کا بیان کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح بے بضاعتی کا احساس اس سے یہ کہلواتا ہے۔

تیری مدحت اور میں معذور سرتا پا قصور

میں کہاں سے لاؤں اتنا حوصلہ، اتنا شعور (اقبال عظیم)

اور ــــــ کبھی توحید کا تصور دل میں راسخ ہو جانا خاتمہ بالخیر ہونے کا یقین بن جاتا ہے۔

بخیر خاتمہ ہونے کا ہے یقین مجھے

ہے نقش دل پہ ضیاؔ لا اِلٰہ الّا اللہ (ضیاء القادری)

ماٰخذ

حمد و مناجات مرتبہ ضیا محمد ضیاؔ و طاہر شادانی

حمد مرتبہ دردؔ اسعدی

نذرِ خدا از مظفر خیر آبادی

ذوالجلال والاکرام از حافظ لدھیانوی

گلدستۂ مناجات مرتبہ سید زوار حسین نقشبندی

نغمۂ توحید مرتبہ عبد الغفار ظفر صابری

جو اسمِ ذات ہویدا ہوا سرِ قرطاس
ہوا خیال منور، مہک گیا احساس

اُسی کے فکر میں مصروف بربطِ ہستی
اُسی کے ذکر میں مشغول نغمۂ انفاس

اُسی کے اذن سے ہے کاروانِ زیست رواں
اُسی کے حکم پہ غیب و شہود کی ہے اساس

بسیط نعمتیں اُس کی شمار سے باہر
محیط قدرتیں اُس کی ورائے عقل و قیاس

اُسی قدیر کے فرماں کے ہیں سبھی پابند
جو ربط و ضبطِ عناصر کہ اعتدالِ حواس

مجھے شریک کرے کاش ایسے بندوں میں
جنہیں نہ خوف و خطر ہے کوئی، نہ رنج و ہراس

اُٹھا کے ہاتھ اُسی کو پکارتا ہوں میں
مقام جس کا ہے میری رگِ حیات کے پاس

کیا یہ خاص کرم اُس نے نوعِ انساں پر
بنا دیا جو حبیب اپنا غمگسارِ اناس

حبیب وہ جو محمدؐ بھی ہے تو احمدؐ بھی
سکھا گیا ہے جو سب کو طریقِ حمد و سپاس

حبیب وہ جو بنا کائنات کا دولہا
رسولؐ وہ جو ہوا اُس کی شان کا عکاس

نبیؐ وہ جس کے لیے محملِ زمانہ رُکا
نبیؐ وہ جس نے کیا لامکاں پہ اجلاس

کتاب اُس پہ اُتاری تو وہ کتابِ مبیں
کرے گی تا بہ ابد دُور جو سبھی وسواس

تسلیاں مجھے ہر آن کوئی دیتا ہے
نہ کر سکیں گے ہراساں مجھے کبھی غم و یاس

عجیب ذکرِ الٰہی میں ہے اثر تائبؔ
مٹائے زیست کی تلخی، بجھائے رُوح کی پیاس

پروفیسر حفیظ تائبؔ

حمدِ الٰہی

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لیے
بادلو ہٹ جاؤ، دے دو راہ جانے کے لیے
اے دعا، جا عرض کر عرشِ الٰہی تھام کے
اے خدا، اب پھیر دے رخ گردشِ ایام کے
صلح تھی کل جن سے اب وہ برسرِ پیکار ہیں
وقت اور تقدیر دونوں درپئے آزار ہیں
ڈھونڈتے ہیں اب مداوا سوزشِ غم کے لیے
کر رہے ہیں زخمِ دل فریاد مرہم کے لیے
رحم کر، اپنے نہ آئینِ کرم کو بھول جا
ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا
خلق کے راندے ہوئے، دنیا کے ٹھکرائے ہوئے
آئے ہیں اب تیرے در پر ہاتھ پھیلائے ہوئے
خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن ترے محبوب کی امت میں ہیں
حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں
طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

آغا حشر کاشمیری

بارگاہِ خداوندی میں ملت کی فریاد

عترت حسین بقائی

خداوند تعالیٰ نے ہمیں بے انتہا نعمتیں دی ہیں، اس کے احسانات کا شمار نہیں، اس کے عطایا کی حد نہیں۔ انسان کو چاہیے کہ ہر وقت اس کی حمد بیان کرے، اس کا شکر ادا کرے۔ مگر انسان بڑا ظلوم و جہول ہے۔ وہ اس ہستی کو بھی یاد کرنے میں کوتاہی کا مرتکب ہو جاتا ہے جس کی یاد اس کی سانسوں کی آمد و شد کے ساتھ ساتھ ہونی چاہیے۔ پھر بھی جس وقت دکھ درد اسے گھیر لیتے ہیں، پریشانیاں اس کا ناطقہ بند کر لیتی ہیں اور مسائل اور مصائب سے نبرد آزما ہونا اسے مشکل بلکہ ناممکن نظر آتا ہے، وہ اپنے خالق و مالک کی طرف دیکھتا ہے، اس سے مدد چاہتا ہے، مشکلات و شدائد سے بچاؤ کے لیے اسے پکارتا ہے۔ اسی طرح ملت مشکل حالات سے دوچار ہو، ملک مسائل میں پھنسا نظر آئے، اجتماعی طور پر مسلمان پریشان ہوں تو شاعر جو قوم کی آنکھ کی حیثیت رکھتا ہے کہ جسم کے کسی بھی حصے میں تکلیف ہو، آنکھ اس تکلیف کا اظہار آنسوؤں کی راہ سے کرتی ہے — ایسے آشوب میں بارگاہِ خداوندی میں فریاد کناں ہوتا ہے، دہائی دیتا ہے، مدد چاہتا ہے۔

پریشانیوں کے اظہار کے لیے، مشکلات کے پھندے سے نکلنے کی خاطر، بارگاہِ ایزدی میں فریاد کناں ہونے کی کوشش میں کبھی دل بولتا ہے، کبھی نگاہیں زبان بن جاتی ہیں اور کبھی لب گویا ہو جاتے ہیں۔ اپنے خالق و مالک حقیقی جل شانہ سے اپنے ماحول کا حال کہنے کے لیے شاعر جب لبِ فریاد کھولتا ہے تو یوں بولتا ہے۔

یہ کیسا دور ہے اے ربِّ اکبر — ہر اک انسان ہے مردم گزیدہ
بساطِ زندگی پر ہم کھڑے ہیں — گریباں چاک اور دامن دریدہ
مسرت کی شعاعوں سے منوّر — کر اے مولا ہمارے قلب و دیدہ

(سہیل اختر[1])

تجھے واسطہ اپنی قدرت کا ہے — تجھے واسطہ اپنی سطوت کا ہے
تجھے واسطہ اپنی عظمت کا ہے — تجھے واسطہ اپنی رحمت کا ہے

زمانے کی گردش میں رکھ لینا آج
جنابِ محمدؐ کی امت کی لاج

(سید شبیر محمد ترمذی[2])

عطا فرما ہمیں اسلاف کا وہ جوشِ ایمانی
ملے اک بار پھر ہم کو وہی جذبِ مسلمانی

(طاہر شادانی[3])

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے

(علامہ اقبال[4])

بے کسوں، غم زدوں کا سہارا ہے تُو — ڈوبتی کشتیوں کو کنارا ہے تُو
ہم گنہگار ہیں، ہم خطاوار ہیں — تیری رحمت کے پھر بھی سزاوار ہیں
سر جھکائے کھڑے ہیں ترے سامنے — ہاتھ اٹھائے کھڑے ہیں ترے سامنے

(صوفی تبسم[5])

یا اللہ، بھلا بیٹھے ہیں ہم اپنے پیمانوں کو — سو سو روگ لگا بیٹھے ہیں اپنی نازک جانوں کو
اپنے حال پہ ہنستا دیکھ رہے ہیں آج زمانوں کو — تو ہی کرے تو کون کرے آباد اب ان ویرانوں کو

ابرِ کرم برسا اللہ، پھر اُجڑے دیس بسا اللہ یا اللہ

(جعفر بلوچ[6])

مولانا ضیا القادری بدایونی نامور نعت گو شاعر تھے۔ انھوں نے اپنی بہت سی مناجاتوں میں آشوبِ عصر کے حوالے سے استغاثہ کیا ہے، اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا رونا بارگاہِ خُداوندی میں رویا ہے، چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔

اے خُدا، پوشیدہ تجھ سے کون سی ہے بات سُن
تیرے بندے ہیں مُسلماں، ان کی معروضات سُن
زندگی کی سختیاں ہیں اور ان کی ذات ہے
غم سراپا دن ہے ان کا اور حسرت رات ہے
دیکھنے والا نہیں کوئی محبت سے انہیں
دوست رکھتے ہیں تو سب اپنی ضرورت سے انہیں
زندگی کی سختیاں دشواریاں سب دور کر
اور اِس اندوہ گیں ماحول کو مسرور کر[7]

ترے محبوبؐ کی اُمت زمانے بھر میں رُسوا ہے
ہے غافل دینِ حق سے مغربی فیشن پہ شیدا ہے
مسلماں دور اب مصطفیٰؐ سے ہوتے جاتے ہیں
زخود محروم تیری ہر عطا سے ہوتے جاتے ہیں
الٰہی غیرتِ اسلام کو مسلم میں قائم رکھ
جہاں میں شوکت و شانِ مسلمانی کو دائم رکھ
ہمیں بے خوف خوفِ کثرتِ اغیار سے کر دے
ہمارے دل منوّر عرش کے انوار سے کر دے[8]

سب مسلمان شعرا نے بُرے وقت میں اپنے خالق و مالکِ حقیقی جل وعلا کے دربار ہی میں دہائی دی ہے، اپنے اجتماعی دُکھوں کی کیفیت اسی کی بارگاہ میں بیان کی ہے، ۔۔ فریاد کی ہے اور داد چاہی ہے، مثلاً

بڑھ رہی ہیں ہر طرف تاریکیاں ظلمتوں کے چل رہے ہیں کارواں
زندگی ہے سر برہنہ، نیم جاں
ڈال دے اس پر محبت کی ردا اے خدا، میرے خدا، میرے خدا

(حافظ لدھیانوی)[۹]

ناتوانی سے نکلیں توانائیاں دور ہو جائیں دل سے پریشانیاں
زندگی سے محبت کرے زندگی بھائی بھائی جُدا ہوں نہ مل کر کبھی
عام ہو جائیں دنیا میں لطف و کرم ختم ہو جائیں دُنیا سے ظُلم و ستم
متحد اس وطن کے رہیں پاسباں ان کے نقشِ قدم پر جُھکے آسماں
اس وطن کا مرے بول بالا رہے ساری دُنیا میں اس سے اُجالا رہے

(لطیف اثر)[۱۰]

ضُلع تھی کل جن سے، اب وہ برسرِ پیکار ہیں وقت اور تقدیر، دونوں در پئے آزار ہیں
رحم کر، اپنے نہ آئینِ کرم کو بھول جا ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تُو نہ ہم کو بھول جا

(آغا حشر کاشمیری)[۱۱]

خُداوندا، ہمیں نصرت عطا کر ہمیں اسلاف کی قوت عطا کر
کسی افتاد سے گھبرا نہ جائیں ہمیں صدیقؓ کی جُرأت عطا کر
ہماری کُفر پر چھا جائے ہیبت ہمیں فاروقؓ کی سطوت عطا کر
ہمیں ہونے نہ دے محتاجِ اغیار ہمیں عثمانؓ کی ثروت عطا کر
نیا خیبر ہمارے سامنے ہے علیؓ کی قوت و ہمت عطا کر

(ذکر نیازی)[۱۲]

حواشی

۱۔ سہیل اختر، حمدِ ربِ ذوالجلال۔ ص ۲۳
۲۔ خداوندِ دو عالم۔ مطبوعہ پشاور۔ ص ۸
۳۔ ضیا محمد ضیا و طاہر شادانی (مرتبین) حمد و مناجات ص ۱۸۶
۴۔ کلیاتِ اقبال اُردو۔ ص ۲۱۲ (بانگِ درا)
۵۔ حمد و مناجات۔ ص ۷۵
۶۔ حمد و مناجات۔ ص ۸۷
۷۔ ظفر صابری رضوی، صوفی محمد عبدالغفار (مرتب) نغمۂ توحید۔ ص ۱۹۹۔
۸۔ نغمۂ توحید۔ ص ۲۰۰
۹۔ حافظ لدھیانوی۔ ذوالجلال والاکرام۔ ص ۶۹۔
۱۰۔ درد اسعدی (مرتب)، حمد۔ ص ۲۴، ۲۵۔
۱۱۔ حمد و مناجات۔ ص ۱۱۳۔
۱۲۔ حمد و مناجات۔ ص ۲۲۹۔

حمدِ باری تعالیٰ

مدحِ احمد بڑی سعادت ہے
یہ بھی اک حمد ہی کی صورت ہے
وہ جسے ذاتِ مصطفیٰؐ کہیے
تیرے ہی نور سے عبارت ہے
آئنہ ہے تری رحیمی کا
دو جہاں کے لیے جو رحمت ہے
ایک اک دور کا علیم ہے تو
اور محمد تری علامت ہے
تیرے اوصاف جانتا ہے وہی
جس کو تیرے نبیؐ سے نسبت ہے
تجھ سے انسان کی شناسائی
تیرے محبوبؐ کی بدولت ہے
تو ہے کل کائنات کا خالق
وہ ہر اک دور کی ضرورت ہے
تو ہے پروردگار آدم کا
اور وہ فخرِ آدمیت ہے
مدح ہو وہ کہ حمد ہو شاعر
مجھ کو دونوں سے ایک نسبت ہے

شاعر لکھنوی (کراچی)

حمد اور نعت کا تعلق

رشید محمود

حمد اور نعت میں بڑا گہرا لیکن بہت نازک تعلق ہے۔ حمد خداوندِ قدوس و کریم جل و علا کی تعریف و ثنا ہے اور نعت اس کے بندے اور محبوب حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کی مدحت و توصیف ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق و مالکِ کائنات ہے اور آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں اس کے بندے ہیں، اُس کی مخلوق ہیں — وہاں اس کے محبوب بھی ہیں۔

حمد اور نعت میں تعلق بھی یہی ہے اور فرق بھی یہی کہ ایک میں خالق کی حمد ہے اور سب تعریفیں اُسی کے لیے ہیں، الحمد للہ رب العالمین، دوسری میں اُس کی تعریف ہے جس کی تعریف سب تعریفوں کا واحد حقدار کرتا ہے۔ سب تعریفوں کا سزاوار اللہ جل شانہٗ ہے اور سرکارؐ وہ ہیں جن سے زیادہ کسی کی تعریف نہ کی گئی، نہ ہو سکتی ہے —— کہ اسمِ گرامی سرکار کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

حمد سنتِ محمدی ہے اور نعت سنتِ خداوندی۔ حمد مخلوقِ خدا کا فعل ہے اور نعت مخلوق کے ساتھ ساتھ خالقِ حقیقی بھی کہتا ہے، اسی لیے حضورؐ "محمد" ہیں کہ اُن سے زیادہ کسی کی تعریف نہیں کی گئی۔ حمد، احمد، محمود اور محمد کا مادہ "ح م د" ہے۔ حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

شَقَّ لَہٗ مِن اسمہٖ کی یجلہ ۔۔۔ فذو العرش محمودٌ وھذا محمّدٌ[1]

اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کی تعظیم کے لیے اپنے ہی نام سے اشتقاق کیا ہوا نام رکھا چنانچہ عرش والے کا نام محمود ہے اور ان کا نام محمد ہے کنور محمد اعظم خاں خسروی کا ایک شعر دیکھیے۔

محمدؐ، احمد و محمود و حامد مشتقاتِ حمد جس کے نام
کرے تعریف کیسے، کس نعت میں، کون بھلا ایسے مسمّی کی[2]

خدا کی تعریف فرماتا ہے اور جب کچھ نہ تھا، وہ تھا، جب کچھ نہ ہوگا، وہ ہوگا۔ جب کچھ نہ تھا اور جب کچھ نہ ہوگا ایسے میں

خدا کی تعریف نہیں ہوگی، مگر حضور محبوبِ خالق و مخلوق صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہو رہی تھی، اور ہو رہی ہوگی۔

مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و ثنا کے لیے رہنمائی حضورؐ کے مداحِ حقیقی اللہ کریم جل شانہٗ سے لینی چاہیئے۔ نعت کا جو انداز اور جو اسلوب قرآن مجید میں اختیار کیا گیا، اسی کی تقلید کی کوشش کرنا ہمارا فرض ہے۔

قرآن کریم کی رُو سے عالمین کی ہر مخلوق کا پروردگار اللہ کریم ہے، وہ رب العالمین ہے۔ اور اللہ کی پیدا کردہ تمام دنیاؤں کو اور ان میں بسنے والوں کو رحمت درکار ہو تو وہ حضور محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثنا کی جانب نگراں ہوں گے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [۳] انسانوں کے لیے ہر معلوم اور نامعلوم دنیا کے تمام باسی "ربوبیت" کے خواہشمند ہوتے ہیں تو حمد میں مصروف ہوتے ہیں اور جب رحمت چاہتے ہیں یا رحمت کے زیرِ سایہ ایک مربوط اور منظم زندگی گزارتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کہہ رہے ہوتے ہیں۔

اہلِ ایمان جب رافت اور رحم کی خواہش رکھتے ہیں یا اس کی استدعا کرتے ہیں تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہی کہہ رہے ہوتے ہیں، اور اس نعت کے بین السطور حمد بھی بیان ہو رہی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہی نے ہمیں یہ خوشخبری سنائی۔ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ [۴] بڑائی اللہ کی کہ اس نے سرکارؐ کو ہمارے لیے رؤف اور رحیم بنایا، اور رحمت اور رافت سرکارؐ کی کہ اس نے ہمیں گھیرے میں لے لیا۔

جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کی تعریف کر رہے ہوں [۵]، ان ہاتھوں سے بٹنے والے کرم کا ذکر کر رہے ہوں تو ہم دراصل خدا کی عطا کا تذکرہ کر رہے ہوتے ہیں، اس نعت میں بھی حمد شامل ہے۔

جب گفتارِ سرکارؐ کا ذکر ہو، حضور رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی بات ہو، حضورؐ کی احادیث پڑھی جا رہی ہوں تو وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى [۶] کی رُو سے یہ اللہ کی وحی کی تعریف ہوتی ہے، خدا کے احکام کی بات ہوتی ہے۔ یہ نعت بھی ہے مگر یہ حمد بھی ہے۔

جب ہم بعثتِ محمدیؐ کے ذکر میں رطب اللسان ہوتے ہیں تو ہم دراصل خدا کے احسان کی بات کرتے ہیں [۷] یہاں بھی نعت اور حمد میں ایک گہرا تعلق دکھائی دیتا ہے۔

جہاں آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی تبلیغ کی جائے، سرکارؐ کی متابعت اور فرمانبرداری کا حوالہ آئے، دراصل یہ خدا تعالیٰ سے محبت کرنے کی خواہش اور خدا کی طرف سے محبت کیے جانے کی نوید کی بات ہوگی [۸]

جب آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والثنا کے دربارِ گہربار میں رسائی کی تمنا عملی جامہ پہنے، جب آپ اپنے آپ کو بارگاہِ مصطفویؐ میں پہنچائیں اور سرکارؐ کو شفیع المذنبین مان کر درخواست گزار ہوں تو گویا آپ خداوندِ کریم کی صفتِ رحیمی کو جوش میں لا رہے ہیں اور اس کا تواب ہونا آپ کی معصیت کاری کو نیست و نابود کر رہا ہے [۹] ...... یعنی آپ یہ نعت کہہ کر تحمید نگاری اور مناجات نگاری کی انتہا کر رہے ہیں۔

جب لوگ خدا تعالیٰ کو رؤف اور رحیم [۱۰] مانیں تو یہ حمد ہے اور جب مسلمان سرکارؐ کو رؤف اور رحیم [۱۱] مانیں تو یہ نعت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو کریم فرمائے [۱۲] تو یہ حمد ہے اور رسولِ کریمؐ کا ذکر فرمائے تو یہ نعت ہے [۱۳]۔
قرآن کریم میں اللہ کو حق کہا گیا تو یہ حمد ہے [۱۴] اور سرکارؐ کو حق فرمایا گیا تو یہ نعت [۱۵] ہے۔
لوگوں کے کام اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونے کا تذکرہ [۱۶] حمد ہے اور جب ان کاموں کی نگرانی اور گواہی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذمے ہونے کا ذکر ہو تو یہ نعت ہے [۱۷]
قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر حمد اور نعت یکجا ہیں، مثلاً

○ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ ۔	اور کیا اچھا ہوتا، اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور رسولؐ نے انہیں دیا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے عنقریب اللہ اور اس کا رسولؐ ہمیں اپنے فضل سے عطا کرے گا۔ [۱۸]
○ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ	صرف اللہ اور اس کا رسولؐ تمہارا مددگار ہے [۱۹]

○ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ — ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔[٢٠]

○ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔ — جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی۔[٢١]

○ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ۔ — اور اب اللہ اور اسکا رسول تمہارے کام دیکھیں گے۔[٢٢]

○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ — بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو، ان پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں۔ اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔[٢٣]

○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ — بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی، ذلیل کیے گئے جیسے ان سے پہلوں کو ذلت دی گئی۔[٢٤]

○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ — یہ اس لیے کہ وہ اللہ سے اور اس کے رسول سے پھٹے رہے اور جو اللہ سے پھٹا رہا تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔[٢٥]

○ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ — لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر، اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسکو حرام کیا اللہ اور اسکے رسول نے۔[٢٦]

بہت سے مقامات پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اور اپنے محبوب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر اکٹھا کیا ہے۔ محولہ بالا مقامات ہی کو دیکھیں تو حمد اور نعت کا گہرا اور نازک تعلق واضح نظر آتا ہے۔ اسی لیے خداوند کریم کی تعریف کرتے ہوئے ہم اس کے محبوب پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی طرح نعت میں حمدِ باری تعالیٰ کی صورتیں بھی نظر آتی ہیں۔ سب

سے پہلے حمد اور نعت کے گہرے اور نازک تعلق کو شعرا کی زبان سے سنیں۔
علامہ ابوالقاسم محمود زمخشریؒ (صاحب کشاف) کہتے ہیں۔

هو الذی ان یخالج فی نبوته
ریب فما القول بالتوحید مقبول[٢٧]

(آپ کی نبوت کے بارے میں اگر کسی کے دل میں خلجان وارد ہو جائے تو ایسے شخص کی طرف سے توحید کا اقرار نامقبول ہے۔)

راقم سطور نے علامہ زمخشریؒ کے اس شعر سے یوں استفادہ کیا۔

شرطِ ایماں ہے کہ اقرارِ رسالت بھی کرو
صرف اقرارِ الوہیت یہاں بے سود ہے[٢٨]

اردو شاعری میں حمد و نعت کے تعلق کی چند صورتیں دیکھیے۔

ظاہر و باطن ہے حمد و نعت ہر انسان کا
معنی و صورت یہ مطلع ہے مرے دیوان کا
ہے مرا ظاہر محمد اور باطن ہے خدا
قال ہے یہ، حال کھونا اپنے ہے ایمان کا
(شاہ غمگین دہلوی)[٢٩]

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا (احمد رضا خاں بریلوی)[٣٠]

یہی اوّل یہی آخر، یہی یوں بھی ہے اور یوں بھی
خدا کی شان ہے، ذاتِ نبی یوں بھی ہے اور یوں بھی
یہی ہے زینتِ کثرت، یہی ہے مظہرِ وحدت
یہی حسنِ حبیبِ ایزدی، یوں بھی ہے اور یوں بھی
(کیفی ٹونکی)[٣١]

لکھا اک حرفِ حمد اور اس پہ میم منتخب لکھا
محمدؐ نام رکھا حمد سے خالق نے حضرتؐ کا
(صابر دہلوی[۳۲])

نعتِ حبیبؐ کیجیے کہ حمدِ خدا بھی ہے
توصیفِ مصطفیٰؐ کی، خدا کی ثنا بھی ہے
(اختر الحامدی[۳۳])

جب سفینے تلاطم میں گھرنے لگیں، سائے آنکھوں میں غم کے بکھرنے لگیں
گونجتی ہے تہِ بادباں جا بجا حمدِ ربِ علا، نعتِ خیر الوریٰؐ
بر شگالِ کرم، موجِ بحرِ سخا، حرزِ قلب و نظر، نسخۂ کیمیا
شافیٔ ہر مرض، ردِ کرب و بلا، حمدِ ربِ علا، نعتِ خیر الوریٰؐ
(راسخ عرفانی[۳۴])

شاعری سے ہے اگر فیض کی امید غریب
نعت احمدؐ کی لکھو اور خدا کی تعریف
(غریب سہارنپوری[۳۵])

صفات و ذاتِ حق تو ماورا ہیں عقلِ انساں سے
مگر اس کا نشاں اس حسن کے مظہر سے ملتا ہے
(زکی کیفی[۳۶])

اللہ کائنات کا واحد کفیل ہے
ذاتِ رسولؐ کیا ہے، سبب ہے سبیل ہے
کس کی مجال ہے کہ جو انکار کر سکے
دعویٰ ہے رب کی ذات، محمدؐ دلیل ہے
(اعجاز رحمانی[۳۷])

سب کچھ فیضِ نبیؐ سے جانا ہم نے
سیکھا نہیں نازِ عقل اٹھانا ہم نے
اک مخبرِ صادقؐ پہ ہے اپنا ایماں
اللہ کو بے دلیل مانا ہم نے
(راغب مراد آبادی[۳۸])

کون تعریفِ اسمِ محمدؐ کرے
حمد کی حمد ہے، نعت کی نعت ہے
(بدر ساگری[۳۹])

جو ہے موصوفِ ربِ دو جہاں، توصیف اس کی ہو بیاں کس سے
علوئے مرتبت سمجھا کہاں ہے کوئی اس ذاتِ معلّٰی کی
(ڈاکٹر محمد اعظم خاں خسروی[۴۰])

ہے حدِ فاصل کہ خطِ واصل کہ قوس کے قوس ہے مقابل
سلیم عاجز ہے فہمِ کامل، کہاں بشر ہے، کہاں خدا ہے
(سلیم احمد[۴۱])

وصف آئینہ ہے خود آئینہ گر کی توصیف
حمد لکھنا ہو تو احمدؐ کا سراپا لکھوں
(امید فاضلی[۴۲])

وضم الالٰہ اسم النبی الی اسمہ
اذ قال فی الخمس المؤذن اشہد
(حضرت حسانؓ بن ثابت[۴۳])

(اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کا نام اپنے نام کے ساتھ ملا دیا، جب مؤذن پانچ مرتبہ "اشہد....." کہتا ہے۔)

حمدِ خالق و مالکِ حقیقی جل شانہٗ لکھتے ہوئے بات کس طرح اس کے محبوبِ حقیقی صلی اللہ علیہ وسلم

تک جا پہنچتی ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

ولا تحرمنی یا الٰہی وسیدی
شفاعته الکبری فذاك المشفع
وصل علیه ما دعاك موحد
وناجاك اخیار ببابك رکع

(حضرت علی ابن ابی طالب رضی[44])

(اے خداوندِ عالم! مجھے اس کی شفاعت سے محروم نہ رکھ جو شفاعت کرنے والا ہے۔
جب کوئی مؤحّد تجھے ندا دے یا کوئی اہلِ خیر تیرے دروازے پر حالتِ رکوع میں تجھ
سے نجات کا طالب ہو، تو تو اس (شفاعت کرنے والے) پر درود بھیج)۔

بحقِ آنکہ معبودی محمد را تو بستودی
بہر چیزے کہ خوشنودی، درانم دار یا اللہ

(حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی[45])

(الٰہی! اس کے کہ تو معبود ہے اور تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے، جس چیز سے
تو خوش ہے، مجھے اسی میں رکھ۔)

اے خدا جسم میں جب تک کہ مری جان رہے
ترے صدقے، ترے محبوب کے قربان رہے

(امیر مینائی[46])

دعاؤں میں اثر دے یا الٰہی
مرادیں پوری کر دے یا الٰہی
جبینِ شوق سجدے چاہتی ہے
نبی کا سنگِ در دے یا الٰہی

(منور بدایونی[47])

تجھے تسکینِ دل پایا، تجھے آرامِ جاں پایا
شہاں بھی ہے تو کیا، تجھ کو جہاں ڈھونڈا، وہاں پایا
نہیں معلوم کیا ہو حشر جوہر کا، پر اتنا ہے
کہ ہاں نامِ محمد مرتے دم وردِ زباں پایا

(محمد علی جوہر[48])

دل کو ہو تجھ سے واسطہ، لب پہ ہو نامِ مصطفٰیؐ
وقت جب آئے اے خدا، خاتمۂ حواس کا

(حسرت موہانی[49])

تو بے حساب بخش کہ ہیں بے شمار جرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا

(حسن رضا بریلوی[50])

خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن ترے محبوبؐ کی امت میں ہیں

(آغا حشر کاشمیری[51])

اے خالقِ یکتا، بے ہمتا، امت ہیں کیا کس کی پیدا
ہم اور یہ تیرا فضل و کرم سبحان اللہ سبحان اللہ

(سیف ٹونکی[52])

یارب، مری دعا کو متاعِ اثر ملے
روزِ جزا شفاعتِ خیر البشرؐ ملے
کردار بخش وہ کہ ندامت نہ ہو مجھے
جب روزِ حشر میرِ اممؐ سے نظر ملے

(راسخ عرفانی[53])

ایمان اور یقین کی دولت نصیب ہو
یارب! ہمیں نبیؐ کی محبت نصیب ہو
روزِ حساب حشر کے میدان میں، ہمیں
سردارِ انبیاؐ کی شفاعت نصیب ہو

(صابر کاسگنجوی)[۵۴]

اپنا محبوبؐ دے کے دُنیا کو
تو نے طرفہ کرم کیا یارب

(سیّد عاصم گیلانی)[۵۵]

مجھے نہ دیکھ، کریمی پہ رکھ نظر اپنی
گناہگار سہی، اے مرے پالنے والے
گراہوں میں تو محمد کا نام ہے لب پر
سنبھال، دونوں جہاں کے سنبھالنے والے

(قمر انجم)[۵۶]

کرم تیرا کہ ہم کو خیرِ اُمت تو نے فرمایا
عطا تیری، دیا ہم کو رسولِ مجتبیٰ تو نے
متاعِ اُلفتِ احمدؐ قمر کو بخش کر یارب
دُعاؤں کو عطا حُسنِ قبولیت کیا تو نے

(قمر یزدانی)[۵۷]

حمد کے ہیں ہزار ہا عنواں — حافظِ بے ہُنر سے کیا ہو بیاں
تیرے لُطف و کرم پہ نازاں ہوں — تیرے محبوبؐ کا ثنا خواں ہوں
عشقِ خیر البشرؐ عطا کر دے — دامنِ دل کو نُور سے بھر دے

(حافظ لدھیانوی)[۵۸]

کاش حاصل ہو ترے فضل و کرم سے مجھ کو
تیرے محبوبؐ کی اُلفت، ترا عرفاں یارب!
پیش ہو حشر میں جب نامۂ اعمال مرا
ہاتھ میں ہو ترے محبوبؐ کا داماں یارب

(حاتم مارہروی)[۵۹]

اگر شاعر صاحبِ ایمان ہے تو وہ حمد کہتے ہوئے خدا تعالیٰ کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنے لگتا ہے، اسی طرح نعت کہتے ہوئے بات حضور محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کے ممدوح و مدّاح (جل جلالہٗ) تک جا پہنچتی ہے کیونکہ اسلام کی بنیاد کلمۂ توحید ہے اور کلمۂ توحید (لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ) رسالت کے اعلان کے ساتھ ہی مکمل ہوتا ہے، اس کے بغیر نہیں۔ حمدِ باری تعالیٰ میں نعتِ سرورِ کونینؐ کی چند صورتیں اُوپر دی گئیں، نعتِ رسولِ مقبولؐ میں حمدِ خالق کی صورت بھی دیکھئے۔

فانقذنا اللّٰہ فی — نورہ
ونجی برحمتہ من النظی

(حضرت کعب بن مالکؓ)[۶۰]

(اللہ نے اُن کے صدقے اور اُن کی بدولت ہمیں ان کی روشنی میں لا کر نجات دی اور آگ کے عذاب سے بچا لیا۔)

أحیا بہ اللّٰہ قلوبا کما
أحیا موات الارض صوب الغمام

(ابوالعتاہیہ)[۶۱]

(اللہ نے آپؐ کے ذریعے انسانوں کے مُردہ قلوب کو اس طرح زندہ کر دیا جس طرح تیز بارش کے بعد خشک زمین زندہ ہو جاتی ہے۔)

علا و دنا وجاز الحی — مقام
کریم خص — فیہ بالاصطفاء

ودنا بربه جهراً سویا

لسر فیه جل عن استراء

(حافظ ابن حجر عسقلانیؒ شارحِ بخاری)[٦٢]

(آپ بلند ہوئے، قریب پہنچے اور ایسے مقامِ کریم تک پہنچے جہاں اللہ نے انہیں خصوصیت سے چُن لیا۔ آپ کے سوا کسی نے بھی اپنے پروردگار کو یُوں کھُلم کھُلا نہیں دیکھا۔ اس میں بھی ایک بھید ہے جو شک و شبہ سے بالاتر ہے)

اختاره الله محبوباً وارسله

لرحمة وارشاد وتسديد

(علامہ فضلِ حق خیرآبادیؒ)[٦٣]

(اللہ نے ان کو محبوب منتخب کیا اور اپنی رحمت بنا کر ارشاد اور درستی کے لیے بھیجا۔)

ربِّ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود

حق تعالیٰ کی منّت پہ لاکھوں سلام

مصدرِ مظہریت پہ اظہر درود

مظہرِ مصدریت پہ لاکھوں سلام

معنیٔ قَدْ رَاٰی مقصدِ مَا طَغٰی

نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلویؒ)[٦٤]

جانِ گلزارِ مصطفائی تم ہو

مختار ہو، مالکِ خدائی تم ہو

جلوے سے تمہارے ہے عیاں شانِ خدا

آئینۂ ذاتِ کبریائی تم ہو

(حسن رضا خاں بریلوی)[٦٥]

دو کماں سے بھی تھا کم فرق ان میں اور اللہ میں

تھی شبِ معراج ایسی قدر و شانِ مصطفیٰ

(فصاحت لکھنوی)[٦٦]

خدا کو مانا ہے دیکھ کر تجھ کو، اُس کی شانِ جمیل تُو ہے

خدا کی ہستی پہ میرے نزدیک سب سے روشن دلیل تُو ہے

خدا کی صورت کوئی نہیں، اور خدا کی صورت کوئی اگر ہے

تو وہ حریفِ نقوشِ تصویر تیری صورت میں جلوہ گر ہے

(تاجور نجیب آبادی)[٦٧]

تمہارے جلوۂ رخ میں جھلک ہے نورِ خالق کی

مرے اس قول پر صادق حدیثِ مَنْ رَّآنِیْ ہے

(نظامی بدایونی)[٦٨]

صفاتِ حق ہوئیں جس کی صفات سے روشن

وہ جس کی ذات سے ظاہر خدا کی یکتائی

(میر اخترؔ کاظمی امروہوی)[٦٩]

نبوت ختم ہے اُس پر، یہ اپنا دین و ایماں ہے

وہ ہے مثل آپ ہی اپنا، یہ مرکوزِ دل و جاں ہے

محمد سا اگر دنیا میں کوئی اور انساں ہے

تو میں کہہ دوں گا ہستئ خدا ہونا بھی آساں ہے

گر انساں ہمسرِ شانِ رحیمی ہو نہیں سکتا

تو کوئی رحمۃ للعالمینؐ بھی ہو نہیں سکتا

(نیاز فتحپوری)[٧٠]

ترے سجدے سے جھکی سارے رسولوں کی جبیں

سب نے اللہ کو مانا تری دیکھا دیکھی

(قمر جلالوی)[٧١]

ایک آئینۂ عرفانِ حقیقت ہیں حضورؐ　　جس میں متاعِ ازل عکس خود اپنا دیکھے
(اکبر ضیائی)[۲]

نبیؐ میں کیسا خدا نے کمال رکھا ہے　　کہ اُن کے حُسن میں اپنا جمال رکھا ہے
(سید محمد ریاضت الدین سہروردی)[۳]

نعت کا مجموعۂ اوّل اُمّ الکتاب قرآن مجید ہے۔ اس لیے نعت گروں کے لیے اسی کے اسلوب اور انداز کے تتبع کی کوشش ضروری ہے۔ قرآن نے بہت سے مقامات پر حمد اور نعت کے گہرے تعلق کو واضح کیا ہے چنانچہ سرکارؐ کے مدحت سراؤں نے بھی حمد کہتے ہوئے اللہ کے محبوبؐ کا ذکر کیا ہے اور نعت میں حمدِ خالق بیان کی ہے۔

حواشی

۱۔ دیوانِ حسانؓ بن ثابت۔ مطبع انجمن پنجاب، لاہور، ۱۸۷۸ء، ص ۲۲۔

۲۔ ماہنامہ اظہار کراچی۔ اکتوبر نومبر ۹۶ء۔ ص ۱۰۰۔

۳۔ "اور ہم نے تمہیں سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا" (الانبیاء ۔ ۲۱ : ۱۰۷)۔

۴۔ "اور مسلمانوں پر رؤف اور رحیم ہیں" (التوبہ ۔ ۹ : ۱۲۸)

۵۔ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔" الخ (بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (الفتح ۱۰:۴۸)

خوشا وہ لوگ، ایسا ہاتھ جن کے ہاتھ پر آیا　　خدا سے خود ملا جس کو خطاب اللہ کے ید کا
(فیروز طغرائی، نقوش، رسول نمبر، جلد دہم، ص ۶۸۵)

۶۔ "اور وہ جو بات اپنی خواہش سے کرتے ہیں، وہ اس کے علاوہ کچھ نہیں جو انہیں وحی کی جاتی ہے۔"
(النجم ۔ ۵۳ : ۳، ۴)

محمدؐ کا فرمان فرمانِ حق ہے　　یہ فرما رہا ہے خدائے محمدؐ
(عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی ماہنامہ محدث لاہور، رسول مقبولؐ نمبر حصہ دوم ص ۴۲۵)

۷۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔

"بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ اُن میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔"
(آلِ عمران ۔ ۳ : ۱۶۴)

۸۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ اے محبوب! فرما دیجیے کہ لوگو، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ، اللہ تم سے محبت کرے گا" (آلِ عمران ۔ ۳ : ۳۱)۔

۹۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ "اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسولؐ ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں" (النساء ۔ ۴ : ۶۴)

وَلَوْ اَنَّهُمْ کی نوید یں سنی ہیں
مدینے کو دارالاماں دیکھتے ہیں
(نسیم بستوی، تجلیاتِ مدینہ، مکتبۂ لطیفیہ، براؤن شریف، بھارت، ۱۹۷۰ء، ص ۱۰)

۱۰۔ التوبہ ۔ ۹ : ۱۱۷، الحدید ۔ ۵۷ : ۹، الحشر ۔ ۵۹ : ۱۰

۱۱۔ التوبہ ۔ ۹ : ۱۲۸، (سورۂ توبہ کی ۱۱۷ویں آیت میں اللہ کو اور ۱۲۸ویں آیت میں رسول اللہؐ کو "رؤف رحیم" فرمایا گیا ہے۔

۱۲۔ یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ۔ "اے آدمی! تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کریم رب سے" (الانفطار ۔ ۸۲ : ۶)۔

۱۳۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ (الحاقہ ۔ ۶۹ : ۴۰)

۱۴۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ (طٰہٰ ۔ ۲۰ : ۱۱۴)

۱۵۔ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ (آلِ عمران ۔ ۳ : ۸۶)

۱۶۔ وَاللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ (آلِ عمران ۔ ۳ : ۹۸)

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا (النساء ۔ ۴ : ۷۹)

۱۷۔ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا (البقرہ ۔ ۲ : ۱۴۳)۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

(النساء ۴ : ۴۱)

۱۸۔ التوبہ ۔ ۹ : ۵۱

۱۹۔ المائدہ ۔ ۵ : ۵۵

۲۰۔ التوبہ ۔ ۹ : ۷۴

۲۱۔ الاحزاب ۔ ۳۳ : ۳۷

۲۲۔ التوبہ ۔ ۹ : ۹۴

۲۳۔ الاحزاب ۔ ۳۳ : ۵۷

۲۴۔ المجادلہ ۔ ۵۸ : ۵

۲۵۔ الحشر ۔ ۵۹ : ۴ (سورۃ الانفال ـــ ۸ : ۱۳ ـــ میں آخری حصہ یوں ہے ۔
وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ)۔

۲۶۔ التوبہ ۔ ۹ : ۲۹

۲۷۔ ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد ، ربیع الاول ۱۳۹۹ھ / فروری ۱۹۷۹ (مضمون عربی نعت کا ارتقا از حکیم محمد یحییٰ) ص ۴۰

۲۸۔ راجا رشید محمود ۔ ورفعنا لک ذکرک ۔ پاپولر پبلشرز ، لاہور اشاعت اول ۱۹۷۷ ، ص ۲۲۔

۲۹۔ مجلہ نقوش لاہور ، رسول نمبر ۔ جلد دہم ۔ ص ۶۳۴۔

۳۰۔ حدائق بخشش ، حصہ دوم ، بسم اللہ کمپنی ، لاہور ، ص ۴۹۔

۳۱۔ احمد علی سیف کلانوری (مرتب) بوستان نعت ۔ ۱۳۴۹ھ ۔ ص ۲۰۶۔

۳۲۔ نقوش ، رسول نمبر ، جلد دہم ، ص ۶۴۵۔

۳۳۔ نعت محل ۔ ص ۵۳۔

۳۴۔ حدیث جاں ۔ ص ۱۸۰

۳۵۔ خزینۂ رحمت یعنی عطریات غریب ۔ ص ۷۴

۳۶۔ محمد اقبال جاوید (مرتب) مخزن نعت ۔ ص ۲۳۱۔

۳۷۔ ماہنامہ اظہار کراچی ، اکتوبر نومبر ۸۶ ۔ ص ۹۲۔

۳۸۔ بحضور خاتم الانبیاء ۔ ص ۸۹۔

۳۹۔ الفکر ۔ ص ۲۱ ، ثنائے خواجہ کونین ، مرتبہ درد اسعدی ، ص ۵۳۔

۴۰۔ ماہنامہ اظہار کراچی ، اکتوبر نومبر ۸۶ ۔ ص ۱۰۰۔

۴۱۔ اظہار کراچی (ماہنامہ) سیرت نمبر ، فروری ۱۹۷۹ ، ص ۳۶۔

۴۲۔ اظہار کراچی ، سیرت نمبر ، جنوری فروری ۱۹۸۰ ، ص ۱۱۲

۴۳۔ نقوش لاہور ، رسول نمبر ، جلد دہم ، ص ۲۵۵۔

۴۴۔ زوار حسین نقشبندی مجددی ، مولانا سید ، گلدستۂ مناجات ۔ ص ۵۰

۴۵۔ ایضاً ۔ ص ۲۱۔

۴۶۔ ضیا محمد ضیا و طاہر شادانی (مرتبین) حمد و مناجات ۔ ص ۲۸۱۔

۴۷۔ منور بدایونی ، منور نعتیں ۔ ص ۹۳ ، ۹۴۔

۴۸۔ حمد و مناجات ، ص ۹۵۔

۴۹۔ ایضاً ۔ ص ۱۰۳۔

۵۰۔ حسن رضا بریلوی ، مولانا ، ذوق نعت معروف بہ صلۂ آخرت ، ص ۲۔

۵۱۔ حمد و مناجات ، ص ۱۱۳۔

۵۲۔ سیف کلانوری (مرتب) بوستان نعت ، ص ۱۹۸۔

۵۳۔ راسخ عرفانی ، نسیم منیٰ ۔ ص ۱۹۔

۵۴۔ صابر کاسگنجوی ، قندیل نور ۔ ص ۲۶

۵۵۔ عاصم گیلانی ، سید ، وسیلہ ۔ ص ۲۰

۵۶۔ قمر انجم ، حسنت جمیع خصالہ ۔ ص ۳۹۔

۵۷۔ قمر یزدانی ، مہر درخشاں ۔ ص ۳۵ ، ۳۶۔

۵۸۔ حافظ لدھیانوی ، نشید حضوری ۔ ص ۳۹۔

۵۹۔ حمد و مناجات ۔ ص ۸۴۔

۶۰۔ نقوش لاہور، رسولؐ نمبر، جلد دہم، ص ۲۵۳۔

۶۱۔ ایضاً، ص ۲۴۷۔

۶۲۔ فکر و نظر اسلام آباد، فروری ۱۹۷۹، ص ۴۷ (مضمون "عربی نعت کا ارتقا" از حکیم محمد یحییٰ)

۶۳۔ نقوش لاہور، رسولؐ نمبر، جلد دہم، ص ۲۸۶۔

۶۴۔ احمد رضا بریلوی، اعلیٰحضرت مولانا، حدائق بخشش حصّہ دوم، نذیر سنز پبلشرز، لاہور، ص ۲۵/۲۴

۶۵۔ ذوقِ نعت معروف بہ صلۂ آخرت، ص ۹۳۔

۶۶۔ نقوش، رسولؐ نمبر، جلد دہم، ص ۶۸۳۔

۶۷۔ ایضاً، ص ۵۳۶۔

۶۸۔ ایضاً، ص ۷۰۵۔

۶۹۔ افق کاظمی امروہوی، میر، فروغِ محامد۔ ص ۳۶۰۔

۷۰۔ نقوش، رسولؐ نمبر، جلد دہم۔ ص ۵۰۴۔

راقم سطور، راجا رشید محمود نے عرض کیا ہے۔

خالقِ ارض و سما نے ان کو یہ رُتبہ دیا — خود بھی تھا لیکن رحیم آقا کو بھی فرما دیا

اس کو جو کہنا تھا وہ محبوبؐ سے کہلا دیا — کون کہہ سکتا ہے، ان کو کیا دیا کتنا دیا

ہمسر وہ جتا خدا کا بھی کوئی ممکن نہیں

ثانی میرے مصطفیٰؐ کا بھی کوئی ممکن نہیں

(شام و سحر لاہور، نعت نمبر ۴۔ ص ۱۲۱)

۷۱۔ نقوش، رسولؐ نمبر۔ جلد دہم، ص ۷۳۳۔

۷۲۔ اظہار کراچی سیرت نمبر۔ جنوری فروری ۱۹۸۰۔ ص ۱۰۹۔

۷۳۔ اظہار، دسمبر ۱۹۸۴۔ ص ۶۲۔

حمد و نعت

حمد اس کی، جو ہے خالقِ دنیائے خشک و تر — نعت اس کی، جس کو حق نے کیا شاہِ بحر و بر

حمد اس کی، جس نے کُن سے کیے پیدا دو جہاں — نعت اس کی، دو جہان فدا جس کی ذات پر

حمد اس کی، ہے دلیلِ سحر جس کے نُور کی — نعت اس کی، جس کے نُور سے پیدا ہوئی سحر

حمد اس کی، جس کا کون و مکاں میں نہیں شریک — نعت اس کی، جس کا ثانی نہیں ہے ادھر اُدھر

حمد اس کی جو ہے خالقِ کونین بالیقیں — نعت اس کی، جو ہے رحمتِ دارین سر بسر

حمد اس کی، جس کا در ہے فقط قبلۂ دعا — نعت اس کی جس کا نام ہوا ضامنِ اثر

حمد اس کی جس کے سامنے سب سجدہ ریز ہیں — نعت اس کی جس کی نعت میں ہے ہر زبان تر

حمد اس کی جس کی حمد کی کوئی بھی حد نہیں — نعت اس کی جس کی نعت تصور سے بالاتر

حمد اس کی جو کریم بھی ہے اور قدیر بھی — نعت اس کی جو ہے شانِ فَتَدَلّٰی سے بہرہ ور

صدقہ ہے یہ بھی مرشدِ والا تبار کا

آسی کا حمد و نعت میں جو رنگ ہے دگر

پروفیسر محمد حسین آسی (سیالکوٹ)

شکر کیونکر نہ کروں خالقِ یکتا تیرا
کیسا انعام ہے بندوں پہ یہ مولا تیرا
عقل کو کچھ نہیں شک تیری شہنشاہی میں
اے تری شان، محمّد سا ہے بندہ تیرا
تو ہمہ لطف و کرم، وہ بھی سراپا رحمت
تو بھی پیارا ہے محمّد بھی ہے پیارا تیرا
تو نے بخشا ہے محمّد سا شفیعِ امّت
ہم گنہگاروں پہ احساں ہے خدایا تیرا
تیری مخلوق میں ان کا بھی نہیں کوئی نظیر
تو بھی یکتا ہے، محمدؐ بھی ہے یکتا تیرا
تو کریم، اے مرے رب! تیرا پیمبر بھی کریم
ہے کرم امّتِ عاصی پہ دوبالا تیرا
پائے جنّت ترے محبوبؐ کے صدقے میں بشیر
نہ رہے حشر میں محروم یہ منگتا تیرا

بشیر زواری

حمد میں نعت کی صورتیں

شہناز نور

شاعر جب حمدِ خالقِ حقیقی جلّ شانہٗ میں تر زبان ہوتا ہے تو اس کے پیشِ نظر خالق و مالک کی وہ صفات ہوتی ہیں جن سے وہ، اس کا ماحول، ساری دُنیا اور ساری دنیائیں مستفید ہوتی ہیں۔ لیکن شاعر کو یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ اسے عرفانِ الٰہی کی دولت محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بدولت ملی ہے، اسے صفاتِ اُلوہی سے انھوں نے آشنا کیا ہے، — ذاتِ خداوندی کے بارے میں انھوں نے بتایا ہے۔ اس لیے وہ حمد لکھتے ہوئے نعت بھی کہہ جاتا ہے۔

اس وجودِ لامکاں پر غور اے ناداں کر
ذات کو جس کی سمجھنے کو پیمبرؐ چاہیے

(نازش رضوی[1])

اک صادق و امیں نے ہمیں جس کی دی خبر
ہاں ہاں، وہی خدائے احد ہے وہی وہی۔
جعفر وہ خود ہی دے گا صلہ حمد و نعت کا
دیتا ہے حمد و نعت کی توفیق بھی وہی

(جعفر بلوچ[2])

شیرِ خدا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے خداوندِ کریم کی بارگاہ میں مناجات پیش کرتے ہوئے گزارش کی کہ مجھے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی شفاعت سے محروم نہ رکھنا۔

وَلَا تَحْرِمَنِّیْ یَا اِلٰہِیْ وَ سَیِّدِیْ
شَفَاعَتَہُ الْکُبْرٰی فَذَاکَ الْمُشَفَّعُ

(اے میرے معبود اور میرے آقا! مجھ کو ان کی شفاعت کبریٰ سے محروم نہ کر، بس وہی ہیں شفاعت کرنے والے)

خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں جگہ جگہ اپنے ذکر کے ساتھ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا ہے۔ اس لیے شعراءِ کرام بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا کرتے ہوئے سرکار کی توصیف کرنے لگ جاتے ہیں، حمد کہتے ہوئے نعت بھی کہنے لگتے ہیں۔

ایمان کی کہیں گے، ایمان ہے ہمارا ــــ احمد رسول تیرا، مصحف کلام تیرا
(داغ دہلوی)

غرض کیا کیا کرم ہم پر ہے تیرا ــــ شفیعِ حشر پیغمبر ہے تیرا
(مرزا محمد رفیع سوداؔ)

دل کو ہو تجھ سے واسطہ، لب پہ ہو نام مصطفیٰ ــــ وقت جب آئے اے خدا خاتمۂ حواس کا
(حسرت موہانی)

بلایا اپنے دوست کو اس نے وہاں، جہاں ــــ مقدور پر زدن نہ ہوا جبرئیل کا
(بہادر شاہ ظفر)

جس جگہ حضرت جبریل کے پر جلتے ہیں ــــ تیرا محبوب وہاں شان سے جا سکتا ہے
(قمر صدیقی)

ہوئی ختم اس کی حجت اس زمیں کے بسنے والوں پر ــــ کہ پہنچایا ہے ان سب تک محمدؐ نے کلام اسکا
(ظفر علی خان)

حمدِ حق کا شغل موجودات اظہاری ہوں میں ــــ نعت کیا لکھوں کہ عاجز ہے بیاں، عاری ہوں میں
رحمۃ للعالمین کی مجھ پہ بخشش کیوں نہ ہو ــــ روزِ اوّل سے گدائے رحمتِ باری ہوں میں
(احسن مسلم)

کرم تیرا کہ ہم کو خیرِ اُمت تو نے فرمایا ــــ عطا تیری، دیا ہم کو رسولِ مجتبیٰ تو نے
متاعِ الفتِ احمدؐ قمر کو بخش کر یا رب ــــ دعاؤں کو عطا حسنِ قبولیت کیا تو نے
(قمر یزدانی)

جب ساتھ نام رب کے نامِ رسول آیا ــــ شیریں سا ہوگیا ہے راغب مزا زباں کا
(راغب کرنوی)

نبیؐ پہ کتنا کرم ہے تیرا، حبیب اپنا بنالیا ہے ــــ حسین ہے ہر نگاہ تیری، عظیم ہے انتخاب تیرا
(اشتیاق احمد اشتیاق)

جب شاعر اپنے مالک سے کچھ مانگتا ہے تو اسے یہ احساس شدید ہوتا ہے کہ وہ اس عظیم بارگاہ میں رسائی کے لیے کوئی واسطہ تلاش کرے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ واسطہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا ہو سکتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں فرما دیا کہ ”جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب، تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسولؐ ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔“

یعنی جب ہمیں کسی غلطی کی معافی مانگنا ہو اور خدا سے عفو اور مہربانی کے طالب ہوں تو ہمیں آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ طلب کرنا چاہیئے، انہی کی وساطت سے ہم کامیاب ہو سکتے ہیں چنانچہ شاعر جب حمدِ باری تعالیٰ کرتے ہوئے اپنے ربِ کریم سے کوئی رعایت چاہتا ہے، دستِ سوال دراز کرتا ہے تو وہ اللہ کو اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دیتا ہے، جو مانگتا ہو، اُن کے طفیل مانگتا ہے۔

بحقِ آنکہ معبودی، محمد را تو بستودی
بہر چیزے کہ خوشنودی، وزانم دار یا اللہ
(خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ)

(بطفیل اس کے کہ تو معبود ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تو نے تعریف کی ہے، جس چیز سے

تو خوش ہے، مجھے اسی میں رکھ"[14]

یارب طفیلِ احمدؐ از در گہم مکن رد
بنمائے لطفِ بے حد، فریاد رس الٰہی

(حضرت بوعلی قلندر پانی پتی[15])

(اے خدا! احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اپنے دروازے سے مت ہٹا، اور مجھ پر بے حد مہربانی فرما، اے اللہ فریاد رسی فرما[16]).

تُو بے حساب بخش کہ ہیں بے شمار جرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا

(مولانا حسن رضا بریلوی[17])

خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن ترے محبوبؐ کی اُمت میں ہیں.

(آغا حشر کاشمیری[18])

یارب! ترے محبوبؐ کا صدقہ، ملے نجات
لمبی عرض ہے مسلم لیکن اتنا سا اجمال

(حافظ مسلم[19])

میرے لب پر ہمیشہ یہی ہے صدا | دے مجھے کچھ نہ کچھ صدقۂ مصطفیٰؐ
بندگی کا سلیقہ مجھے کر عطا | میرے اچھے خدا، میرے پیارے خدا

(درد اسعدی[20])

شاعر کبھی محرومیوں کا علاج خدا تعالیٰ سے طلب کرتا ہے، کبھی قومی و ملی مصائب و شدائد کے حوالے سے فریاد کناں ہے لیکن کبھی کبھی وہ جب اپنے پروردگار سے کچھ مانگنا چاہتا ہے تو بہت بڑی سعادت مانگ لیتا ہے ــــــ نعت کہنے کی اجازت طلب کر لیتا ہے،

خدا تعالیٰ سے اس کے محبوبؐ کی محبت مانگ لیتا ہے۔ اس کیفیت میں وہ یوں زبان کھولتا ہے۔

رکھ محو ہم کو اپنی محبت میں اے رحیم! | دے عشق تاجدارِ رسالت کا اے خدا
سرشار رکھ مجھے مئے حبِّ رسولؐ سے | دے جام مجھ کو بادۂ وحدت کا اے خدا

(ضیاء القادری[21])

حبِّ رسولؐ کی ہو مرے دل میں روشنی | اُسوہ ہو اُن کا راہنما ربِّ ذوالجلال
تیرا، ترے فرشتوں کا میں ہو کے ہمنوا | بھیجوں درود صبح و مسا ربِّ ذوالجلال

(راز کاشمیری[22])

فضل فرما نسیمِ خطا کار کو | عشقِ احمدؐ کی وارفتگی بخش دے

(نسیم بستوی[23])

تجھ پر بھی ہم فدا ہوں، تیرے نبیؐ کو چاہیں | قرآں ہماری منزل، سنت ہماری راہیں
ایمان دے گواہی | ہم آخرت کے راہی
دیکھیں غبارِ عالم | پروردگارِ عالم

(مظفر وارثی[24])

کاش حاصل ہو ترے فضل و کرم سے مجھ کو | تیرے محبوبؐ کی اُلفت، ترا عرفاں یارب
پیش ہو حشر میں جب نامۂ اعمال مرا | ہاتھ میں ہو ترے محبوبؐ کا داماں یارب

(رجا مارہروی[25])

مرے کریم، مری یہ دُعا بھی ہو مقبول | رسولِ پاکؐ کے در کی مجھے گدائی دے

(انجم نقوی[26])

آفاتِ زماں کی ہر اُلجھن ہو دور اسی کی برکت سے | تا عمر شہنشاہِ دیں کا انورؔ ہو ثنا خواں یا اللہ

(انور صابری[27])

یوں قلب کو آئینہ بنا دے ۔۔۔ روشن ہو جمالِ مصطفیٰؐ سے
دل محوِ جمالِ کبریا ہو ۔۔۔ لب پر مرے وردِ نعت کا ہو
آنکھوں کو عطا ہو دُر فشانی ۔۔۔ حافظؔ رہے محوِ نعت خوانی

(حافظؔ لدھیانوی)[۲۸]

حمد کے ہیں ہزار ہا عنواں ۔۔۔ حافظِؔ بے ہُنر سے کیا ہو بیاں
تیرے لطف و کرم پہ نازاں ہوں ۔۔۔ تیرے محبوبؐ کا ثنا خواں ہوں
عشقِ خیر البشرؐ عطا کر دے ۔۔۔ دامنِ دل کو نُور سے بھر دے

(حافظؔ لدھیانوی)[۲۹]

غرض جس طرح آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے پروردگارِ عالم کی تعریف کرنا پڑتی ہے، اسی طرح خالقِ کائنات کی حمد کہتے ہوئے سرورِ کائناتؐ کی ثنا و مدحت تک بات جا پہنچتی ہے، ۔۔۔ کہ اس کے بغیر بات بنتی ہی نہیں۔

حواشی

۱۔ دردؔ اسعدی (مرتب) حمد ۔ ص ۱۸۴۔
۲۔ ضیاء محمد ضیاء و طاہر شادانی (مرتبین) حمد و مناجات ۔ ص ۸۵ ۔
۳۔ زوّار حسین نقشبندی مجددی (مرتب و مترجم) گلدستۂ مناجات ۔ ص ۵ ۔
۴۔ حمد و مناجات ۔ ص ۱۳۱ ۔
۵۔ حمد و مناجات ۔ ص ۱۵۶
۶۔ حمد و مناجات ۔ ص ۱۰۲
۷۔ حمد و مناجات ۔ ص ۱۹۵

۸۔ قمر صدیقی ۔ حرف حرف روشنی ۔ ص ۔ ۲۰
۹۔ حمد و مناجات ۔ ص ۱۹۷
۱۰۔ ح س مسلّم، الہ الامتیاز ۔ حمد و نعت ۔ ص ۸۱ ۔
۱۱۔ قمر یزدانی ۔ مہرِ درخشاں ۔ ص ۳۵، ۳۶
۱۲۔ حمد ۔ ص ۸۸ ۔
۱۳۔ حمد ص ۳۲ ۔
۱۴۔ سورۂ نساء ۔ ۴ : ۶۴
۱۵۔ گلدستۂ مناجات ۔ ص ۲۱
۱۶۔ گلدستۂ مناجات ۔ ص ۲۰ ۔
۱۷۔ حمد و مناجات ۔ ص ۱۱۴
۱۸۔ حمد و مناجات ۔ ص ۱۱۳ ۔
۱۹۔ حمد و نعت ۔ ص ۶۵
۲۰۔ حمد ۔ ص ۹۴ ۔
۲۱۔ حمد و مناجات ۔ ۱۷۹
۲۲۔ حمد و مناجات ۔ ص ۱۴۰
۲۳۔ حمد و مناجات ۔ ص ۲۵۹
۲۴۔ مظفر وارثی ۔ الحمد ۔ ص ۳۷
۲۵۔ حمد و مناجات ۔ ص ۸۴
۲۶۔ حمد ۔ ص ۴۵
۲۷۔ حمد و مناجات ۔ ص ۶۱
۲۸۔ حافظ لدھیانوی ۔ ذوالجلال والاکرام ص ۵۴
۲۹۔ ذوالجلال والاکرام ۔ ص ۵۹ ۔

وصف کس منہ سے کروں بارِ الٰہا تیرا
تُو بھی یکتا ہے، محمدؐ بھی ہے یکتا تیرا

سب امیروں میں، فقیروں میں ہے چرچا تیرا
موجزن دہر میں ہے بحرِ عطایا تیرا

خاک سمجھے گا تجھے خاک کا پُتلا تیرا
ذرّے ذرّے کی زباں پر ہے وظیفہ تیرا

نہ کھلا ہے، نہ کھلے گا یہ معمّہ تیرا
سب سے پردہ ہے، کسی سے نہیں پردہ تیرا

ہم کو ہوتا نہ یہ ادراک خدایا تیرا
درس دیتا نہ اگر حاملِ طٰہٰ تیرا

کھینچ دیں خیمۂ عالم کی طنابیں تُو نے
تجھ سے ملنے جو چلا صاحبِ اسرا تیرا

بدر بنتا ہے کبھی بدر سے بنتا ہے ہلال
ہے بڑھانے میں، گھٹانے میں اشارہ تیرا

سیّد ہلال جعفری (ملتان)

حمدِ باری تعالیٰ

چار سُو جلوہ نما ہے تُو ہی — لائقِ حمد و ثنا ہے تُو ہی
سلسلۂ زیست کا تجھ سے قائم — خالقِ ارض و سما ہے تُو ہی
دل کی دھڑکن ہو کہ آوازۂ صُور — کار پردازِ صدا ہے تُو ہی
دُور تک ساتھ گیا ہے میرے — میرے نزدیک رہا ہے تُو ہی
ایک اک شے میں ہے تُو ہی موجود — ایک اک شے سے جدا ہے تُو ہی
کون ظاہر ہے دلوں میں اگر — کون نظروں سے چھپا ہے! تُو ہی
کرم و رحم کا منبع تُو ہے — مصدرِ مہر و وفا ہے تُو ہی
اپنے بندوں سے زراہِ احسان — طالبِ حرفِ دعا ہے تُو ہی
محرمِ رازِ محمدؐ تیرا — اُس کا محرم بخدا ہے تُو ہی
غرق ہے بحرِ فنا میں ہر شے — مظہرِ نقشِ بقا ہے تُو ہی
وادیٔ دشت و دلِ حیراں میں — ورد دن بن کے اٹھا ہے تُو ہی
بے سہاروں کا سہارا تُو ہے — بے نواؤں کی نوا ہے تُو ہی

دلِ بیمارِ حزیںؔ کو ہیچ ہے
وجہِ تسکیں ہے، دوا ہے تُو ہی

حزیںؔ کاشمیری (لاہور)

ذرّے ذرّے میں نُور تیرا ہے
دو جہاں میں ظہور تیرا ہے

آسمان و زمین تیرے ہیں
جو ہے نزدیک و دور تیرا ہے

تیری خوشبو ہے لالہ و گل میں
ڈالی ڈالی پہ بُور تیرا ہے

تُو نے بخشی ہے دولتِ ادراک
عقل تیری، شعور تیرا ہے

ہو مجھے اختیار کیا دل پر
یہ دلِ ناصبور تیرا ہے

ہر نفس میں ہے زندگی تجھ سے
زندگی میں سُرور تیرا ہے

جلوے تیرے، تجلیاں تیری
موسٰیؑ تیرا ہے، طور تیرا ہے

جو نبیؐ کا نہیں، وہ تیرا نہیں
جو ہے اُنؐ کا، ضرور تیرا ہے

کملی والے کا ہے غلام نثار
ہر غلامِ حضورؐ، تیرا ہے

اصغر نثار قریشی (لاہور)

حمدِ باری تعالیٰ

ہر شے کا تُو ہے خالق، عالم تمام تیرا
حاجت روا ہے سب کا، اللہ نام تیرا

عرشِ بریں پہ تُو ہے دل میں قیام تیرا
وہ بھی مقام تیرا، یہ بھی مقام تیرا

غنچوں میں تُو نہاں ہے، پھولوں سے تُو عیاں ہے
ہے ثبت ہر ورق پر نقشِ دوام تیرا

سب پل رہے ہیں تیرے وصفِ ربوبیت سے
دریائے فیض جاری ہے صبح و شام تیرا

عصیاں بدوش ہیں ہم بے عقل و بے ہوش ہیں ہم
بندہ نواز تو ہے، غفار نام تیرا

دن کو دیا تغیّر شب کو دیا تحیّر
پیدا ہے لمحہ لمحہ، رنگِ نظام تیرا

میرا حبیبؐ ہے وہ، میرا نصیب ہے وہ
جس ذاتِ بے بدل پر اُترا کلام تیرا

شاہِ جہاں ہو کوئی یا فخرِ بے نوا ہو
وہ بھی غلام تیرا، یہ بھی غلام تیرا

حکیم افتخار فخر (منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات)

حمدِ باری تعالیٰ

اے کہ ترے وجود سے برگ و ثمر ہیں پُر بہار

اے کہ ترے شہود سے شمس و قمر ہیں تابدار

اے کہ تری ہی شان میں نغمہ سرا ہے جوئبار

اے کہ تری بلندیوں کے ہیں گواہ کوہسار

اے کہ تمام خلق کا تُو ہی فقط ہے غمگسار

اے کہ ترے کرم کے ہیں دونوں جہاں اُمیدوار

اے کہ ہر ایک شخص کو تو ہی نے دی ہے زندگی

اے کہ فقط تجھی پہ ہے ارض و سما کا انحصار

اے کہ ترے ہی لطف سے زندہ ہے ساری کائنات

اے کہ ترے ہی حُسن سے سارے جہاں پہ ہے نکھار

اے کہ ترے سوا کوئی قابلِ بندگی نہیں !

اے کہ ترے گدا ہیں سب تخت نشین و تاجدار

اے کہ ترے غلام کو کوئی بھی خوف و غم نہیں

اے کہ ترے غلام پر شاہوں کے تاج ہیں نثار

اے کہ ترا کمال ہے فکر و نظر سے بھی بلند

اے کہ ترے عرُوج سے اوجِ فلک بھی شرمسار

تیرے سوا اگر کوئی قابلِ فخر و قدر ہے

تو وہ ترا حبیبؐ ہی رشکِ ہلال و بدر ہے

پروفیسر خالد بزمی (لاہور)

حمد باری تعالیٰ

چاند کو زیبائی، سورج کو دمک دیتا ہے کون ؟

آسماں کو سات رنگوں کی دھنک دیتا ہے کون ؟

کس کی جلوہ باریاں بکھری ہوئی ہیں خاک پر ؟

ذرے ذرے کو ستاروں کی چمک دیتا ہے کون ؟

ایک اک ٹہنی کے سر پر کون پہناتا ہے تاج ؟

دامنِ گلشن کو پھولوں کی مہک دیتا ہے کون ؟

اڑتے پھرتے ہیں فضا میں روشنی کے زمزمے

گنگناتے طائروں کو یہ چہک دیتا ہے کون ؟

بانٹتا ہے کون یہ آب و ہوا کی نعمتیں ؟

رزق سب کو از ثریا تا سمک دیتا ہے کون ؟

احمدِ مرسلؐ کی ذاتِ پاک کس کا عکس ہے ؟

پیکرِ بے سایہ کو اپنی جھلک دیتا ہے کون ؟

چاندنی کی رات ہو یا ہو اُجالوں کی سحر

ہر رخِ فطرت کو نورِ مشترک دیتا ہے کون ؟

پروفیسر حسین سحر (ملتان)

حمدِ باری تعالیٰ

جو ہے بے مثل وہ ہے ذات تری
حمد کرتے ہیں شش جہات تری

تجھ سے مربوط کائنات تمام
وحدہٗ لاشریک ذات تری

نور تیرا محیطِ کون و مکاں
ہر جگہ ہیں تجلیات تری

میرے معبود ہر مشیت ہے
ماورائے تصورات تری

ذکر تیرا سکوں کا سرمایہ
یاد بھی حلِ مشکلات تری

تو بلند از قیاس ہے مولا
ذہن سے ماوریٰ صفات تری

یہ سمجھتے ہوئے ثنا گو ہیں
ماورائے ثنا ہے ذات تری

تجھکو ممکن ہے جو ہے ناممکن
کیا کھلے حدِ ممکنات تری

آئینہ وہ ترے حبیب کا ہے
آشکارا ہے جس میں ذات تری

ترے محبوب کے وسیلے سے
پہنچی ہم تک ہر ایک بات تری

کیا بیاں کر سکے گا یہ خالد
حمد خلاقِ کائنات تری

خالد محمود نقشبندی (کراچی)

نذرِ خدا

از : مضطر خیر آبادی

شرعی اصطلاح میں نظم ونثر کے اس ٹکڑے کو حمد کہتے ہیں جس میں ذاتِ باری تعالیٰ کی تعریف وتوصیف کی گئی ہو اور یہ اصطلاح مولائے کریم نے خود اپنے لیے مخصوص کی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک شروع ہی لفظ "حمد" سے ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الحمد للہ رب العالمین ۔ الرحمٰن الرحیم ۔ مالک یوم الدین

حمد صرف اللہ ہی کے لیے ہے جو رحمٰن ورحیم بھی ہے اور مالک یوم آخرت بھی۔

قرآن پاک میں بیشتر مقامات پر لفظ "حمد" آیا ہے اور ان مقامات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ایک تو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف وتوصیف کے لیے لفظ "حمد" کی اصطلاح اپنے لیے مخصوص کردی ہے۔ دوسرے وہ ذاتِ کریم کن صفاتِ عالیہ سے متصف ہے تیسرے مولائے کریم نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ میں تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہوں اور مجھ سے مدد طلب کرنے کا طریقہ کیا ہے اور جب بھی مجھے پکارو گے تو میں تمہاری بات سنوں گا اور تمہارے دکھ درد کا مداوا کروں گا۔ چوتھے اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد کے ساتھ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کو بھی لازم وملزوم کردیا ہے اور صاف کہہ دیا ہے کہ مجھ سے اسی کی محبت صادق ہے جو میرے حبیبؐ سے بھی محبت کرے۔

چنانچہ جن صاحبانِ کمال نے اپنی اپنی زبان میں اپنے خالق ومالک کی حمد وثنا بیان کی ہے انہوں نے ان تمام امور کو پیشِ نظر رکھا ہے جو قرآن مجید اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیے گئے ہیں۔ بعض شعراء نے تو اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اس موضوع پر

سیکڑوں نظمیں لکھی ہیں جو اس وقت حمدیہ مجموعوں کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں۔ ایسے ہی مجموعوں میں سے ایک "نذرِ خدا" ہے اور اس کا تعارف قارئینِ "نعت" تک پہنچانا اس وقت مقصود ہے۔

نذرِ خدا ۲۰×۲۲/۸ سائز کے ۳۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ بڑی نفیس کتابت اور طباعت کے ساتھ ۱۹۱۲ء مطابق ۱۳۳۰ھ میں آگرہ سے شائع ہوا ہے اور ہماری معلومات کے مطابق اردو زبان کی حد تک یہ سب سے پہلا حمدیہ دیوان ہے۔ اس کے مصنف سید محمد افتخار حسین صاحب مضطر خیر آبادی اپنے دور کے سب سے بڑے فاضل حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے اور نواب مرزا داغ دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ حضرت مضطر ممتاز غزل گو اور بلند پایہ حمد نگار ہیں۔ نعت میں بھی ارفع و اعلیٰ مقام کے مالک ہیں۔ آپ کی نعتوں کا مجموعہ "نیازِ مصطفےٰ" کے نام سے چھپ چکا ہے اور ایک غزلیہ دیوان بھی ہے۔

زیرِ نظر دیوان میں ۴۹۳ حمدیہ غزلیں اور تین مسدس ہیں۔ اس کے بعد مرزا سلطان احمد قادیانی سابق مشیرِ مال ریاست بہاولپور کی چار صفحات پر مشتمل تقریظ ہے۔ یہ تقریظ اردو زبان کا "شہ پارہ" ہے اور مرزا صاحب کی بہترین تحریروں میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ دیوان کے آخر میں منظوم تقریظیں اور تاریخیں ہیں اور ان تاریخوں میں سے کئی ایک اردو زبان کا قیمتی سرمایہ ہیں۔

مصنف چونکہ بلند پایہ فنکار ہیں اس لیے اُن کی حمد بھی روکھی پھیکی نہیں بلکہ شگفتگی اور سلاست کی خوبیاں اس میں جلوہ گر ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

سہ تری ذات میں ہے صفت تری، ترا وصف کوئی کرے گا کیا
جو قلم ملا تو لکھے گا کیا، جو زباں ملی تو کہے گا کیا؟
ترے عشق میں جو نہ مر سکے وہ جو یوں مرے بھی تو کیا مرے
تری راہ میں جو نہ مٹ سکا، کسی اور پر وہ مٹے گا کیا

تو ہی دو جہاں کا کفیل ہے، مری آرزو کا خیال کر
تو ہی سب کا ربِ جلیل ہے، مری آرزو کا خیال کر
مرے سوزِ غم کو بجھا دے تو، مرے دل کی آگ مٹا دے تو
ترے لب میں باغِ خلیل ہے، مری آرزو کا خیال کر
مرا نام مضطرِ بینوا، ترا نام مالکِ دوسرا
یہ کرم کی خاص دلیل ہے، مری آرزو کا خیال کر

فرد ہے شان بے مثالی میں   ایک ہے حسنِ لازوالی میں
چاہے صحرا کو تو کرے دریا   چاہے دریا بھرے پیالی میں
تو نے پتوں میں کی ہے گلکاری   پھول لاتا ہے ڈالی ڈالی میں

ردیف "و" کی ایک حمد ملاحظہ ہو۔

نظرِ وفا میں بسا ہے تو، مرے باغِ دل کی ہوا ہے تو
یہ تو میں نہ جانوں کہ کیا ہوں میں، یہ تو تو ہی جانے کہ کیا ہے تو
یہ ترا ہی حسنِ کمال ہے، یہ تری ہی شانِ جمال ہے
مرے غم کا وجہِ زوال ہے، مرے دردِ دل کی دوا ہے تو
ترا بندۂ مضطرِ زار بھی ہے ترے کرم کی امید میں
تو ہی بگڑے کام بنائے گا کہ کفیلِ روزِ جزا ہے تو

ایک حمد کے چند بند ملاحظہ ہوں سہ

یہاں سے قافلۂ عمرِ رواں کا جب روانہ ہو   تو کیا ہو، سرزمینِ گلشنِ طیبہ ٹھکانا ہو
پئے مدفن میسر شاہِ دیں کا آستانہ ہو   پئے عفوِ خطا کاری تری رحمت بہانہ ہو
الٰہی اس طرح سے عرصۂ محشر میں آنا ہو   زباں پر نام تیرا ہاتھ میں دامن محمد کا

گنہگاروں کے سر پا پرِ رحمت شامیانہ ہو ۔۔۔ یہ سارا کارواں تیرے بھروسے پر روانہ ہو
پئے زادِ سفر تیری عنایت کا خزانہ ہو ۔۔۔ سیہ کاروں کا جلوہ دیکھتا سارا زمانہ ہو
الٰہی اس طرح سے عرصۂ محشر میں آنا ہو ۔۔۔ زباں پر نام تیرا، ہاتھ میں دامن محمدؐ کا

لباسِ مغفرت طرزِ سیہ کاری کا بانا ہو ۔۔۔ اُمیدِ عفوِ عصیاں تیرے آگے لے کے جانا ہو
یہ فرقِ بندگی ہو اور تیرا آستانہ ہو ۔۔۔ ترے اکرام کے پردے میں رہ کر منہ چھپانا ہو
الٰہی اس طرح سے عرصۂ محشر میں آنا ہو ۔۔۔ زباں پر نام تیرا ہاتھ میں دامن محمدؐ کا

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

جیسا کہ شروع میں عرض کیا جا چکا ہے کہ نذرِ خدا کی تقریظ جناب مرزا سلطان احمد قادیانی سابق مشیرِ مال ریاست بہاولپور نے لکھی ہے جو بجائے خود ایک بے مثال تحریر ہے۔ ذیل میں اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"حمد وہی مقبول ہے جو دلِ مضطر سے نکلے، کلام وہی مؤثر اور محترم ہے جو قلبِ مضطر سے صفحۂ اظہار پر نقش ہو، نذر وہی مقدس ہے جو صداقت کے ساتھ بہ دلِ مضطر حضورِ صمدی ہو۔ جو الفاظ دلِ مضطر سے نکلتے ہیں وہی دوسرے دلوں پر اثر کرتے ہیں۔ دلِ مضطر کی دعائیں ہمیشہ اپنی تہ میں صداقت کا مادہ رکھتی ہیں ؎

دیدۂ دل سے نظر کی رخِ جاناں پہ اسیر
چشمِ موسیٰ سے صفائے یدِ بیضا دیکھی

حضرت مضطر کا کلامِ معجز نظام ایک ٹکسالی کلام ہے۔ دیوانِ حمدیہ کی مبارک اشاعت کی وجہ سے حضرتِ مضطر قابلِ مبارک باد ہیں۔ اللہ کریم دونوں جہاں میں اس کا اجر دے اور دلِ مضطر کا عجز و نیاز اور صداقت مقبول اور بار آور ہو اور اس کی بدولت ہم ایسے قاصر اور خطا کار بھی نعمتِ عفوِ الٰہی سے مستفیض ہوں۔" (نذرِ خدا ص ۲۷۶-۲۷۷)

کتاب کے آخری ۳۰ صفحات دیوان کی تاریخوں پر مشتمل ہیں جو حضرت مضطر کے احباب اور شاگردوں نے کہی ہیں اور ان میں سے کئی تاریخیں بلاشبہ اُردو زبان کا سرمایہ ہیں چند ایک ملاحظہ ہوں۔

(ا) میں نے یہ اُمید سالِ طبعِ دیواں لکھ دیا
کیسی دل کش بندشیں ہیں کیسی پیاری بول چال
۱۳۳۰ھ

سیّد رشید الزمان اُمید قادری رودولوی
(نذرِ خدا ص ۲۸۳)

(ب) ملا سالِ سجاد کو غیب سے
یہ نذرِ رسول و خدا ہو گئی
۱۹۱۲ء

سیّد اولاد حسین سجاد
(نذرِ خدا ص ۲۸۹)

(ج) بدست آمدز باغِ فکرِ رنگیں
گلِ خوش رنگ گلزارِ طرب ریز
۱۹۱۲ء

پنڈت شوناتھ شیدا
(نذرِ خدا صفحہ ۲۹۸)

(سیّد نور محمد قادری)

الحمد

از مظفر وارثی

مظفر وارثی کا مجموعۂ حمد "الحمد" ماورا پبلشرز، لاہور نے شائع کیا۔ اس کا پہلا ایڈیشن فروری ۱۹۸۴ء میں چھپا۔ کتاب میں ۳۹ حمدیں (جن میں مناجات بھی شامل ہے) اور ۴۰ قطعات ہیں۔ اس کے علاوہ خانۂ خدا اور قرآنِ کریم کے بارے میں دو نظمیں بھی شامل ہیں۔ انتساب یوں ہے "اُن دعاؤں کے نام ... جنہیں صرف میں اور میرا خُدا جانتا ہے"۔ کتاب ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

پہلی حمد کے دو اشعار دیکھیے۔

خدا ہے ایک مگر ایک کی بھی حد میں نہیں   اکائی اس کی کسی زمرۂ عدد میں نہیں

حواس پر جو مرا اختیار ختم نہ ہو   کروں وہ حمد کہ جس کا شمار ختم نہ ہو

نمونۂ کلام کے طور پر چند اور اشعار ملاحظہ ہوں۔

اتار کر مرے سینے میں آگہی کے چاند   بصیرتوں کا مرے گرد کھینچ دے ہالہ

تاریخ بھی میری نہیں پہچانتی مجھ کو   کیا میں پہ جغرافیہ بردار ہوں مولا

چشمِ ظہور تحت الشعور ہو نور نور تجھ سے   نیرِ انصاب حکمت مآب رحمت صفات تیری

کسی کو تاجِ وقار بخشے، کسی کو ذلت کے غار بخشے   جو سب کے ماتھوں پہ مُہرِ قدرت لگا رہا ہے وہی خدا ہے

کیوں بارگاہِ حق میں نہ ہوں سر بسجدہ ہم   احسان جس قدر بھی ہیں ہم پر، اُسی کے ہیں

مظفر وارثی اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ نپٹ خدا کی تعریف سے بات نہیں بنتی۔

شرطِ ایماں ہے کہ اقرارِ رسالت بھی کرو   صرف اقرارِ الوہیت یہاں بے سود ہے

(راجا رشید محمود)

سکھ خدا تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت نہیں کرتے، مسلمان جہاں خالقِ کائنات جل شانہٗ کی حمد کرتے ہیں، وہاں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کو نہیں بھولتے۔ چنانچہ مظفر وارثی حمد کہتے ہوئے نعت میں بھی رطب اللسان ہوتے ہیں، مثلاً

ترے حبیبؐ کا بھی آسرا مجھے، اُسی کے واسطے سے تُو ملا مجھے

قریب جس نے تجھ سے کر دیا مجھے، وہ عشقِ مصطفیؐ کہاں سے لاؤں گا

کتاب کے آغاز میں "تحقیق" کے عنوان سے اُستاذ الاساتذہ ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم کی تقریظ ہے جس میں انہوں نے فرمایا: "جہاں تک مجھے معلوم ہے، آج تک فارسی یا اُردو کے کسی شاعر نے خالص حمد کے موضوع پر منظومات کا کوئی مجموعہ نہیں پیش کیا؟ ظاہر ہے،

ڈاکٹر صاحب مرحوم کی نظر سے مضطر خیرآبادی کا مجموعۂ حمد نہیں گزرا تھا۔ اب ایڈیٹر نعت کو محققِ اقبالیات سید نور محمد قادری (چک ۱۵ شمالی ضلع گجرات) کے ذخیرۂ کتب سے "نذرِ خدا" کا نسخہ دستیاب ہوا ہے جس کا تعارف آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اپنی تمام تر خوبیوں کے باوصف "الحمد" پہلا مجموعۂ حمد نہیں ہے۔   (ادارہ)

ذوالجلالِ والاکرام

از حافظ لدھیانوی

۱۲۸ صفحات کی یہ کتاب مشہور نعت گو حافظ لدھیانوی کا مجموعۂ حمد ہے جسے بیت الادب فیصل آباد نے شائع کیا ہے۔ کتاب مئی ۱۹۸۶ء میں اشاعت پذیر ہوئی کتاب میں ۳ دعائیں، تین حمدیہ نظمیں، ۹ حمدیہ مثنویاں اور ۴۲ حمدیہ غزلیں ہیں۔ فلیپ پروفیسر حفیظ تائب نے لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "انہوں نے (حافظ لدھیانوی نے) اپنی حمدیہ شاعری میں ربِ کائنات کی قدرتوں کی بہار مناظرِ فطرت کے علاوہ، باطن کی کیفیات کے حوالے سے بھی دکھائی ہے۔"

ذوالجلال والاکرام کی کتابت مشہور خطاط محمد یوسف نگینہ نے کی ہے۔

نمونۂ کلام کے طور پر پانچ حمدیہ غزلوں کے مطلعے دیکھیے:

ہے لب پہ مرے حمدِ خداوندِ تعالیٰ   ظلمات سے جس نے رُخِ خورشید نکالا

جب کوئی اشکِ ندامت نکلا   لہجۂ حمد کی صورت نکلا

ہے عفو و درگزر کی آخری حد آستاں تیرا   ہے رازق سب کا تو، محتاج ہے سارا جہاں تیرا

رنگ تیرے ہیں سب اُجالوں میں   تو ہی تو ہے مرے حوالوں میں

زباں کو رو برو ئے کعبہ مصروفِ دعا رکھیے   گلِ حمد و ثنا سے دل کا ویرانہ سجا رکھیے

حافظ لدھیانوی ثنائے خواجہ، نشیدِ حضوری، کیفِ مسلسل اور نعتیہ قطعات نام کے چار مجموعہ ہائے نعت، خامۂ مژگاں کے نام سے ایک مجموعۂ غزل، جمالِ حرمین اور منزلِ سعادت

کے نام سے حجازِ مقدس کے دو سفرنامے، متاعِ گم گشتہ کے نام سے بعض مرحوم شعرا کے شخصی خاکوں اور متاعِ بے بہا کے نام سے بزرگوں کے شخصی خاکوں کے بعد یہ مجموعۂ حمد سامنے لائے ہیں اور خدا تعالیٰ کی تعریف و ثنا کرتے ہوئے اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح و توصیف کو نہیں بھولے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

دل محوِ جمالِ کبریا ہو — لب پر مرے وردِ نعت کا ہو
تیرے لطف و کرم پہ نازاں ہوں — تیرے محبوب کا ثنا خواں ہوں

حافظ ہے جس سے سارے زمانے میں محترم — نعتِ رسولِ پاک ہے یا تیری حمد ہے

کتاب کا انتساب "توحید و رسالت پر ایمان رکھنے والوں کے نام" ہے۔

(ادارہ)

حمد و مناجات
مرتبہ ضیاء محمد ضیا و طاہر شادانی

ملک کے دو معروف اہلِ علم حضرات کا مرتب کردہ قدیم و جدید شعرا کا یہ حمدیہ کلام علمی کتاب خانہ لاہور نے ۱۹۸۶ء میں شائع کیا۔ اس سے پہلے انہی دونوں بزرگوں نے "گلدستۂ نعت" کے نام سے ایک معیاری انتخابِ نعت بھی چھاپا تھا۔

"حمد و مناجات" کے آغاز میں سیماب اکبر آبادی اور فاخر ہریانوی کا منظوم ترجمۂ سورۂ فاتحہ دیا گیا ہے۔ "نوائے اردو" کے عنوان سے اردو کے قدیم و جدید شعرا کی حمدیں ہیں، جو صفحہ ۲۳ سے ۳۰۶ تک پھیلی ہوئی ہیں۔ پھر "نوائے پارس" کے عنوان سے فارسی شعرا کا حمدیہ کلام دیا گیا ہے جو کتاب کے آخری صفحے (۳۵۲) تک ہے۔

شعرا کی ترتیب حروفِ تہجی کے اعتبار سے ہے۔ دوسرے بہت سے شعرا کے ساتھ جن نعت گو شعرا کی حمدیں بھی شاملِ کتاب ہیں، ان میں اثر صہبائی، علامہ اقبال، اکبر وارثی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، امیر مینائی، انور جمال، انور صابری، انور فیروز پوری، خالد بزمی، بہزاد لکھنوی، بیان یزدانی میرٹھی، حفیظ تائب، غلام محمد ترنم، جعفر بلوچ، حافظ پیلی بھیتی، حافظ

لدھیانوی، حسن رضا بریلوی، حفیظ جالندھری، عبدالعزیز خالد، طفیل دارا، احسان دانش، درد کاکوروی، خواجہ دل محمد، راز کاشمیری، راسخ عرفانی، ساحر صدیقی، سرور بجنوری، شکیل بدایونی، آغا صادق، ضیاء القادری، ظفر علی خاں، عابد نظامی، عارف عبدالمتین، عاصی کرنالی، علیم ناصری، قمر صدیقی، قمر یزدانی، کرم حیدری، گوہر ملسیانی، ماہر القادری، راجا رشید محمود، مظفر وارثی، حافظ مظہر الدین، منظور احمد منظور، نسیم بستوی، نظیر لدھیانوی، ہلال جعفری اور یزدانی جالندھری کے نام خاص ہیں۔

"حمد و مناجات" اپنے موضوع پر فارسی اور اردو شاعری کا معیاری انتخاب ہے۔

(ادارہ)

حمد مرتبہ درد اسعدی

درد اسعدی "ثنائے خواجۂ کونین" کے نام سے ایک انتخابِ نعت بھی اہلِ محبت کو دے چکے ہیں۔ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ میں انہوں نے حمدوں کا یہ انتخاب بزمِ اسعد پاکستان، حیدر آباد کی طرف سے شائع کیا۔ کتاب دو سو صفحات کی ہے اور ۱۴۰ شعرا کے حمدیہ کلام کی حامل ہے۔ شروع میں پروفیسر سید قوی احمد کا پیش لفظ اور بدر ساگری کا قطعۂ تاریخِ اشاعت ہے۔

کتاب میں درج ذیل معروف نعت گو شعرا کا کلام شامل ہے۔ اعجاز رحمانی، اقبال عظیم، امید فاضلی، اسمٰعیل انیس، بدر ساگری، حمید صابری، حنیف اسعدی، ذوقی مظفر نگری، رحمٰن کیانی، سہیل اختر، شاہد الوری، صابر براری، صبا متھراوی، محشر بدایونی، محمود نقشبندی، نظیر لودھیانوی۔

بعض شعرا نے حمد کہتے ہوئے نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اہتمام بھی کیا ہے مثلاً

جاگ اٹھے گا مقدر، یہ دعا کر اختر — اس کے محبوب کے در تک ہو رسائی تیری
(اختر انصاری اکبر آبادی مرحوم)

تیرا محبوب، تیرا بندۂ خاص — بن کے تیرا پیامبر آیا
(سید صادق حسین صادق)

مرے کریم مری یہ دعا بھی ہو مقبول ‏ ‏ ‏ رسولِ پاک کے در کی مجھے گدائی دے

(انجم نقوی)

دردؔ اسعدی (مرتب کتاب) اسعد شاہجہانپوری کے تلمیذ خاص ہیں اور بزم اسعد پاکستان کے ناظم اعلیٰ بھی۔ اسعد شاہجہانپوری کے صاحبزادے حنیفؔ اسعدی معروف نعت گو ہیں۔ ان کا مجموعۂ نعت "ذکرِ خیر الانام" ہر کس و ناکس سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔ حنیفؔ اسعدی کی "حمد" کے دو شعر سنیے۔

تو مری ذات کو صفات بنا ‏ ‏ ‏ میں انہیں تابِ خود نمائی دوں
ہر بنِ مو سے نام لوں تیرا ‏ ‏ ‏ فرش سے عرش تک سنائی دوں

(ادارہ)

نغمۂ توحید

مرتبہ محمد عبد الغفار ظفرؔ صابری

ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ میں ۲۸۰ صفحات کا یہ انتخاب حمد مکتبۂ قادریہ، لاہور نے شائع کیا۔ مرتب نے مواد جمع کرنے میں خاصی کوشش کی ہے لیکن کتاب میں حُسنِ ترتیب اور حُسنِ کتابت کا فقدان نظر آتا ہے۔

کتاب میں حمدِ باری تعالیٰ کے حوالے سے فارسی، اُردو اور پنجابی کلام شامل ہے لیکن جگہ جگہ نعت و مناقب اور نظمیں بھی ہیں۔ کتاب تین اجزا پر مشتمل ہے۔ جزِ اول میں حمد، جزِ دوم میں مناجات اور جزِ سوم میں نعت۔ جزِ اول میں دو عربی، ۳۳ فارسی، ۳۲، اُردو، اور ۶ پنجابی حمدیں ہیں۔ مناجات کے جز میں دو عربی منظومات، ایک عربی قصیدۂ نعت کے کچھ اشعار ۲۷ فارسی منظومات، سات اُردو شجرے، ۳۰، اردو منظومات، اور تین پنجابی منظومات ہیں۔ جزِ سوم میں قصیدۂ بُردہ شریف (علامہ بوصیریؒ) کے چند اشعار، مولانا جامیؔ کی ایک فارسی نعت کے علاوہ ۲۹، اردو اور ایک پنجابی نعت ہے۔ آخری صفحات میں تین مناقب، ایک نظم اور ایک مناجات ہے۔

کتاب میں جن مشہور نعت گو شعرائے کرام کی حمدیں شامل ہیں، ان کے نام یہ ہیں۔ شیخ فریدالدین عطار، عرفی، جامی، سعدی، نظامی، مولانا دیدار علی شاہ الوری، مولانا کفایت علی کافیؔ، حسن رضا بریلوی، حامد رضا بریلوی، مصطفیٰ رضا خاں نوریؔ، علامہ اقبال، اکبر وارثی، ضیاء القادری، حافظ مظہر الدین، بہزادؔ لکھنوی، حافظ لدھیانوی، قمر یزدانی، نسیمؔ بستوی، ماہر القادری، راجا رشید محمود، محمد علی ظہوری، اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی، دردؔ کاکوروی، منور بدایونی، ہاشم بدایونی، احسان دانش۔

(ادارہ)

گلدستۂ مناجات

مرتبہ زوار حسین نقشبندی

مولانا سید زوار حسین عمدۃ السلوک اور عمدۃ الفقہ کے مصنف ہیں۔ انہوں نے تیس صفحات کی اس کتاب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، اور ایک نامعلوم شاعر کی عربی مناجاتوں اور حضرت جنید بغدادی، حضرت غوث اعظم، سعدی شیرازی، نظامی گنجوی، مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ، حضرت فریدالدین عطار، حضرت شاہ بو علی قلندر پانی پتی، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کی فارسی مناجاتوں کا اُردو ترجمہ بھی دیا ہے۔ آخر میں چھ اُردو مناجاتیں بھی شامل ہیں جن میں سے ایک فقیر دہلوی اور ایک کفایت علی کافیؔ شہید کی ہے۔ ناشر کا نام نہیں لکھا ہے۔

خداوندِ دو عالم

از شیر محمد ترمذی

پاکٹ سائز کے ۱۲ صفحات کے اس کتابچے میں حمد و مناجات کی ایک نظم ہے جو آٹھ آٹھ اشعار کے سات بندوں پر مشتمل ہے۔ پہلے تین بند خالص حمد ہیں۔ بعد کے چار بندوں میں حمد کے ساتھ مناجات بھی شامل ہے۔ آخر میں ایک طویل نعت "شانِ مصطفیٰ" کے دو بند بھی شامل

ہیں۔ یہ کتابچہ شاعر کے صاحبزادے سید فرید احمد محبوب ترمذی نے سپین زر پرنٹرز پشاور سے چھپوایا۔

پانچویں بند کے دو اشعار دیکھیے۔

مجھے اعتراف گنہ ہے شہا — نہیں منہ دکھانے کے قابل رہا
مگر تیری رحمت کی ہے آرزو — کہ خود تُو نے فرمایا لاتقنطوا

(ادارہ)

حمد و نعت ۔ از ابوالامتیاز ع۔ س مسلم

ابوالامتیاز ع س مسلّم کی اس کتاب کی طباعت واشاعت کی ذمہ داری معروف ناشر مقبول اکیڈمی، لاہور نے سنبھالی۔ ۲۶۴ صفحات کی اس کتاب کے آغاز میں ۷۰ صفحات پر حمد و مناجات کی ۱۴ منظومات اور ۹ قطعات ہیں۔

نمونۂ کلام دیکھیے۔

الٰہی نہیں کوئی تجھ سا شفیق — ہے لاریب تُو ربِ بیتِ عتیق
اے مالک جگ کے رکھوالے، تجھ سے مرا سوال
تو ظاہر، تو باطن، تجھ پر روشن میرا حال
الٰہی ترے در پہ آئے سوالی — دکھا اپنی رحمت کی شانِ جمالی

شاعر نے بیشتر مقامات پر حمد و مناجات کے حوالے سے بات کرتے ہوئے اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بات کی ہے اور حمد میں نعت کو یاد رکھا ہے۔

(ادارہ)

حمد و نعت ۔ از سرورؔ بجنوری

سرور بجنوری مرحوم بنیادی طور پر بچوں کے شاعر تھے۔ انہوں نے حمد و نعت کا زیرِ نظر مجموعہ بھی بچوں کے لیے لکھا۔ کتاب نعت اکادمی، فیصل آباد نے رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ میں شائع کی۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے اردو نعت کے موضوع پر پی ایچ ڈی کے لیے کام شروع کیا تو فیصل آباد میں فروغِ نعت کا جھنڈا بھی گاڑ دیا۔ نعت اکادمی بھی انہی نے قائم کر رکھی ہے اور اپنے مخلص احباب کی ہمراہی میں نعت کے فروغ کے لیے اپنی صلاحیتیں استعمال کر رہے ہیں۔

"حمد و نعت" میں ۳۱ حمدیں، ۸ دعائیں اور ۲۱ نعتیں ہیں۔ شروع میں سرور بجنوری اور ان کے کلام کے بارے میں احسان دانش، حفیظ جالندھری اور نظیر لودھیانوی کی تقاریظ شاملِ کتاب ہیں۔ نمونے کے طور پر دو حمدوں کے مطلعے دیکھیے۔

ہر سمت نظر آتے ہیں بس تیرے نظارے — گلشن میں اگر گل ہیں تو گردوں پہ ستارے
سب سے بڑھ کر ہے مہربان خدا — میرا تیرا ہے پاسبان خدا

(ادارہ)

حمد و نعت ۔ از حکیم محمد عبداللہ

آٹھ صفحات کے اس کتابچے میں حکیم محمد عبداللہ کی ایک حمد اور ایک نعت صدیقی ٹرسٹ کراچی نے اگست ۱۹۸۱ء میں شائع کی۔ حمد کی خصوصیت یہ لکھی ہے کہ شاعر نے یہ حمد اپنی وفات سے ایک روز قبل کہی تھی۔ حمد کے آخر میں مناجات کے انداز میں یوں نعت کہی ہے۔

مرا اس طرح سے حساب ہو — مرے لب پہ نعتِ جناب ہو
مرے سیدھے ہاتھ کتاب ہو — نہ عذاب ہو، نہ عتاب ہو

رہے رُوبرو مرا خوبرو
اللہ جلّ جلالہٗ

(ادارہ)

تنویر بخاری کی "ربنا"

اُردو شاعری میں حمد اور نعت پہ بہت زیادہ کام ہوا۔ اسی طرح پنجابی شاعری میں بھی اس صنف پر کافی مواد ملتا ہے۔ پنجابی شاعری کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو صُوفی شعرا نے رب اور پھر رسُولؐ کے نام سے ہی اپنے کلام کی ابتدا کی۔ کافیوں، اشعار، مناجات میں معرفت کے راز ہی کھلتے نظر آتے ہیں۔ شاہ حسینؒ، بلھے شاہؒ، خواجہ غلام فریدؒ، میاں محمد بخشؒ بابا فرید شکر گنجؒ اور وارث شاہؒ کے کلام میں جگہ جگہ عشقِ الٰہی اور رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے لگاؤ کے نمونے ملتے ہیں۔

اُردو کی طرح پنجابی کے جدید شعرا نے بھی اس صنف پر کافی توجہ دی ہے۔ حفیظ تائب راجا رشید محمود، سلیم کاشر، عارف عبدالمتین اور عادل صدیقی کے نام اس سلسلے میں قابلِ ذکر ہیں۔ شاعری کے اس وسیع سمندر کی لہروں میں ایک لہر تنویر بخاری بھی ہے۔ جس نے "ربنا" لکھ کر پنجابی شاعری میں نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ تمیس صفحات پر مشتمل پاک وطن کی سلامتی کے لیے دُعائیں کی گئی ہیں۔ "ربنا" میں شاعر نے نہایت جذباتی ہو کر نہ صرف اپنے لیے بلکہ پُوری قوم کے لیے بہتری اور خیر خواہی کی دعائیں مانگی ہیں۔ "ربنا" کے شرُوع میں شاعر خُدا کو مخاطب کرتا ہے، اُس کی رحمتوں اور فضل و کرم کا طالب ہے۔ نہ صرف اپنے لیے بلکہ پُوری قوم کے لیے۔

رب کا ہر رنگ نیارا ہے، اُس کے رنگوں جیسا اور کوئی رنگ نہیں — اور تنویر بخاری خُود کو اس رنگ میں رنگ لینا چاہتا ہے۔ وہ اپنی قوم کو جہالت کے اندھیرے سے نکالنے کا جتن کرتا ہے، علم حاصل کرنے پر زور دیتا ہے۔ لیکن علم اور سیاست کو گڈمڈ ہوتے دیکھنا اُسے پسند نہیں

وہ پاکستانی جوانوں کو اُس منزل پر دیکھنے کا خواہش مند ہے جہاں پہنچ کر افلاک کی رفعتیں ہیچ نظر آتی ہیں۔ وہ صاف ستھرا جیون گزارنے کا قائل ہے۔ زندگی کے دکھ درد کو روگ بنانے کی بجائے آپس میں بانٹ لینے کا قائل ہے۔ اُسکا نظریہ ہے کہ دُکھ تو روز ملتے ہیں، لیکن دُکھ جو ہماری زندگی کا حصّہ ہیں اور ان سے فرار نہیں — انہیں مشترک دُکھ سمجھ کر آپس میں بانٹ لینا چاہیے۔

جہاں وطن کی سلامتی اور بہتری کا ذکر آتا ہے، تنویر بُخاری کی آنکھ اُس شیشے کی طرح ہو جاتی ہے جہاں دوست اور دُشمن کی تصویر نظر آتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں امن اور سکون سے رہنا چاہیئے لیکن ضروری ہے کہ مُسلمانوں میں جہاد کی روح بیدار رہے۔

"ربنا" کی سب دعاؤں میں پاک وطن کی خوشحالی مانگی گئی ہے۔ کھیت کی ہریالی، سے لے کر وطن کی سرحدوں کی حفاظت تک کے لیے ہر دُعا نہایت عاجزی اور انکساری سے کی گئی ہے اور ہر مصرع دِل کی گہرائیوں سے نکلا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ تنویر بخاری اپنی رُوح کو ابدی خوشبو میں لپیٹ لینا چاہتا ہے، اور وہ ہے رب کے قرب کی خُوشبو۔ اور جب یہ خوشبو انسان کو نصیب ہو جاتی ہے، اسے اشرف المخلوقات کا مقام مل جاتا ہے۔

"ربنا" ایک خُوب صُورت کتاب ہے۔ جسے بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

(نائلہ صدف)

حمدِ باری تعالیٰ

جو تصور میں نہیں جس کی نہیں کوئی خبر
اس کی تصویر بناؤں میں قلم سے کیونکر
وہ خیالوں میں اُتر جائے تو واسع کیسا
چند لفظوں میں سما جائے تو جامع کیسا
جس کے اِک نام کو سو نام سے تعبیر کریں
جس کے اِک حرف کو سو ڈھنگ سے تحریر کریں
وہ جو سبحان بھی، رحمان بھی بُرھان بھی ہے
وہ جو دیّان بھی، حنّان بھی، مَنّان بھی ہے
عرش والا بھی وہی رَبِّ الاَعلیٰ بھی وہی
زور آور بھی وہی، بخشنے والا بھی وہی
اُس کی تعریف محمدؐ کے سوا کون کرے۔

ادیب رائے پوری (کراچی)

خدایا تو ہر دل میں جلوہ نما ہے
ترے نور کی دو جہاں میں ضیا ہے
ہوئے خلق کون و مکاں حرفِ کُن سے
دو عالم کا خلاق تو اے خُدا ہے
جو تیرے نے ہوا ہے وہ تیرا ہے یارب
الٰہی تو ہی خالقِ ما سوا ہے
عبادت کے لائق فقط ذات تیری
نہیں کوئی معبود تیرے سوا ہے
اَحَد تو صَمَد تو اَزَل تو اَبَد تو
تو ہی حیّ و قیوم ہے کبریا ہے
ہے محتاج بندوں کو تیرا سہارا
تو حاجت روا ہے تو عُقدہ کشا ہے
مدینے میں صابر کا مدفن ہو یارب
یہی تجھ سے اِک آخری التجا ہے

صابر براری (کراچی)

نعت لائبریری

نعت اور سیرت کے موضوع پر ایک عظیم لائبریری کے قیام کا منصوبہ زیرِ عمل ہے ۔ اس میں نعت اور سیرتِ رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہر زبان کی کتابیں اور رسالے ہوں گے تاکہ اس موضوع پر تحقیق کرنے والوں کو سہولت ہو ۔

جن احباب کے پاس نعت اور سیرت کے موضوع پر کوئی کتاب ہو اور وہ یہ کتاب یا اسکی فوٹو سٹیٹ نعت لائبریری کو عطا فرمانا چاہیں ، ماہنامہ نعت میں ان کے نام کے اعلان کے ساتھ شکر گزاری کے شدید احساس سے وہ کتاب / کتابیں لائبریری میں رکھی جائے گی / جائیں گی ۔ اگر کوئی صاحب سو یا سو سے زیادہ کتابیں لائبریری کو دیں گے ، تو ہر کتاب پر اُن کے نام کے علاوہ ، ان کا عطا کردہ ذخیرۂ کتب اُن کے نام سے منسوب کر کے علیحدہ رکھا جائیگا ۔

نعت لائبریری کا آغاز ایڈیٹر نعت کی عطا کردہ ۴۹ کتابوں سے کیا گیا ہے ۔ کتابیں یہ ہیں حمد و مناجات ، ہلالِ حرم ، معراجِ مصطفےٰؐ ، جانِ رحمت ، طلوعِ سحر ، پیامِ مغفرت ، سوئے حرم ، نورِ ازل ، بحضورِ رحمۃ للعالمینؐ ، حُسنِ کلام ، جامِ طہور ، سبز گنبد ، چراغِ طور ، شانِ مصطفےٰؐ ، حدائقِ بخشش نعت محل ، کیفِ مسلسل ، نعتوں کے گلاب ، رسُول اللہ کی نعتیں اور سلام ، پیامبرِ فجر ، وسیلہ ، نوائے ظہوری ، جنت جمیع خصائل ، ثنائے حبیبؐ ، ماذماذ ، تصویرِ کمالِ محبت ، سراج المنیر ، نور الانوار ، نقارے ، نورِ دا ظہور ، رحمت فشاں ، کتھے تیری ثنا ، راقب قصوری دیاں نعتاں ، ارمغانِ نعت ، شہرِ خُدا سے دیارِ نبیؐ ، مراثی نسیم جلد سوم ورفعنا لک ذکرک ، حدیثِ شوق ، نعتاں دی ڈالی ، نعتِ خاتم المرسلینؐ ، مدحِ رسُولؐ ، قلزمِ رحمت ، نعتِ حافظ ، احادیث اور معاشرہ ، صحیح بخاری مترجم تین جلدیں ، میرے سرکارؐ ۔

تسنیم الدین احمد

انچارج نعت لائبریری

حمد باری تعالیٰ

بہت حسین ہے دلکش ہے ، یہ جہاں تیرا
میں کس زباں سے کروں اے خُدا بیاں تیرا
ترے کرم نے ہمیں کتنی نعمتیں دی ہیں
ترے کرم سے ہی آباد ہے جہاں تیرا
ترے کرم نے ہمیں منزلیں دکھائی ہیں
کہ ہم نے پایا ہے ذرّوں میں بھی نشاں تیرا
جھکے گدا بھی شہنشاہ بھی ترے در پر
بہت بلند جہاں میں ہے آستاں تیرا
جہاں سے میں نے زمانے کی ہر خوشی پائی
میں کیسے چھوڑ دوں یا رب یہ آستاں تیرا
بڑا وقار ہے تیری زمین کا یا رب
بہت عظیم ہے یا رب یہ آسماں تیرا
ہر اک بشر کی زباں پر ہے بس ثنا تیری
کہ ذکر سے نہیں خالی ہے یہ جہاں تیرا
ترے حبیبؐ سے اُمت کا ہے بھرم قائم
بنا رسُولؐ کی خاطر یہ سب جہاں تیرا

محبت خان بنگش (کوہاٹ)

حمد و نعت

(حصہ دوم)

نعت کیا ہے

حمدِ باری تعالیٰ

حمدِ بے حد ہے سزاوارِ خدائے دو جہاں
جس کا ذکرِ پاک ہے وجہِ قرارِ قلب و جاں

انضباطِ کائنات اک حرفِ کُن سے کر دیا
انبساط و غم کا خالق کون ہے اُس کے سوا

آگ کو حدت عطا کی ہے، روانی آب کو
پھول کو رنگت تو نزہت گلشنِ شاداب کو

اُس کے جلووں کا ہے مظہر یہ جہانِ کُن فکاں
بے نشاں خود ہے، نشاں اُسکے ہیں عالم میں عیاں

ابنِ آدم کے لیے کر دی مسخر کائنات
سب علوم اسکو سکھائے از پئے عرفانِ ذات

ہیں نمایاں اُس کی قدرت کے کرشمے دہر میں
زندگی امرت کو دی ہے، موت ڈالی زہر میں

شکر اُس کی نعمتوں کا کیا ہو بندوں سے ادا
بیکراں رحمت ہے اس کی، لُطف ہے بے انتہا

اُس کی عظمت کو پہنچ سکتے نہیں فکر و خیال
اُس کا ہے ذکرِ مقدس ماورائے قیل و قال

جس طرح بے مثل ہے محمودؔ ربِّ ذوالجلال
ہے حبیب اُس کا جہاں میں بے نظیر و بے مثال

راجا رشید محمود

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مریضِ عشقِ نبیؐ کی دوا ہے نعتِ رسولؐ
علاجِ درد، پیامِ شفا ہے نعتِ رسولؐ

کلیم کیا کہیں اس میں کوئی کلام نہیں
کلام، بعدِ کلامِ خدا ہے نعتِ رسولؐ

دکھائی دیتا ہے جس میں جمالِ مصطفویؐ
کمالِ حسن کا وہ آئنہ ہے نعتِ رسولؐ

شعورِ حمد ثنائے نبیؐ سے ملتا ہے
چراغِ منزلِ عشقِ خدا ہے نعتِ رسولؐ

خدا کو بھائی جو محبوب کی ثنا کے لیے
کلامِ حق کی وہ دلکش ادا ہے نعتِ رسولؐ

یہ جس کے نور سے کون و مکاں منور ہیں
اسی چراغِ حرم کی ضیا ہے نعتِ رسولؐ

مری زبان کی معراج ان کا ذکرِ جمیل
مرے کلام کا اعزاز یہ ہے نعتِ رسولؐ

میں بھیک نور کی دیتا ہوں چاند تاروں کو
مرے شعور میں جلوہ نما ہے نعتِ رسولؐ

کہو بہاروں سے آکر سمیٹ لیں خوشبو
کہ میرا ناطقہ مہکا رہا ہے نعتِ رسولؐ

ہے جبرئیلؑ سے اونچی جو فکر کی پرواز
تری یہ طبعِ رسا کو عطا ہے نعتِ رسولؐ

نصیب ہوتی ہے ذکرِ رسولؐ سے راحت
مری مراد مرا مدعا ہے نعتِ رسولؐ

سید راحت حسین نقوی راحت (لاہور)

سلام علیٰ رسول اللہ

نعت

نعتِ سرکار مرے دور کی پہچان بھی ہے
میری بخشش کا سرِ حشر یہ سامان بھی ہے

مَیں نے فرقت میں حضوری کا مزا پایا ہے
میرا اظہار مرے درد کا درمان بھی ہے

نعت سے مجھ کو سلیقہ ملا گویائی کا
اپنے آئینِ عقیدت کا یہ اعلان بھی ہے

ان کے ناموس کی عظمت پہ تصدق ہوں گے
اپنے آقا سے غلاموں کا یہ پیمان بھی ہے

نعت کو شانِ عطا وجہِ شفاعت کہیے
ہم پہ سلطانِ دو عالم کا یہ احسان بھی ہے

مَیں نے پلکوں پہ ستارے سے اُبھرتے دیکھے
مدحِ سلطانِ جہاں رفعتِ وجدان بھی ہے

نعت و مدحت کی ہے حقدار فقط ذات وُہی
عینِ قرآن ہے جو صاحبِ قرآن بھی ہے

شاعرو! مدحتِ آقاؐ میں یہ ملحوظ رہے
جو بھی کہتے ہو وہ سرکار کے شایان بھی ہے؟

نعت ہے حکمِ الٰہی کی سراسر تعمیل
یہ ہے ایمانِ رضاؔ، سُنّتِ حسّانؓ بھی ہے

پروفیسر محمد اکرم رضاؔ (گوجرانوالہ)

قرآنِ مجید میں نعت

اعجاز رشید محمود

سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ کی نعت کے جن پہلوؤں کا اظہار ہم اُمتیوں سے ہوتا ہے، اس کا آغاز کب ہوا؟ سرکارؐ کی مدحت کس کی سُنّت ہے۔ خداوندِ قدوس وکریم نے اپنے محبوبِ پاک صاحبِ لولاکؐ کے بارے میں اُمّ الکتاب میں کیا کچھ فرمایا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے سورۂ آلِ عمران کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کتاب وحکمت سکھانے اور لوگوں کو پاک فرمانے والے رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بعثت کو اہلِ ایمان پر اپنا احسان گردانتا ہے۔ پھر ہم اس احسان پر اپنے محسن کا شکر یہ کیوں نہ ادا کریں اور خدا ہی کے حکم کے مطابق تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنے محبوبِ کائنات کے محبوب، خالق کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وثنا میں تر زبانی سے کیسے باز رہیں۔

غالبؔ نے کہا تھا

هرکس قسم بدانچه عزیز است، می خورد
سوگندِ کردگار بجانِ محمّدؐ است

میں نے بھی غالبؔ سے اس صورت میں استفادہ کیا ہے:

قسم اس چیز کی کھاتے ہیں جو ہر شے سے پیاری ہو
تو پھر خالق نہ کھاتا آپ کی جاں کی قسم کیونکر!

مگر اللہ کریم نے صرف سُورۂ حجر میں "لعمرک" کہہ کر محبوبؐ کی جان کی قسم پر اکتفا نہیں کیا، اُسے حضورؐ کی ہر چیز پیاری ہے۔ چنانچہ اس نے سُورۂ بلد میں اس شہر کی بھی قسم کھائی ہے جس میں اس کے محبوبؐ تشریف فرما ہیں۔ پھر اس نے حضورؐ

کے باپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی قسم کھائی اور ساتھ ہی حضرت ابراہیمؑ کی اولاد (یعنی رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کی قسم کھائی۔ سُبحان اللہ کیا انداز ہے۔ ہر پھر کر بات اس کے محبوبؐ ہی تک آتی ہے۔ سُورۂ نساء کو دیکھئے۔ اللہ جلّ شانہٗ کو اپنی قسم کھانی ہو تو بھی "اپنے محبوبؐ کے رب کی قسم کھاتا ہے۔ کسی نے محبت کے یہ انداز دیکھے ہیں!

خداوند کریم نے حضورؐ کو بشیر نذیر اور شاہد بنا کر بھیجنے کا اعلان کیا، تو ساتھ ہی اعلان کیا کہ اللہ اور اس کے رسُولؐ پر ایمان لاؤ اور حضورؐ کی تعظیم و توقیر کی ہدایت کی۔ (سُورہ الفتح) مقصد یہ ہے کہ اگر خُدا اور رسُولِ خدا (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ گے اور حضورؐ کی تعظیم و توقیر سے روگردانی کرو گے تو جہنم میں جلو گے — اور ساتھ ہی شاہد بنا کر بھیجنے کا اعلان کیا کہ تم ایمان لاتے ہو یا نہیں، ان کی تعظیم و توقیر میں کوئی کمی تو نہیں کرتے، حضورؐ اس کے گواہ ہیں۔

خالق و مالک نے سُورہ الحجرات میں حضورؐ کی تعظیم کے ایک پہلو کی نشاندہی یوں کی ہے "اللہ و رسُولؐ سے آگے نہ بڑھو، اپنی آوازیں آپؐ کی آواز سے اُونچی نہ ہونے دو، ان کی بارگاہ میں چلا کر بات نہ کرو"۔ یعنی اگر کوئی اس کا مرتکب ہوگا تو وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے بڑھنے کا مجرم ہوگا۔ اللہ اکبر!

سورۂ نُور میں بھی یہی کہا گیا کہ جس طرح تم ایک دوسرے کو آپس میں پُکارتے ہو، اس طرح حضورؐ کو پُکارنے کی جرأت نہ کرنا یعنی سرکارؐ تم جیسے نہیں ہیں، ان کا ادب کرو، ان کی تعظیم کو شعار کرلو کہ دین و دُنیا کی بھلائی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ سُورہ بقرہ میں تو یہاں تک ہے کہ کوئی ایسا لفظ جس کو بگاڑ کر اس کے ایسے معنی نکالے جا سکتے ہوں جو حضورؐ کے مرتبے اور شان کے منافی ہوں یا اس سے فروتر ہوں، اس لفظ کو ادا کرنے سے حکماً روک دیا گیا ہے۔ منافقوں نے حضورؐ کو "راعنا یا رسُول اللہ" کہا۔ راعنا کے معنی منافقت کی نظر میں "ہمارے چرواہے" کے تھے۔ اللہ نے حکم دیا کہ کوئی شخص اب حضور علیہ السلام

کو اس لفظ سے مخاطب کرنے کی جسارت نہیں کرے گا۔ "انظرنا" کہے گا نظرِ کرم کی درخواست کرے گا۔ حضور علیہ السلام کی زندگی میں بھی اور بعد میں بھی کچھ لوگ انہیں "چرواہا" کہہ کر اپنی منافقت کی حس کو تسکین پہنچانے کی کوشش کرتے رہے۔ اللہ کریم نے اس آیت میں ایسے لوگوں کو کافر کہا ہے اور ان کے لیے عذابِ الیم کا اعلان کیا ہے۔

سورۂ الاحزاب میں خداوند تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر درود بھیجتے ہیں۔ پھر اس نے مومنوں کو حکم دیا کہ وہ بھی حضورؐ پر درود و سلام کے پھول نچھاور کریں، اگر کوئی شخص خُدا کی اس بات کو نہیں مانتا۔ یہ کہتا ہے کہ خدا کا حضورؐ پر درود بھیجنا کافی ہے، وہی بھیجتا رہے، وہ خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ سرکارؐ نے ایک جھگڑے کا فیصلہ حضرت زبیرؓ کے حق میں دیا تو دوسرے فریق کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضورؐ نے قرابت کی وجہ سے حضرت زبیرؓ کی رعایت کی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کے رب کی قسم کھا کر کہا کہ آپس کے جھگڑے میں حضورؐ کو حکم نہ ماننے والے اور اپنے دلوں میں حضورؐ کے فیصلے کے بارے میں رکاوٹ پانے والے مسلمان نہیں ہیں۔ اسی سُورت میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اپنی جانوں پر ظُلم کر بیٹھیں، وہ اپنے آقاؐ کے حضورؐ حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی مانگیں، پھر حضورؐ ان کی شفاعت کریں۔ یہ مراحل طے ہوگئے تو اللہ ضرور توبہ قبول فرمائے گا اور مہربانی فرمائے گا۔ یعنی مسلمانوں میں سے جو بھی غلطی کر بیٹھے، پہلے آقاؐ کی حضوری کی منازل طے کرے، پھر اللہ سے معافی مانگے اور سرکارؐ بھی ایسا چاہیں تو خدا اپنے رحیم اور تواب ہونے کی صفات کا مظاہرہ کرے گا۔

آلِ عمران میں ہے کہ جو شخص اللہ سے محبت کرنے کا دعویدار ہو، وہ پہلے حضورؐ کا فرمانبردار ہو ان کی اتباع کرے۔ اگر ایسا ہوگا تو اس کی محبت کی قبولیت یوں ہوگی کہ خدا اس کو دوست بنائے گا اور اس کے گناہ بخش دے گا —— ایک دفعہ آقاؐ غنیمت کا مال تقسیم فرما رہے تھے تو ایک شخص نے تقسیم میں عدل و انصاف کی یاد دہانی

کرائی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر میں بھی انصاف نہ کروں گا تو پھر دُنیا میں منصف کون ہوگا۔
اس پر سُورہ توبہ کی آیت نازل ہوئی جس میں کہا گیا کہ خدا اور اس کے رسولؐ کے دیئے پر راضی ہونا ہی اچھا ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے دیئے کو کافی سمجھنا چاہیئے۔

خداوندِ لایزال نے سُورہ مائدہ اور سُورہ نساء میں حضورؐ نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلّم کی آمد کو نور کی آمد فرمایا ہے۔ سورۂ انفال میں حضورؐ کی جنگِ بدر میں دُشمنوں کی طرف پھینکی ہوئی کنکریوں کی مٹھی کو اپنا فعل قرار دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ مفہوم "عبدہٗ" کی وضاحت میں کئی شعر کہنے کے بعد اپنی بے بضاعتی کا اعلان کرتے ہوئے قرآن کی اسی سورت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں کہ مفہومِ عبدہٗ کی وضاحت اسی مقام سے ہو سکتی ہے۔

مدّعا پیدا نگردد زیں دو بیت
تانہ بینی از مقامِ "ما رَمیت"

خدا تعالیٰ خود رؤف و رحیم ہے۔ اس نے سُورہ توبہ میں حضورؐ کو بھی "بالمومنین رؤف رحیم" کہا ہے۔ سُورہ انفال میں کہہ دیا ہے کہ جب تک حضورؐ مسلمانوں میں موجود ہیں، خُدا انہیں عذاب نہیں دے گا۔ خالق خود ربّ العالمین ہے، اس نے اپنے محبُوبؐ کو رحمتہ للعالمین کہا ہے (سُورۂ انبیاء) یعنی جن کو اللہ پالتا ہے، جن کا وہ پروردگار ہے، رب ہے، ان کے لیے حضور رحمت للعلمین ہیں۔ حضورؐ نے صحابہ کرامؓ کو غزوۂ تبوک کے لیے چلنے کا حکم دیا تو بعض حضرات نے عرض کیا کہ ہم ماں باپ سے پوچھ لیں۔ اس پر وہ آیت نازل ہوئی جس میں کہا گیا تھا کہ حضورؐ تمہاری جانوں کے تم سے زیادہ مالک ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلّم نے حضرت زید بن حارثہؓ کا پیغام اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش کے لیے دیا۔ انہوں نے حضرت زیدؓ کے غلام ہونے کے باعث اور اپنے قریش ہونے کی وجہ سے یہ پیغام قبول نہ کیا تو سورۂ احزاب

کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں واضح کر دیا گیا کہ تمہاری جانوں یا مال یا کسی اور مسئلے میں جو کچھ اللہ اور رسولؐ حکم دیں، اس میں دخل دینے کا کسی کو حق نہیں، اس پر سر جھکانا ہی ایمان کی نشانی ہے یعنی مسلمانوں کی زندگیوں پر ان کے حالات پر رسُولِ اکرمؐ مختار ہیں، جو چاہیں فیصلہ دیں۔

حضورِ پُرنور صلے اللہ علیہ وسلّم کے خُلق کو خُدا نے عظیم فرمایا ہے، حضورؐ کے ذکر کو بلند کرنے کا اعلان کیا ہے۔ خدا کے محبُوبؐ نے چاہا کہ بیت المقدس کے بجائے کعبۃ اللہ دوبارہ قبلہ بن جائے اور چونکہ حضورؐ کی چاہت خُدا کے حکم کا درجہ اختیار کر لیتی تھی، انہوں نے بار بار آسمان کی طرف سرِ مُبارک اُٹھا کر دیکھنا شروع کیا کہ ابھی تک میری خواہش کو وحی کی شکل کیوں نہیں دی گئی تو اللہ عزّوجل نے فرمایا "ہم آپ کا بار بار آسمان کی طرف مُنہ کرنا دیکھ رہے ہیں۔ چنانچہ ابھی مُنہ مسجدِ حرام کی طرف پھیر لیں۔"

خُدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم
خُدا چاہتا ہے رضائے محمّدؐ

منافقین اپنی مجلسوں میں محبُوبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء پر طعن کیا کرتے تھے اور جب مُسلمانوں میں آتے تو اس سے انکار کرتے اور قسمیں کھا کھا کر اپنی برئیت کا اظہار کرتے۔ اس پر خدا نے کہا کہ مسلمانوں کے سامنے قسمیں کھا کھا کر انہیں راضی کرنے والے منافقین کے لیے بہتر یہ تھا کہ خدا اور رسُولِ خدا (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلّم) کو راضی کرتے۔ کیونکہ ایمان والے تو خدا اور رسُولؐ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ پھر خُدا نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے مخالفوں کے لیے جہنم کی آگ تیار ہے اور یہی آگ ان کا مقدر ہے (توبہ) یہی حکم اللہ تبارک و تعالیٰ نے سُورۂ نساء میں دیا ہے کہ حق کا راستہ واضح ہو جانے کے بعد مُسلمانوں کی راہ سے، جُدا ہو کر چلنے والا وہ ہے جو رسولؐ کا مخالف ہے، ان کے خلاف چلتا ہے، بارگاہِ مصطفےٰؐ سے راندہ ہوا ہے

اور خُدا اسے دوزخ میں داخل کرے گا۔ خُدا نے اپنے محبُوبؐ کے مخالفوں کو کہیں ہاتھ ٹوٹنے کے کوسنے دیئے ہیں (سُورہ لہب) اور کہیں اُن کے "بعد ذالکؐ زنیم" ہونے کا اعلان کیا ہے۔ (سُورہ القلم)

اللہ کریم ہمیں اپنی سُنّت پر عمل کرنے کی توفیق دے، یعنی ہم اس کے محبوبؐ کی نعت کہا کریں، ان کے ذکرِ پاک سے اپنی محفلوں کو پُر نور بنائیں۔ ان کی تعظیم و توقیر کریں، ان کے مخالفوں کے خلاف نبرد آزما رہیں۔ کہ یہ خدا کا حکم ہے، یہی اس کا عمل ہے اور یہی ایمان کی بنیاد ہے۔

نعت کیا ہے؟ نغمۂ پُر کیفِ روحانی ہے نعت
نعت کیا ہے؟ اہلِ حق کی زمزمہ خوانی ہے نعت
نعت کیا ہے؟ ایک آہنگِ صداقت روح کا
نعت کیا ہے؟ نغمۂ سازِ عقیدت روح کا

——— رئیس امروہوی (کراچی)

صحابہؓ کرامؓ اور نعت

پروفیسر محمد حسین آسی

ایمان کی روح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت ہے اور جذبۂ محبّت کی اہم علامت ذکرِ محبوب کی کثرت ہے جس کو اپنے محبوب سے جتنا پیار ہو گا وہ اس کے اتنے ہی گُن گائے گا۔ ظاہر ہے پختگیٔ ایمان، تزکیۂ قلب اور تقویٰ و طہارت میں اُمّت کا کوئی فرد بھی کسی صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ذکرِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی جن بلندیوں کو صحابہ کرامؓ نے چھوا ہے، دوسرا اُن کا تصوّر تک نہیں کر سکتا۔ ذرا غور فرمایئے آج جس محبوبِ کریم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم کا محض ذکرِ خیر سُن کر سینوں میں آتشِ شوق بھڑک اُٹھتی ہے، کھلی آنکھوں سے اس کا دیدار کرنے والے سوزِ عشق کے کس مقام پہ ہوں گے۔ شمعِ رسالت کے ان پروانوں نے راہِ محبت میں جو مشکلات برداشت کیں، جس انداز میں تن من دھن کی بازی لگائی اور محبوب کے نام پر جور و جفا کی گھٹاؤں کا مقابلہ کیا، تاریخِ عشق کا سب سے زرّیں باب ہے۔ آج ہم نعت پڑھتے ہیں تو اس کی گونج منبر و محراب کے آس پاس تک محدود رہتی ہے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سفر و حضر میں، تیغوں کے سائے میں، خاک و خون میں لوٹتے ہوئے اور تختۂ دار پر بھی سوار ہو کر نعتِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ترانے گائے اور کسی قسم کی مصلحت کو ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حائل نہیں ہونے دیا۔

نعت خوانوں کی عزت افزائی

حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کوئی ثنا خوانی کرتا تو آپ طرح طرح سے نوازتے، واجب القتل لوگوں کو نعت کے حوالے سے معافی ملی۔ بعض کو خواجۂ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاص چادر مبارک، جس کے بردے میں رحمتوں کے خزانے چھپے ہوئے تھے، عطا کر دی۔ وہ بھی ہیں جنہیں دعاؤں سے نوازا اور اس طرح اُن کے دین و دنیا کو سنوارا۔

چند نعت گو حضرات

ظہورِ اسلام کے وقت عرب کی سرزمین شعر و شاعری کے ہنگاموں سے گونج رہی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا رُخ توحید و رسالت کی طرف پھیر کر اس کا دامن حمد و نعت سے بھر دیا۔ اس سلسلے میں صحابہ کرام کے علاوہ اہلِ بیت اطہار کے بہت سے افراد اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی وقتاً فوقتاً اپنے محبت بھرے جذبات کا اظہار شعر و سخن کے پیرائے میں کیا۔ نعت گو صحابہ کرام میں جن حضرات کے نام بہت نمایاں ہیں؛ وہ ہیں حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن زُہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، مگر جو شہرت و سعادت سیدنا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی وہ کسی دوسرے کو میسر نہیں ہو سکی۔ آپ کو بجا طور پر شاعرِ دربارِ رسالت شاعرِ رسول کہا جاتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے منبر لگواتے اور نعت پڑھنے کی تلقین فرماتے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے؛

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ ابْنِ ثَابِتٍ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ فَاِنَّمَا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا نَافَحَ اَوْ فَاخَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

ترجمہ: (اُم المومنین) حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منبر رکھتے، وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور کی جانب سے مدافعت یا مفاخرت کرتے۔ حضورؐ فرماتے بے شک اللہ تعالیٰ حسان کی مدد جبریل سے فرماتا رہتا ہے جب تک وہ رسول اللہؐ کی طرف سے مدافعت یا مفاخرت کرتا رہتا ہے۔

کس قدر اونچا مقدر ہے اس شخص کا جس کی نعت خوانی کے لیے خود محبوبِ خدا حضور شہنشاہِ دوسرا علیہ التحیۃ والثنا یہ اہتمام کرتے ہیں۔ وہ دوست جو نعت خوانی کو قطعاً غیر ضروری قرار دیتے ہیں، انہیں حضرت حسانؓ کے اس اعزاز پر غور کرنا چاہیے۔ قرآنِ حکیم ربُّ العالمین کا کلام ہے اور اس کے ایک ایک حرف پر نیکیوں کے انبار لگ جاتے ہیں لیکن کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قاری کو بھی یہ عزت دی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اجمالاً یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص نعتِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں رطب اللسان ہو، روح القدس یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کا فیضان اس کے شاملِ حال ہوتا ہے۔

مضامینِ نعت

اردو، فارسی یا پنجابی نعتوں پر غور کریں تو معلوم ہو گا ان میں ہر ایسا مضمون موجود ہے جس کا تعلق شانِ رسالت کے ساتھ ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد مبارک، حسب و نسب، حُسنِ بے مثال، پاکیزگی، کردار، معجزات و کمالات، تصرفات، اختیارات، وسیع علومِ غیبیہ، عالمگیر مشاہدہ، واقعاتِ جہاد، تائیدِ ربانی، جود و سخا، لطف و عطا، عفو و حلم، صبر و استقلال، توسل و شفاعت،

قرآن پاک کے فضائل، اسلامی انقلاب، دین حق کی خصوصیات و برکات، مناقب صحابہ کرام و اہل بیت اطہار اور گستاخان ومنکران شوریدہ سر کی مذمت وغیرہ سب کچھ اشعار نعت میں موجود ہے۔

اگر ہم صحابہ کرام کے کلام نعت کا مطالعہ کریں تو اس میں بھی یہی مضامین نظر آتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور کی نعت دراصل انہی اخلاص کے پیکروں کے انداز فکر کا عکس ہے۔ گنجائش کم ہونے کی بنا پر اس تحریر میں صرف چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

میلاد مبارک

حاکم و طبرانی میں ہے کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپ کی مدح کروں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہو، اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے۔ انہوں نے یہ اشعار آپ کے سامنے پڑھے؛

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِي — مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ
ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ — أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقُ
بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِينَ وَقَدْ — أَلْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ
تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمٍ — إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقُ
وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيلِ مُكْتَتِمًا — فِي صُلْبِهِ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ
حَتَّى احْتَوَى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ — خِنْدِفَ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ
وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ الْأَ — رْضُ وَضَاءَتْ بِنُورِكَ الْأُفُقُ
فَنَحْنُ فِي ذَلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّو — رِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

ترجمہ: (۱) آپ (دنیا میں تشریف لانے سے) پہلے (مخصوص جنتی) سایوں میں تھے اور اس منزل مخصوص میں (جلوہ گر) تھے جہاں پتوں سے بدن ڈھانپا گیا۔ (حضرت

آدم علیہ السلام کے واقعے کی طرف اشارہ ہے)

(۲) پھر آپ بلاد یعنی زمین پر اُترے اُس وقت نہ آپ بشر تھے نہ گوشت پوست اور نہ جما ہوا خون۔

(۳) بلکہ وہ آب صافی جو کشتی پر سوار تھا جبکہ غرق طوفان نے بُت نسر اور اس کے پوجنے والوں کو ڈبو دیا۔

(۴) آپ صلب سے رحم کی طرف منتقل ہوتے رہے (اور یوں) ایک عالم کے گزرنے پر دوسرا طبقہ ظاہر ہوتا رہا۔

(۵) آپ آتش خلیل علیہ السلام میں (بھی) چھپے چھپے داخل ہوئے (چنانچہ) آپ اُن کے صُلب میں تھے تو وہ کیونکر جلتے۔

(۶) تا آنکہ آپ کا محافظ وہ عظیم الشان گھرانا ہوا جو بلند مرتبہ خندف سے متعلق ہے باقی سب طبقات اُس کے تحت ہیں۔

(۷) اور جب آپ پیدا ہوئے آپ کے نور سے زمین چمک اٹھی اور آفاق روشن ہوگئے۔

(۸) تو (اب) ہم اسی ضیاء و نور میں ہیں اور ہدایت کے راستوں پر چل رہے ہیں۔

حسن بے مثال

نثر و نظم میں اہل بیت اطہار و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سرکار کے حسن بے مثال پر جو کچھ کہا اس کی صرف دو مثالیں عرض خدمت ہیں؛

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں؛

لَنَا شَمْسٌ وَلِلْآفَاقِ شَمْسٌ وَشَمْسِي فَوْقَ مِنْ شَمْسِ
السَّمَاءِ وَشَمْسُ النَّاسِ تَطْلُعُ بَعْدَ فَجْرٍ وَشَمْسِي تَطْلُعُ
بَعْدَ الْعِشَاءِ

ترجمہ: ایک ہمارا سورج ہے اور ایک دنیا کا سورج ہے۔ ہمارا سورج آسمان

کے سورج سے ارفع و اعلیٰ ہے، لوگوں کا سورج فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے اور مغرب کے بعد غروب ہو جاتا ہے مگر ہمارا سورج عشا کے بعد بھی چمکتا رہتا ہے۔ شاعرِ بارگاہِ رسالت حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

وَ اَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَ اَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ: یارسول اللہ آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور دیکھا، آپ سے زیادہ جمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں، گویا آپ کو یوں پیدا کیا گیا، جیسا آپ چاہتے تھے۔

حضور کی بے مثل وفا و عطا و علم

مشہور صحابی حضرت مالک ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مَا اِنْ رَاَيْتُ وَ لَا سَمِعْتُ بِوَاحِدٍ فِي النَّاسِ كُلِّهِمْ مُحَمَّدٍ
اَوْفٰى وَ اَعْطٰى لِلْجَزِيْلِ بِلَاجتد وَ مَتٰى تَشَاءُ يُخْبِرْكَ عَمَّا فِيْ غَدٍ

ترجمہ: میں نے تمام جہان کے لوگوں میں حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ دیکھا نہ سنا۔ سب سے زیادہ وفا کرنے والے اور سب سے زیادہ سائل کو عطا کرنے والے اور جب تو چاہے تجھے کل یعنی مستقبل کی خبر دینے والے۔

حدیث پاک میں ہے کہ فَقَالَ لَهُ خَيْرًا وَ كَسَاهُ حُلَّةً یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات خیر فرمائے اور خود حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حُلّہ پہنایا (الاصابہ: ۳)

جناب ابوطالب کے درج ذیل اشعارِ نعت صحابہ کرام میں زبان زدِ عام و خاص تھے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازحد پسند تھے۔

وَ اَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ
تَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ
فَهُمْ عِنْدَهٗ فِيْ نِعْمَةٍ وَ فَوَاضِلِ

ترجمہ: یہ گورے رنگ والے وہ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ ان کے چہرۂ مبارک کے صدقے سے بادل کا پانی مانگا جاتا ہے، یتیموں کے جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان۔ بنی ہاشم تباہی کے وقت ان کی بارگاہ میں آتے ہیں اور ان کے پاس نعمت و فضل بکثرت پاتے ہیں۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے شدید قحط سالی کی فریاد کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ اشعار عرض کئے۔ آخری شعر یہ تھا:

وَ لَيْسَ لَنَا اِلَّا اِلَيْكَ فِرَارُنَا
وَ اَيْنَ فِرَارُ الْخَلْقِ اِلَّا اِلَى الرُّسُلِ

ترجمہ: اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت کے وقت بھاگ کر جائیں اور مخلوق کو رسولوں کی بارگاہ کے سوا جائے پناہ اور ہے ہی کہاں؟۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی سے منبر پر جلوہ افروز ہو کر اپنے رب عزوجل سے بارش کی دعا کی۔ ابھی ہاتھ مبارک جھکے نہیں تھے کہ آسمان اپنی بجلیوں سے اُمڈا۔ اب بیرونِ شہر کے لوگ فریاد کرتے آئے کہ یارسول اللہ ہم ڈوبے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حَوَالَيْنَا لَا عَلَيْنَا ہمارے گرد برس، ہم پر نہ برس۔ فوراً بادل مدینے پر سے نکل گیا، اردگرد گھرا رہا۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے کہ

دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے۔ اور فرمایا، اللہ کے لیے ہے خوبی، ابوطالب زندہ ہوتے تو اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ کون ہے جو ہمیں اُن کے اشعار سنائے۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے یہی دو شعر سنائے۔ حضورؐ نے فرمایا، ہاں یہی شعر چاہتا تھا۔

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں استغاثہ و فریاد

غزوۂ حنین میں بنی ہوازن قیدی بنائے گئے تو حضرت زہیر رضی اللہ عنہ نے سردارانِ قبیلہ کی ترجمانی کرتے ہوئے قیدیوں کی آزادی کے لیے یوں فریاد کی؛

اُمْنُنْ عَلَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كَرَمٍ   فَإِنَّكَ الْمَرْءُ نَرْجُوْهُ وَنَدَّخِرُ
اُمْنُنْ عَلٰى بَيْضَةٍ قَدْ عَاقَهَا قَدَرٌ   مُشَتَّتٍ شَمْلُهَا فِيْ دَهْرِهَا غِيَرُ

ترجمہ، یارسول اللہ ہم پر احسان فرمائیے کیونکہ حضور ہی وہ شخصیت ہیں جن سے ہم اُمیدیں وابستہ کریں اور ذخیرہ بنائیں۔ یارسول اللہ احسان فرمائیے اس خاندان پر جس کی تقدیر آڑے آئی، جس کی جماعت منتشر ہو گئی اور جس کے زمانے کی حالتیں بدل گئیں۔

غزوۂ خیبر میں حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے ذیل کے اشعار پڑھے،

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا   وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَكَ مَا أَبْقَيْنَا   وَأَلْقِيَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا   وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغْنَيْنَا

ترجمہ، خدا گواہ ہے اگر حضور آپ نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ زکوٰۃ دیتے اور نہ نماز پڑھتے،

تو حضور ہم آپ پر فدا، جو ہمارے گناہ باقی ہیں انہیں بخش دیجئے اور ہم پر سکینہ اتاریے اور جب دشمن سے ہمارا سامنا ہو ہمیں ثابت قدم رکھیے، ہم حضور کے فضل سے بے نیاز نہیں۔ (بخاری شریف)

یاد رہے، امام قسطلانی نے بخاری شریف کی شرح ارشاد الساری میں تصریح فرمائی ہے کہ یہاں خطاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، خداوند کریم سے نہیں کیونکہ

کسی پر فدا ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر اس پر کوئی بلا یا تکلیف آئی ہے تو وہ اپنے اوپر لی جائے اور اس کی محافظت میں اپنی جان کی بازی لگا دی جائے۔ اس صورت میں اللہ عزوجل اس کلام کا مخاطب کیونکر ہو سکتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ سے مقصود اس کے نام پاک سے ابتدائے کلام ہے، اُسے پکارنا نہیں۔ ثابت قدم رکھنا اور سکینہ اُتارنے سے مراد یہ ہے کہ ان کے لیے دعا فرمائیں۔

توحید و رسالت کی گواہی کا مفہوم اور طلب شفاعت

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے تو ایک قصیدۂ نعت بھی نذر کیا جس میں مندرجہ ذیل اشعار بھی تھے،

فَأَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ   وَأَنَّكَ مَأْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ
وَأَنَّكَ أَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ شَفَاعَةً   إِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْأَكْرَمِيْنَ الْأَطَايِبِ
فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيْكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ   وَإِنْ كَانَ فِيْمَا جَاءَ شَيْبُ الذَّوَائِبِ
فَكُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ   سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

ترجمہ، سو میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اور بیشک آپ ہر غیب پر امین ہیں۔

اور بیشک اے بزرگوں اور پاکوں کے فرزندِ ارجمند، آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب رسولوں سے زیادہ حقدار ہیں کہ کسی کی شفاعت کریں۔

تو اے بہترین رسول، آپ کے پاس جو احکام آتے ہیں ہمیں ان کا امر فرمائیں اگرچہ اُن میں زُلفوں کا بڑھانا ہی کیوں نہ ہو۔

سو آپ اس دن میرے شفیع بنیں جس دن کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔ سواد بن قارب کو عذابِ الٰہی سے بچانے والا آپ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔

روایت میں ہے، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ یعنی یہ اشعار سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

خندہ فرمایا یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ (عینی شرح بخاری جلد ۱)

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

شاعرِ دربارِ رسالت حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَغَرُّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ	مِنَ اللّٰهِ مَشْهُوْدٌ يَلُوْحُ وَيُشْهَدُ
وَضَمَّ الْاِلٰهُ اسْمَ النَّبِيِّ اِلَى اسْمِهٖ	اِذْ قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ
وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ	فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدُ
نَبِيٌّ اَتَانَا بَعْدَ يَأْسٍ وَفَتْرَةٍ	مِنَ الرُّسُلِ وَالْاَوْثَانُ فِي الْاَرْضِ تُعْبَدُ

ترجمہ: یہ وہ ہیں جن پر مہرِ نبوت چمکتی ہے۔ اللہ کی طرف سے یہ شہادت ہے جو چمکتی ہے اور دیکھی جاتی ہے۔

اللہ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملا رکھا ہے جب پانچ وقت مؤذن اَشْهَدُ کہتا ہے۔

اللہ نے ان کے اعزاز کے طور پر انہیں اپنے نام میں نکال کر نام دیا ہے چنانچہ عرش والا محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔

یہ ایسے نبی ہیں جو ہمارے پاس ایک خوف اور رسولوں کے طویل وقفے کے بعد آئے ہیں اور اس وقت حال یہ تھا کہ زمین پر بت پوجے جا رہے تھے۔

نعت کے بعد حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم و انقلاب کی بات کر کے حمدِ خداوندی کی طرف رخ کرتے ہیں:

وَاَنْذَرَنَا نَارًا وَبَشَّرَ جَنَّةً	وَعَلَّمَنَا الْاِسْلَامَ فَاللّٰهَ نَحْمَدُ
وَاَنْتَ اِلٰهُ الْخَلْقِ رَبِّيْ وَخَالِقِيْ	بِذٰلِكَ مَا عُمِّرْتُ فِي النَّاسِ اَشْهَدُ
تَعَالَيْتَ رَبَّ النَّاسِ عَنْ قَوْلِ مَنْ دَعَا	سِوَاكَ اِلٰهًا اَنْتَ اَعْلٰى وَاَمْجَدُ
لَكَ الْخَلْقُ وَالنَّعْمَاءُ وَالْاَمْرُ كُلُّهٗ	فَاِيَّاكَ نَسْتَهْدِيْ وَاِيَّاكَ نَعْبُدُ

ترجمہ: اور انہوں نے آگ سے ڈرایا، جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام سکھایا

ہم اللہ کے شکر گزار ہیں۔

اے اللہ تو دنیا کا معبود ہے، میرا رب اور خالق ہے۔ جب تک میں لوگوں میں زندہ ہوں، اس کی شہادت دیتا رہوں گا۔

اے سارے انسانوں کے پروردگار تو ان کے اقوال سے بلند تر، اعلیٰ اور برتر ہے جو تیرے سوا کسی اور کو معبود بناتے ہیں۔

تو ہی پیدا کرنے والا، نعمت دینے والا اور حاکمِ مطلق ہے۔ ہم تجھی سے ہدایت چاہتے ہیں اور تیری ہی پرستش کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قوم جنات سے تعلق رکھتے تھے اور صحابیٔ رسول تھے کے قصیدہ جلیلہ سے چند اشعار بطور تبرک و نمونہ درج کئے جاتے ہیں:

فَاَنِخْ بِنَبِيِّ اِلٰهِ الْخَلْقِ	اَتَتْ بِفَضَائِلِهِ الْكُتُبُ
لِنَبِيٍّ هُدًى وَنَسِيْجِ تُقًى	فَبِذَاكَ تَدِيْنُ لَهُ الْعَرَبُ
بِمُحَمَّدٍ الْمَبْعُوْثِ وَذِي الْعَلَاتِ	مَنَازِلُهُ الرُّحُبُ
وَالْحَوْضُ لَهٗ وَالرُّكْنُ مَعًا	وَالْبَيْتُ وَمَكَّةُ وَالْحُجُبُ

ترجمہ: ٹھہر ٹھہر اے مسافر، ٹھہر قافلے کے اونٹوں کو بٹھا دے اور پیغمبرِ خداوندِ عالم کی خدمت میں حاضر ہو جس کے فضائل میں بہت سی کتابیں آئی ہیں۔

وہ جو ہدایت کرنے والا نبی ہے جس کا جامۂ وجود سراسر تقویٰ کے تاروں سے بنا ہوا ہے، جبھی تو سارا عرب اس کے دین کا جاں نثار اور اس کے نام کا وفادار ہے۔

وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو خدا کی طرف سے مبعوث ہیں، خوبیوں کے مالک ہیں جن کے مراتب نہایت ہی بلند اور وسیع ہیں۔

حوضِ کوثر بھی، رکن بھی، کعبہ بھی، مکہ بھی اور مخصوص نورانی پردے بھی انہی کی خاطر ہیں (وہ ان سب مقامات کے مالک ہیں)

پھر آگے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں:

لِتَجْبُرَ عَلَيَّ فَتُعْطِيَنِيْ بِشَرَائِعَ لَيْسَ لَهَا نُدُبُ
فَاللّٰهُ هَدَاكَ وَأَنْتَ هَدَيْتَ فَذَلَّ بِمِلَّتِكَ النُّصُبُ

ترجمہ: اے میرے داتا! میں حاضرِ خدمت ہوا ہوں کہ تو مجھے اپنی عنایت سے بے عیب شریعت عطا کر دے۔

خدا نے تجھے ہدایت دی ہے اور تو سب کا ہادی ہے۔ تیرے دین کے آگے تمام بُت سرنگوں ہو گئے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جذبہ قربانی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نعت کا ایک اہم مضمون، اظہارِ جذبہ جاں نثاری بھی ہے۔ یعنی وہ اپنے اشعار میں اپنی کل کائنات اپنے آقا و مولا، حضور احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء پر قربان کرنے کے عزم کا اظہار بھی کرتے رہتے تھے۔ آپ نے مجدد ملت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ کا یہ شعر تو سنا ہوگا

کروں تیرے نام پہ جان فدا نہ بس ایک جاں، دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

ایسے مضامین کی ابتدا بھی دورِ اول سے ہوئی ہے۔ چنانچہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر شہرۂ آفاق کی حیثیت رکھتا ہے؛

فَاِنَّ اَبِیْ وَ وَالِدَتِیْ وَ عِرْضِیْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

ترجمہ: سو میرا باپ، ماں اور عزت سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر قربان ہے۔

(اس شعر میں گستاخانِ رسول ؐ سے خطاب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمہیں جواب دیتے ہوئے میرا سب کچھ حضور پر قربان ہے)

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں جناب ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے تھے

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ
وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

ترجمہ: اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک دشمنوں کے حوالے نہیں کر سکتے جب تک ان کے گرد لڑ کر مر نہ جائیں اور ہم ان کے لیے اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جاتے ہیں۔

سوچئے وہ منظر کتنا حسین ہوگا جب خندق کھودتے وقت صحابہ کرامؓ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

ترجمہ: ہم وہ ہیں جنہوں نے بیعت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر کہ جب تک زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جواباً یہ دعا دیتے تھے؛

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَ الْمُهَاجِرَةِ

ترجمہ: خداوندا! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ سو انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما۔
(بخاری شریف)

نعتِ رسولِ کریمؐ وجہِ سکون و سُرور — نعتِ رسولِ کریمؐ کیفِ شرابِ طہور

نعتِ رسولِ کریمؐ آبِ زلالِ حیات — نعتِ رسولِ کریمؐ موجۂ دریائے نور

نعتِ رسولِ کریمؐ راحتِ قلب و جگر — نعتِ رسولِ کریمؐ سوز و گداز و سُرور

نعتِ رسولِ کریمؐ فکر و نظر کا کمال — نعتِ رسولِ کریمؐ عقل و خرد کا ظہور

نعتِ رسولِ کریمؐ گنجِ خلوص و یقیں — نعتِ رسولِ کریمؐ فقر و غنا کا وفور

نعتِ رسولِ کریمؐ زمزمۂ جانفروز — نعتِ رسولِ کریمؐ نغمگیِ صبحِ طور

نعتِ رسولِ کریمؐ وردِ لبِ جبرئیلؑ — نعتِ رسولِ کریمؐ لطفِ خدائے غفور

نعتِ رسولِ کریم حصنِ بقائے دوام — نعتِ رسولِ کریمؐ سلطنتِ بے ثغور

نعتِ رسولِ کریم سلسلۂ صبح و شام — نعتِ رسولِ کریمؐ کارِ سنین و شہور

نعتِ رسولِ کریم میری متاعِ حیات — نعتِ رسولِ کریمؐ دولتِ فہم و شعور

نعت مری آرزو، نعت مری جستجو

نعت مری زندگی نعت مری آبرو

خالد علیم (لاہور)

نعت کیا ہے؟

سیّد ریاض حسین شاہ

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت سرمایۂ اہلِ ایمان ہے اور محبت میں اظہارِ عقیدت، یادِ محبوب، بیانِ محسن، مبالغۂ وصف، مدحتِ خُلق، تحسینِ سیرت اور تذکارِ حلیہ فطری امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں جتنی وسعت ہے اس سے کہیں بڑھ کر ان کے چاہنے والوں کی کثرت ہے اور آپ کے چاہنے والے جس قدر مطلعِ موجود پر پھیلے ہوئے ہیں، اُس سے بہت بڑھ کر کائنات میں اُن کی عقیدتوں اور محبتوں کا نور بکھرا ہوا ہے۔ جس قدر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و مودت، عقیدت و تعلق، رابطہ و عشق موجود ہے، اُس سے کہیں زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن و حقیقت کی تعریف کی ضرورت ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و نعت اپنی جگہ عظمت مآب ہے لیکن یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس کے بغیر انسانیت کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں اور شاید محبت اور اظہارِ محبت کی انہی معنوی حقیقتوں کی نشان دہی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں فرمائی:

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین۔

(تم میں سے کسی ایک کا بھی ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے

ماں باپ، اپنی اولاد اور سب سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرنے والا نہ ہو۔)

عربی زبان میں بیانِ حُسن، اظہارِ عقیدت، اعترافِ حق وغیرہ کے لیے جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں وہ عموماً تعریف، مدح، ثنا، تحمید، توصیف، شکر اور نعت ہیں اور ان میں سے ہر ایک معنوی اعتبار سے ایک دوسرے کا مترادف بھی استعمال ہوتا ہے اور صنعت کے اعتبار سے متضاد بھی لایا جاتا ہے۔ بذاتِ خود حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں یہ تمام مادے مختلف مقامات پر استعمال کیے گئے ہیں لیکن کثرت کے ساتھ جو اصطلاح مدحِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں استعمال ہوئی ہے، وہ نعت ہے ——— عربی ادب میں اگرچہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدحیہ شہ پاروں کے لیے مدیح ونشید ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن "نعت" سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نثری یا شعری تعریف لی گئی ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں یہ صحابہ ہی سے مروی ہے کہ،

"یقول ناعتہٗ لم ار قبلہ ولا بعدہ"

نعت کیا ہے؟ اور اس کا لغوی معنی کیا ہے؟ اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ خود کن کن معنوں میں استعمال کیا ہے؟ ——— یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب حاصل کرنے کے بعد کسی حد تک نعت گوئی اور نعت فہمی کی ذمہ داری پوری کی جاسکتی ہے۔

"تاج العروس" میں علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں کہ "نعت" کا مادہ ن، ع اور ت ہے۔ یہ لفظ جب باب "فَتَحَ یَفْتَحُ" سے آئے تو اس کا معنی وصف ہوتا ہے اور باب "تَقَبَّلَ یَتَقَبَّلُ" سے آئے تو اس کا مطلب کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا ہوتا ہے۔ ابنِ کثیر کہتے ہیں کہ نعت کا تعلق بنیادی طور پر بیانِ حُسن سے ہوتا ہے اور اس لحاظ سے "وصف" اور نعت میں فرق یہ ہوتا ہے کہ وصف میں "حُسن وقبح" دونوں بیان کیے جاسکتے ہیں جبکہ نعت صرف اور صرف "حُسن" ہی کے بیان کے لیے آتی ہے۔ "ثعلب" نے نعت اور وصف میں یہ فرق بھی لکھا ہے کہ

نعت صرف ذی جسم کی ہوسکتی ہے اور توصیف کے لیے مشخصات ضروری نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ "اَللّٰہُ یُوْصَفُ وَلَا یُنْعَتُ" اللہ کی توصیف ہوتی ہے لیکن نعت نہیں، اس لیے کہ نعت میں تشخصات ضروری ہوتے ہیں۔

اظہری نے "نعت" کا معنی العتیق السباق" بھی لکھا ہے۔ اس لحاظ سے نعت صرف اُس ذات کی ہوسکے گی جو اللہ کی ذات کے بعد سب سے زیادہ قدیم اور اوصاف و کمالات میں سب سے آگے ہو اور ظاہر ہے کہ وہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

"لسانُ العرب" میں ابنِ منظور نے "نعت" کا معنی کسی ذات کا اپنی جنس کی دیگر انواع سے افضل ہونا لکھا۔ "صحاح" میں جوہری نے لکھا کہ نعت جس وقت باب "کَرُمَ یَکْرُمُ" سے آئے تو معنی اس کا چہرے کا حسین ہونا ہوتا ہے۔ اسی سے "نُعَیْتٌ" اسم علم بھی استعمال ہوتا ہے۔

ابنِ ماجہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے جس میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود لفظ "نعت" کو خواص بتانے کے معنوں میں استعمال فرمایا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں "نَعَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم من ذات الجنب ورسا وقسطاً وزیتاً یُلَدّ بہٖ"

حلیہ اور اوصاف بیان کرنے کے معنوں میں جامع ترمذی میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوبکرہ نے روایت نقل کی جس میں لفظِ نعت استعمال کیا گیا۔ خلاصۂ روایت یہ ہے کہ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے ماں باپ کا حال و حلیہ ہم سے بیان کیا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "نَعَتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَبَوَیْہِ" ——— وصف بیان کرنے کے لیے لفظِ نعت کا استعمال سننِ نسائی کی ایک حدیث میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے: "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم الشہر ھکذا وھکذا وصفق محمد بن عبید بیدیہ"

یتحتہا ثلاثاً"

مسندِ امام احمد بن حنبلؒ میں یہ لفظ تقریباً پندرہ مقامات پر استعمال ہوا ہے اور نعت کے قریباً سارے ہی معنوی مترادفات اور متضادات لائے گئے ہیں۔ البتہ ایک آدھ روایت ایسی بھی نقل کی گئی ہے جس میں بیانِ حُسن کے ساتھ ساتھ بیانِ قبح کا مفہوم بھی لفظِ نعت کے اندر سمویا معلوم ہوتا ہے۔ مسندِ امامؒ کے الفاظ "فجاءت علی النعت المکروہ" ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات اور حال حلیہ کے لیے لفظِ نعت غالباً سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے استعمال فرمایا۔ اور اسے امام ترمذیؒ نے شمائل میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا: "یقول ناعتہ لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ" اسی طرح سننِ دارمیؒ نے "کیف تجد نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ" لکھ کر لفظِ نعت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ خاص قرار دیا۔ سُنن ابی داؤد میں ابواب الدیات اور الصحیح للبخاری میں ابوابِ انبیا میں علی الترتیب "انہ لیس بالنعت اور لقیت عیسٰی، موسیٰ لنعتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں لفظِ نعت بیانِ احوال اور حُلیہ وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوا۔ اسی طرح یہ لفظ امام مسلمؒ نے اپنی جامع میں (باب الایمان) میں "نعت الیہ رجل متمعو" کی صورت میں نقل کیا۔ بعض صوفیار کے اقوال سے مترشح ہوتا ہے کہ نعت کا معنیٰ سفارش بھی آتا ہے۔ طبرانی کی ایک روایت میں نعت کا معنیٰ سفارش کرنا بھی لایا گیا ہے۔ عربی کی طرح فارسی زبان میں نعت کا لفظ اپنے عمومی مفہوم وصف بیانی اور خصوصی معنوں یعنی ثنائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اُردو میں اگرچہ معنیٰ وصف گوئی وغیرہ ہوتا ہے لیکن اب یہ لفظ صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات کے تذکرے کے ساتھ خاص ہو گیا ہے۔

لغت اور آثار و روایات کی مدد سے نعت کے جو مفاہیم و مطالب حاصل ہوئے، اُن کی ترتیب یہ ہے؛

الف: اوصاف بیان کرنا

ب: احوال بیان کرنا

ج: حُلیہ واضح کرنا

د: تعریف میں مبالغہ کرنا

ہ: سفارش کرنا

و: نقل کرنا یا نقل اُتارنا

ز: جوہر سامنے لانا

ح: کسی جنس کا اپنی انواع پر فضیلت ثابت کرنا

ط: خواص منکشف کرنا

ی: عمدہ صفات رکھنا

ک: کسی شے کا قدیم الاصل ہونا

ل: دوڑ میں آگے بڑھ جانا

م: صفت کو موصوف کے ساتھ ملانا

ن: ایک خاص نشان رکھنا

س: اور، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و تحمید بجا لانا

نعت کے مذکورہ صدر لغوی معانی و مطالب کی روشنی میں اصطلاحی نعت کا موضوع آسانی سے متعین کیا جا سکتا ہے۔ نعت کا مدار چونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مسعود ہے، اس اعتبار سے آپؐ کی ذات سے لے کر صفات تک، آپ کے افکار سے لے کر اعمال تک زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو نعت کا موضوع نہ بن سکتا ہو۔ اخلاق، سیرت، معجزات، غزوات، خطبات، عبادات، مناکحات، معاملات، معمولات، عادات، تعلیمات، سب تک نعت کا دامن پھیلا ہوا ہے۔ نعت کا تعلق چونکہ نثر اور شعر دونوں سے ہے، اس لیے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نعتیہ ورثہ بھی از حد بسیط ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دانی، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی فقہی معرکہ آرائیاں،

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنجیدہ تاریخ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متین فیصلے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علمی تبحّر، حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے قرآنی لہجے، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی سیاسی سوجھ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سپاہیانہ تاریخ، حضرت عبد الرحمٰن کا تہذیبی بانکپن، حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی پُرشوق شاعری، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے کفر سوز رجز، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی خطیبانہ آن بان، دراصل رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہی کی صورتیں ہیں۔ صحابہ کرامؓ کا یہ نعتیہ شوق ہی تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے لمحہ لمحہ کو انہوں نے شعر و ادب میں محفوظ کر لیا اور یہی اُن کا وہ ورثہ ہے جو قوموں کے عروج کا سبب بنا اور بجا طور پر انسانیت نے اُس سے جلا پائی اور قیامت تک یہ سلسلہ انسانیت کی تقدیر بدلتا رہے گا۔

نعت کے ضمن میں اس کا ایک اہم مادہ بحث شریعتِ مطہرہ کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ احکامِ شریعت کی روشنی میں اس موضوع پر بھی دو طرح گفتگو کی جا سکتی ہے۔ ایک تو ایمان کے ساتھ اس کے تعلق کی بحث ہے اور دوسرا جذبۂ ایثار و اطاعت اور عمل کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا، آپ کا ذکر کرنا، آپ پر درود و سلام پڑھنا، آپ کی سیرت کی جستجو کرنا، آپ کے میلانات اپنانا، آپ کی حیاتِ سعید کو سمجھنا، آپ کی دعوتِ کریمانہ کو سُننا، آپ کے ایک ایک عمل کو محفوظ کرنا اور آپ کے علمی اور دینی سرمایہ کو اگلی نسلوں کی طرف منتقل کرنا تقاضائے شریعت ہے، اور یہ سب کچھ نعت کا موضوع ہے۔ اس لحاظ سے نعت کہنا، نعت سُننا، نعت پسند کرنا شریعتِ مطہرہ کا اوّلین مقصود ہے اور قرآنِ مجید نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک انمٹ اور لازوال نقش ہے۔ نثر کے میدان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائق، بلند صفت اور عظیم صحابہؓ نے بلاشبہ یہ منشائے شریعت پورا کیا ہے۔ البتہ شعری نعت کے میدان میں محبتوں، عقیدتوں اور کیفیتوں کی بھرمار ہے۔ تلمیحات، استعارات اور تشبیہات کے آئینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب خوب

تعریف کی کوشش کی گئی ہے لیکن آپ کی سیرت و صورت، حُسن و جمال، رنگ و ادا، دعوت و تعلیم، صدق و امانت، تہذیب و صفات، سیاست و معاش، معجزات و آیات، عدالت و نجابت، حرب و ضرب، وقائع و سراپا، امانت و دیانت، جود و سخا، فضل و عنایت اور علم و حلم کو تاریخی ضرورتوں کے تحت دامنِ نعت میں سمونے کی بھرپور کوشش نہیں۔ ضرورت جوں کی توں موجود ہے کہ "شاہنامہ اسلام" کی طرز پر نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گراں بہا دولت شعر و ادب کے دامن میں محفوظ کی جائے۔

نعت کا دوسرا تعلق جذبۂ ایثار و عمل سے ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حُلیۂ اقدس، آپ کے ظاہر و باطن اور آپ کی سنّت و ادا کو ربِّ کریم نے انسانیت کے لیے واجب الاطاعت قرار دیا، گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مسعود کے مختلف پہلو جس وقت کلام میں جچیں تو یہ قولی نعت کی صورت بنتی ہے اور جس وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑنے والے آپ کی سنّتوں کو عمل میں محفوظ کر لیں تو یہ عملی نعت کی صورت بنتی ہے اور بلاشبہ انسانوں کی یہ اشد ذمہ داری ہے کہ وہ نعت کی اس قسم کی طرف بھی توجہ دیں اس لیے کہ ان کی اصل ذمہ داری یہی ہے۔ جہاں تک حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کا تعلق ہے تو وہ کوشش کی جا سکتی ہے، نعت گوئی کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا اور بلاشبہ یہ کوشش بھی پروانۂ نجات ملنے کے مترادف ہے۔

بقول غالب ہر نعت گو کو یہ کہنا ہی پڑتا ہے:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

نعت اور تاریخ کے اعتبار سے نعت کا مفہوم اگرچہ بحرِ بے کراں ہے لیکن عربی، فارسی، ہندی، اُردو، پنجابی، پشتو اور بنگالی بے شمار زبانوں کے ادب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا جو موزوں صورت میں ہو نعت کہلاتی ہے اور اہلِ فن کے نزدیک اس نوعیت کی نعت ایک مشکل صنف ہے۔

مولانا شاہ احمد رضا خان بریلویؒ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا،

"حقیقۃً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اس جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔"

اہلِ ادب کے نزدیک نعت کا مفہوم کچھ بھی کیوں نہ ہو اور اس کے لیے بحروں کے چناؤ میں کوئی بھی طریقہ استعمال کیا جائے ـــــ اصل ذوق، اہلِ محبت اور اہلِ عشق کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پھر اُن کی محبت میں رونا، رُلانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ستائش کرنا، آپ کی زیارت کے لیے بے تاب ہونا، دل کی تاروں پر زبان کی ہم آہنگی کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنا، اُن کے حکم پر تن من دھن وارنا، اُن کے ادب میں حفظِ قول و عمل بجا لانا سب نعت ہے اور اس لحاظ سے ہر مسلمان نعت گو ہے، نعت پسند ہے، نعت خواں ہے اور نعت گر ہے۔ کتاب و سنت کا تقاضا یہی ہے کہ دنیا کا ہر انسان حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ڈھل جائے۔

نعت کی تعریف

اظہر محمود

حضور سید ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و ثنا کو نعت کہتے ہیں۔ عرفِ عام میں ایسی ہر منظوم کوشش کو نعت کہا جاتا ہے لیکن اہلِ علم نے اس میں نظم کی قید نہیں لگائی۔ حضور آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والثنا کی مدحت و منقبت میں کہی گئی عبارات اور لکھے گئے ہر بیان کو وہ نظم میں ہو یا نثر میں نعت ہی سمجھا جاتا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید جو شعر کا مجموعہ نہیں ہے، نعت کا مجموعہ اول قرار پاتا ہے۔ بنت الاسلام لکھتی ہیں "مسلمانوں کو حضورؐ سے جو بے پناہ محبت تھی، اس نے اہلِ اسلام کی تمام زبانوں کے ادب میں ایک نئی صنف کا اضافہ کر دیا ہے جسے "نعت" کہا جاتا ہے اور جس کا مقصد یہی ہے کہ حضورؐ کے اوصافِ عالیہ بیان کیے جائیں اور اپنی محبت کا اظہار کیا جائے۔" [1]

سر شیخ عبد القادر نے بھی نعت کی بنیاد سرکار کی غلامی پر ناز اور مخلصانہ محبت کو قرار دیا۔ "ہمارے زندہ نبی حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک زندہ معجزہ یہ ہے کہ ہر ملک، ہر قوم اور ہر زمانے میں ان کے مدح سرا پیدا ہوتے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ کی جانب سے آپ کی ذاتِ ستودہ صفات کے ساتھ مخلصانہ محبت ہوتی ہے اور جو آپ کی غلامی پر نازاں ہوتے ہیں۔ ان میں سے جن کو نظم پر قدرت ہے، وہ اپنے دلی جذبات کا اظہار اشعار کے ذریعے سے کرتے ہیں۔" [2]

حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منظوم تعریف و توصیف و مدحت جتنی شعرائے اُردو نے کی ہے، اتنی کسی اور زبان میں نہیں ہوئی۔ اشرف بخاری نے اس

حقیقت کا اظہار یوں کیا ہے۔ "اُردو میں نعت کا جس قدر عظیم و کثیر ذخیرہ موجود ہے، مشرق کی بڑی بڑی زبانیں حتیٰ کہ عربی و فارسی بھی اس خصوص میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں"۔ ۳

نعت کی بنیاد آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی محبت و عقیدت ہے۔ اس حقیقت کو مختلف اہلِ علم و دانش نے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ سید محمد فاروق احمد قادری ابوالعلائیؒ کہتے ہیں۔ "درحقیقت نعتِ رسولؐ اُمتی اور رسولؐ کے درمیان مختصر ترین راستہ ہے"۔ ۴ قاری محمد مصلح الدین نعت کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ "کتنی پیاری صنف ہے یہ نعت گوئی، جو شاعر کے حواس کو محبوبؐ کے جلووں کی آماجگاہ بنا کر اس کے قلب و نگاہ کو تقدس کا درجہ عطا کرتی ہے"۔ ۵ (جسٹس) پیر محمد کرم شاہ الازہری اس حقیقت کو بالفاظِ دگر پیش کرتے ہیں۔ "جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں، درحقیقت وہ جمالِ محمدیؐ کے خالق کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہیں"۔ ۶

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی نعت کو شاعر کا ایسا جذبۂ عشق قرار دیتے ہیں جو سننے یا پڑھنے والوں تک کو اپنے احاطے میں لے لیتا ہے۔ کہتے ہیں۔ "نطق و بیان کی معراج ذکرِ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، خواہ یہ کسی صورت میں ہو۔ نعت، ذکرِ رسولؐ کی ایسی صورت ہے جو شاعر کے جذبۂ عشق کو دوسروں کا جذبہ بنا دیتا (دیتی) ہے"۔ ۷

ابوالاثر حفیظ جالندھری نے نعت کی عبادت کو اعترافِ عجز کا نام دیا ہے کیونکہ ثنائے خواجہؐ تو مرتبہ دانِ خواجہؐ ہی کر سکتا ہے اور وہ خالقِ کُل جل جلالہٗ ہے۔ باقی سب تو اُس کی سنت پر عمل کرتے ہیں، اس کے حکم پر دربارِ مصطفویؐ میں ہدیۂ درود و سلام پیش کرتے ہیں لیکن عجزِ فہم اور عجزِ بیان کے اعتراف کے ساتھ۔ ابوالاثر نے کہا۔ "حمد و نعت کا جس قدر لٹریچر چھپا ہے، اعترافِ عجز کے علاوہ اسے کیا نام دیا جا سکتا ہے..... البتہ اس اعتراف کا ثواب قیامت تک ترقی کرتا اور سنورتا چلا جائے گا، اور یہ ایک قسم کی عبادت ہے"۔ ۸ احسان دانش نے بھی یہی کچھ فرمایا۔ "یہ اہلِ عشق و شعور جس قدر نعتیں لکھتے ہیں، یہ تمام اظہارِ عجز ہے، اور بس۔ لیکن یہ اظہارِ عجز بھی بڑے کام کی چیز ہے کہ انسان

ایک ایک لفظ پر رحمت و شفاعت کا حق دار ہو جاتا ہے"۔ ۹ محمد فیروز شاہ اپنی نعتیہ شاعری کے متعلق لکھتے ہیں، "محبوبِ قلب و نظر کے بارے میں سوچتے ہوئے بھی کانپ اُٹھتا ہوں۔ خاک کا عالمِ پاک کے سردار سے ربط و رابطہ؟ تب میرے عمل کی ندامتیں اس کی رحمتوں سے حضور سوالی بنتی ہیں، تو لفظ ــــــ سچے لفظ تخلیق ہوتے ہیں"۔ ۱۰ اشتیاق احمد سے پوچھیے کہ نعت کیا ہے؟ ــــــ "نعت کسی صنفِ سخن کا نام نہیں۔ یہ تعلق، یہ رابطے اور گزارشِ احوال کا ایک ذریعہ ہے۔ ایسا ذریعہ جس سے معمولی غلام اور بردے آقائے دو جہاں کی کائناتِ کرم سے دامن بھرنے کے لیے اپنا رُخ متعین کرتے ہیں"۔ ۱۱

آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے کرم سے اپنا دامن بھرنا ہو تو ذکرِ سرکارؐ میں ڈوب کر دامن کو تر بھی کرنا پڑتا ہے۔ حافظ لدھیانوی کہتے ہیں۔ "جب خلوت میں روضۂ اقدس سے دوری اور مجبوری اشکوں کا روپ اختیار کر لیتی ہے تو ہر اشک نعت کے لہجے میں ڈھل جاتا ہے"۔ ۱۲ میرزا ادیب اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں "نعت ہر مسلمان کے اعماقِ قلب سے نکلی ہوئی ایک ایسی آواز ہے جو دامن میں عقیدت کی گرمی کے ساتھ ساتھ آنسوؤں کی نمی بھی لے آتی ہے"۔ ۱۳

افتخار اعظمی (مرتب)، نے اقبال سہیل کے مجموعۂ نعت "ارمغانِ حرم" کے مقدمے میں نعت کے دو عناصرِ ترکیبی کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں "نعت کے لیے صرف عقیدت ہی کافی نہیں بلکہ اسلام پر حکیمانہ نظر اور واقعات و روایات کے بارے میں صحیح علم بھی نہایت ضروری ہے۔ یہی دو عناصرِ ترکیبی ہیں جو فن کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر جب شاعرانہ پیکر میں آتے ہیں تو نعت ظہور میں آتی ہے"۔ ۱۴ شاہ معین الدین احمد ندوی نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے "حُبِ رسولؐ کے ساتھ نبوت کے اصلی کمالات اور کارنامول، اسلام کی صحیح روح، عہدِ رسالت کے واقعات اور آیات و احادیث سے واقفیت ضروری ہے جو کم شعرا کو ہوتی ہے۔ اس کے بغیر صحیح نعت گوئی ممکن نہیں ہے"۔ ۱۵

نعت کہنے والا جب تک اپنے مضامین کی بنیاد خدا و رسولِ خدا (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام و ارشادات کو نہیں بناتا، بعض صورتوں میں سزاوارِ عقوبت ہو سکتا ہے۔

جب تک قرآن و حدیث کی تعلیمات نعت گو کے پیشِ نظر نہ ہوں، اس سے غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔ حضور رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے مقام اور مرتبے سے فروتر کوئی بات ہو سکتی ہے اور اس کے اعمال حبط ہو سکتے ہیں۔

علمِ دین سے واقف ہونا نعت گوئی کے لیے بہت اہم ہے لیکن علم کو عقیدت، محبت، جذبے اور خلوص سے برتے بغیر بات نہیں بنتی۔ کرم حیدری کہتے ہیں "عمدہ نعت کہنے کے لیے علمِ دین کے ساتھ ساتھ خلوص اور جذبے میں توازن اور اعتدال ضروری ہے"۱۶۔ کوثر نیازی کہا کرتے ہیں "محض علم کے بل بوتے پر نعت کہو تو وہ جذبے سے خالی ہو گی اور محض جذبے کی بنا پر شعر کہو تو اس پر نعت کا اطلاق نہ ہو گا۔ گویا نعت کیا ہے، کارگہِ شیشہ گراں ہے۔ ذرا سی ٹھیس لگی اور آبگینہ ٹوٹ گیا۔ آب و آتش کو یکجا کرنا پھر آسان ہے مگر جذبہ اور علم کی آمیزش سے تعقل کے کامل شعور کو برقرار رکھتے ہوئے نعت کہنا کارے دارد"۱۷۔

احمد ندیم قاسمی غزل کے حوالے سے جذبے کو متحرک کرنے اور اس کے بعد کامیاب نعت کہنے کی بات کرتے ہیں "غزل کے شعر کے توسط سے انسان کے نازک ترین، عمیق ترین، لطیف ترین جذبے کو متحرک کرنا اصل بات ہے اور جب کوئی شاعر اس طرح کی غزل کہنے پر قدرت حاصل کر لے تو پھر نعت کہنے میں اسے آسانی بھی ہوتی ہے، لطف بھی آتا ہے، اور وہ کامیاب بھی ہوتا ہے"۱۸۔ لیکن حافظ لدھیانوی غزل اور نعت میں تفاوت کی بات چھیڑتے ہیں کہ "غزل کی شاعری محبوب کی مبالغہ آمیز قصیدہ نگاری کے سوا کچھ نہیں۔ نعت میں خیال کی پرواز محدود نظر آتی ہے، مضمون کی بلندی پست دکھائی دیتی ہے، قدرتِ کلام کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے۔ نعت گو کو ہمیشہ یہی احساس رہتا ہے کہ اس ذاتِ اقدس کے حضور کچھ نہ کہہ سکا"۱۹۔

آخر میں محمد ایوب مصنف "نوائے فردا" کی رائے کو بھی ملاحظہ فرمائیں، وہ کہتے ہیں "غزل اور دیگر اصنافِ سخن بالعموم عالمِ محسوسات اور عالمِ وہم و خیال میں محدود و محصور رہتے ہیں۔ نعت کو بھی ان عوالم سے مفر نہیں۔ لیکن اس کی پرواز ان

عوالم سے برتر مقام یعنی عالمِ امر تک ہوتی ہے۔ یہ مقام، مقامِ عشق و محبت ہے۔ عالمِ امر سے تراوش کردہ مضامین صحیح معنوں میں مذاقِ عشق و شانِ حسن کی آئینہ داری کرتے ہیں"۲۰۔

حواشی :

(۱) بنت الاسلام۔ زندگی بے بندگی شرمندگی، صریرِ منیر۔ ص ۱۰ (۲) فضل جالندھری معجزاتِ رسول، ص ۱ (۳) ادارہ علم و فن پاکستان پشاور۔ "خاصۂ خاصانِ رُسل"۔ ص ۲۱ (۴) ریاض سہروردی، سید محمد ریاض الدین۔ دیوانِ ریاض۔ ص ۸ (۵) مسرور کیفی۔ جمالِ حرم ص ۱۵ (۶) مسرور کیفی۔ مولائے کل۔ ص ۷ (۷) مسرور کیفی چراغِ حرا۔ ص ۹ (۸) مسرور بجنوری حمد و نعت۔ ص ۷ (۹) مسرور کیفی۔ ملجا و ماوا۔ (فلیپ) (۱۰) حفیظ تائب (مدیر) گلِ چیدہ نمبر ا۔ ص ۵۹ (۱۱) راجا رشید محمود۔ ورفعنا لک ذکرک۔ ص ۱۲۳ (۱۲) راسخ عرفانی۔ نسیمِ مِنیٰ (فلیپ) (۱۳) حافظ لدھیانوی رشید حضوری۔ ص ۱۶۰ (۱۴) اقبال سہیل۔ ارمغانِ حرم ص ۲۲ (۱۵) ارمغانِ حرم۔ ص ۷۰ (۱۶) کرم حیدری۔ نعم۔ ص ۸ (۱۷) اعظم چشتی۔ نیرِ اعظم۔ ص ۱۷ (۱۸) مسرور کیفی۔ مولائے کل۔ ص ۱۴، ۱۵ (۱۸) باقی صدیقی۔ زادِ سفر۔ ص ۸ (۱۹) حافظ لدھیانوی۔ ثنائے خواجہ۔ ص ۱۸، ۱۹ (۲۰) منظر الدین، حافظ۔ تجلیات۔ ص ۶۔

ہر ماہ لکھے گا جو محمد کا قصیدہ
لاہور سے نکلا ہے اک ایسا بھی جریدہ
سید بلال جعفر محمد (ملتان)

نعتِ احمدؐ ہے خدا کی حمد بھی

حمدِ صانع ہے ثنا مصنوع کی
نعتِ احمدؐ ہے خدا کی حمد بھی
نعت توصیفِ رسولؐ ہاشمی
درحقیقت فعلِ حق کی پیروی
نعت کا حق اور کس سے ہو ادا
کرچکا نعتِ نبیؐ ربِّ نبیؐ
بے محبت نعت کہنا ہے محال
یہ رعایت تو نہیں الفاظ کی
ہے محبت کی بنا کشفِ جمال
حُسن و خوبی سے مکمّل آگہی
نعت ہے تاثیرِ ادراکِ جمال
نعت ہے اشکِ عقیدت کی جھڑی
مستحق اس کا نہیں غیر از رسولؐ
نعت ہے مخصوص صنفِ شاعری
نعت کو کچھ شوق سے نسبت نہیں
بندگی ہے یہ سراسر بندگی
شمسؔ حق ہے نعت کی تنویر سے
ہے منوّر نعت گو کی زندگی

سید شمس الحق بخاری (حیدرآباد)

نعت کہنا ہو تو ....

نعت کیا ہے، درحقیقت حمدِ ربِ ذُوالجلال
نعت کیا ہے، رفعت وعظمت کی حدِّ اتّصال
نعت انسانی ذہانت کی درخشندہ مثال
نعت کے اجزائے ترکیبی ہیں حسّانؓ و بلالؓ

نعت سے بیدار ہو جاتی ہے روحِ کائنات
اس کے سائے میں اماں پاتی ہے انساں کی حیات

نعت تقدیسِ رسالت، نعت تکریمِ رسولؐ
نعت اسلامی ثقافت کا نمایندہ اُصول
نعت کے ہر لفظ پر ہوتا ہے رحمت کا نزول
نعت کی محفل میں شرکت بھی سعادت کا حصول

نعت کی تاریخ فکری طور پر سب سے قدیم
نعت گوئی کا سفر ہے اک صراطِ مستقیم

نعت فنِّ شاعری کا اک دمکتا آفتاب
نعت گلزارِ صداقت کا تر و تازہ گلاب
نعت اصنافِ سخن کا سب سے بہتر انتخاب
نعت الہامی صحیفہ، کا ئناتی انتساب

لیکن اس کے واسطے تائیدِ غیبی چاہیے
یعنی جیسے آپ ہیں توصیف ویسی چاہیے

نعت مہر و ماہ و انجم، نعت اک قندیلِ نور
نعت سے تابندہ ہو جاتا ہے انساں کا شعور
نعت سے ملتا ہے ذہن و دل کو روحانی سرور
نعت دربارِ رسالت میں پہنچتی ہے ضرور

نعت کہنا ہو تو دُہرائیں یہ مصرع بار بار
"با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار"

قمر الحق کانپوری (کراچی)

محبّتوں کی زباں

نعت کیا ہے؟ طہارتِ دل و جاں
نعت کیا ہے؟ محبتوں کی زباں

نعت ــــ نسبت کا اک قرینہ ہے
نعت ــــ شیرینیٔ زبان و بیاں

نعت ہے اک سپردگی کا عمل
نعت ــــ وجہِ ظہورِ ہر امکاں

ممکناتِ شہود کا باعث
غایتِ حق شعاریٔ انساں

اس سے تازہ دلی تمنّائیں
وجہِ لمعانِ ایزدی اذہاں

نعت ــــ جذبوں کی آنچ میں جلنا
نعت ــــ عطوفت کا ایک سرِ نہاں

نعت ــــ باطل کو نعرۂ پیکار
بُتکدے میں بلند بانگِ اذاں

نعت ــــ پیغامِ دوست کا تذکار
ناشکیبائیوں میں راحتِ جاں

اس سے صیقل ہے آئنہ دل کا
اس سے روشن ہے زیست کا عنواں

لفظِ ہر شعر روشنی کی لکیر
حرفِ ہر لفظ روشنی کا نشاں

نعت ــــ دل پر سماحتوں کی پھوار
ازدیادِ عقیدت و ایقاں

ہے نویدِ شعور و فکر و نظر
بہجتِ روح، زیست کا ارماں

پروفیسر غلام رسول عدیم (گوجرانوالہ)

خدا کی سنّت

نعت کیا ہے؟ نبیؐ کی مدحت ہے
نعت کیا ہے؟ کلیدِ جنت ہے

نعت کیا ہے؟ درِ شفاعت ہے
نعت کیا ہے؟ عروسِ رحمت ہے

نعت کیا ہے؟ ثواب پھلواری
نعت کیا ہے؟ بہارِ نکہت ہے

نعت کیا ہے؟ متین و پاک غزل
نعت کیا ہے؟ غرورِ اُمّت ہے

نعت کیا ہے؟ تہجّدِ شاعر
نعت کیا ہے؟ "سعی" عبادت ہے

نعت کیا ہے؟ ترانۂ درویش
نعت کیا ہے؟ ملنگ بجت ہے

نعت کیا ہے؟ ریاضتِ حسانؓ
نعت کیا ہے؟ سخن کرامت ہے

نعت کیا ہے؟ فقیر کا مشروب
نعت کیا ہے؟ ولی کا امرت ہے

نعت کیا ہے؟ خرد کا سرمایہ
نعت کیا ہے؟ جنوں کی دولت ہے

نعت کیا ہے؟ فقیہ کا نشہ
نعت کیا ہے؟ مئے شریعت ہے

نعت کیا ہے؟ ستائشِ مولاؐ
نعت کیا ہے؟ خدا کی سُنّت ہے

محمد شبیر افضل جعفری (جھنگ)

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نغمۂ جاں فزا ہے نعتِ رسولؐ
حاصلِ مدعا ہے نعتِ رسولؐ

درد کی روشنی عطا کر دی
ظلمتوں میں ضیا ہے نعتِ رسولؐ

قلبِ بے تاب کو سکوں بخشا
زیست کا آسرا ہے نعتِ رسولؐ

دردمندوں کی آبرو اس سے
آنسوؤں کی دعا ہے نعتِ رسولؐ

گلشنِ جاں میں ہے مہک اس کی
ایسی رنگیں ادا ہے نعتِ رسولؐ

قُرب کی لذتیں ہیں دوری میں
وہ حسیں سلسلہ ہے نعتِ رسولؐ

اس سے تازہ ہے وارداتِ دل
حُسنِ اشعار کا ہے نعتِ رسولؐ

ہے خیالوں میں ایک ہی صورت
صورتِ حق نما ہے نعتِ رسولؐ

قبر میں جس سے روشنی ہوگی
وہ چراغِ وفا ہے نعتِ رسولؐ

وصف کیسے بیان ہوں اس کے
کیسے لکھوں کہ کیا ہے نعتِ رسولؐ

اس سے پائی ہے روح نے معراج
سوز کی انتہا ہے نعتِ رسولؐ

آستاں عارفوں کی منزل ہے
عاشقوں کی صدا ہے نعتِ رسولؐ

ان کے دربارِ قدس میں حافظ
صورتِ التجا ہے نعتِ رسولؐ

حافظ لدھیانوی (فیصل آباد)

نعت کیا ہے؟

نعت کیا ہے، مدحتِ خیر البشرؐ، خیر الورٰی
نعت کیا ہے، دونوں عالم میں محمدؐ کی ثنا
نعت کیا ہے، روح و جاں میں گرمیٔ صلِّ علیٰ
نعت کیا ہے، دل کے آئینے میں عکسِ مصطفیٰؐ

کیا کہوں رعنائیوں کا کون سا انداز ہے
نغمۂ عشقِ رسولِ پاکؐ کا آغاز ہے

نعت کیا ہے سرمدی جذبات کی ترسیل ہے
نعت کیا ہے لاالٰہ کے نور کی ترتیل ہے
نعت کیا ہے قصرِ حُسن و عشق کی تکمیل ہے
نعت کیا ہے حکمِ ربّی کی فقط تعمیل ہے

رحمت و بخشش کی ارزانی ہے نعتِ مصطفیٰؐ
دیدہ و دل کی ثناخوانی ہے نعتِ مصطفیٰؐ

نعت کیا ہے عشق کے ساگر میں غرقابی کا نام
نعت کیا ہے میرے ہر جذبے کی سیرابی کا نام
نعت کیا ہے ہجر میں سانسوں کی بیتابی کا نام
نعت کیا ہے گنبدِ خضرا کی شادابی کا نام

نعت ہے بے آب صحراؤں میں پانی کی سبیل
نعت ہے اسمِ محمدؐ ہی کا اک نقشِ جمیل

نعت کیا ہے قریۂ نخوت کی ویرانی کا نام
نعت کیا ہے ملتِ بیضا کی سلطانی کا نام
نعت کیا ہے دست بستہ اُنؐ کی دربانی کا نام
نعت کیا ہے روضۂ اقدس پہ حیرانی کا نام

نعت ابوابِ محبت کا جلی عنوان ہے
ہم غلامانِ پیمبرؐ کی یہی پہچان ہے

نعت کیا ہے لب بہ لب طیبہ کے میخانے کا نام
نعت کیا ہے آنسوؤں کے رقص میں آنے کا نام
نعت کیا ہے لوحِ جاں پہ پھول بکھرانے کا نام
نعت کیا ہے اُنؐ کی چوکھٹ پر مچل جانے کا نام

نعت کہنے کے لیے دل پاک ہونا چاہیے
غرقِ اُلفت دیدۂ نمناک ہونا چاہیے

نعت کیا ہے وصفِ ختم المرسلینؐ کا تذکرہ
نعت کیا ہے عظمتِ نورِ مبیں کا تذکرہ
نعت کیا ہے نکہتوں کی سرزمیں کا تذکرہ
نعت کیا ہے سب حسینوں سے حسیں کا تذکرہ

دل کے بنجر کھیت میں کرنیں اُگا دیتی ہے نعت
نقشِ باطل کے جبینوں سے مٹا دیتی ہے نعت

نعت کیا ہے وادئ شعر و سخن کا افتخار
نعت کیا ہے خوشبوؤں کا صحنِ گلشن میں فشار
نعت کیا ہے رات کے پچھلے پہر کا انکسار
نعت کیا ہے اک عطائے رحمتِ پروردگار

دل کی ہر دھڑکن کہے یا مصطفیٰ تو نعت ہو
حکم دے میرے قلم کو حبِ خدا تو نعت ہو

(نامکمل)

ریاض حسین چودھری (سیالکوٹ)

نعت کیا ہے؟

نعت کیا ہے؟ سرورِ عالم کی سیرت کا بیاں
نعت کیا ہے؟ آپ کے لطف و محبت کا بیاں

نعت کیا ہے؟ مصلحِ انساں کے اوصافِ جمیل
نعت کیا ہے؟ مومنانہ فکر کی روشن دلیل

نعت کیا ہے؟ کیفِ حُبِ سرورِ دنیا و دیں
نعت کیا ہے؟ لازوال اک دولتِ حسنِ یقیں

نعت کیا ہے؟ مرسل و مرسل میں فرق و امتیاز
نعت کیا ہے؟ جادہ و منزل میں فرق و امتیاز

نعت کیا ہے؟ ذکرِ کردارِ محمد مصطفیٰؐ
نعت کیا ہے؟ حسنِ گفتارِ محمد مصطفیٰؐ

نعت کیا ہے؟ گلشنِ افکارِ ختم المرسلین
نعت کیا ہے؟ راہِ ہستی میں سراج السالکین

نعت کیا ہے؟ شمعِ سبحان الذی اسریٰ کی ہے
نعت کیا ہے؟ چاندنی اُس ناظرِ اقصیٰ کی ہے

نعت کیا ہے؟ داستانِ فاتحِ بدر و حنین
نعت کیا ہے؟ نکہتِ زلفِ امام القبلتین

نعت کیا ہے؟ اتباعِ حضرتِ حسانؓ ہے
نعت کیا ہے؟ موجِ کیفِ سورۂ رحمان ہے

جو اصولِ شرع کا پابند رہ سکتا نہیں
وہ محمد مصطفیٰؐ کی نعت کہہ سکتا نہیں

راغب مراد آبادی (کراچی)

حُسنِ کامل کی توصیف

نعت کیا ہے حُسن کے سردار جذبے کا جمال
چشمِ عشق و اشک سے دیکھے ہوئے منظر کی آل

نعت کیا ہے سُنّتِ پروردگارِ دو جہاں
خالق و مخلوق کے مابین ربطِ لازوال

نعت کیا ہے اِک تلاوت کربلائے عصر میں
ہر یزیدی دور پر غالب رہا جس کا جلال

نعت صادق چاہتوں کے باغ کا کِھلتا گلاب
حضرتِ حسّانؓ بن ثابت کا گلزارِ خیال

نعت نسبت کے سہانے نور کی صبحِ ظہور
شب کے تنہا موسموں میں گونجتی بانگِ بلالؓ

نعت دل کی بستیوں میں عہدِ خوشحالی کا راز
اِک عقیدت مندِ سرشاری کا شہرِ بے مثال

چارۂ بے چارگاں ہے زخم کا مرہم ہے نعت
اپنے آقاؐ سے عقیدت کا ہے عکسِ خوش خصال

سرزمینِ قلب میں سرسبزیوں کی فصل نعت
سبز گنبد کے سدا شاداب موسم سے وصال

حُسنِ کامل کی ازل سے تا ابد توصیف نعت
جس کے وردِ پاک سے فیروز کٹتے ہیں ملال

محمد فیروز شاہ (میانوالی)

حقیقتِ نعت

نعت کیا ہے؟ وہ تپشِ دل کا وفورِ اظہار
نعت کیا ہے؟ دلِ بے تاب کو سامانِ قرار

نعت کیا ہے؟ وہ نغمۂ شوق کی تسکیں کا چمن
جس سے ملتی ہے ہر اک گلشنِ ایماں کو بہار

نعت کیا ہے؟ وہ چمنِ دل کے لیے اذنِ حیات
جس سے ہوتی ہے ہر اک چشمِ بصیرت بیدار

نعت کیا ہے لبِ خاموش کا اعلانِ وجود
جس کا ہر لفظ ہے ایمان کے چہرے کا نکھار

نعت کیا ہے دمِ عیسیٰؑ کا بدل بہرِ خیال
جس سے جاگ اُٹھتے ہیں آئینۂ دل میں افکار

نعت ہے توبۂ آدمؑ کے لیے راہِ قبول
نعت ہے نوحؑ کی کشتی کے لیے اذنِ قرار

نعت ہے اصلِ اساس یدِ بیضائے کلیمؑ
جس سے ہو جاتے ہیں دل سحرِ جہاں سے بیزار

نعت ہے آتشِ نمرود کی سردی کا سبب
جو ہر اک شعلۂ باطل کو بنا دے گلزار

نعت ہے جذبۂ انصاف کا سینے میں فروش
جس کے آہنگِ دلآویز سے انساں کا وقار

نعت ہے سایۂ رحمت میں ضیا پاشیٔ نُور
جس کے صدقے میں ہوا کون و مکاں کا اظہار

نام ہے جن کے ہوا ذاتِ احد کا چرچا
دیکھ کر جن کو کیا سب نے خدا کا اقرار

جن کے ہاتھوں نے کیا پاک بتوں سے کعبہ
نقشِ پا جن کے ہوئے دہر میں توحید آثار

نعت ہے اُن کی ثنا خوانی کی جرأت کا نشاں
مدح خواں جن کا ہے قرآن میں ربِّ مختار

منزلت اُن کی ہے کیا پیشِ خدا، کیا کہیے
جبکہ جبریلؑ کا ہے اُن کے غلاموں میں شمار

قابَ قوسین تو ہے منزلِ اوّل اُن کی
ان کا انجامِ سفر سرحدِ ادراک سے پار

چشمِ خورشید ہے وا اُن کی نگہ کے باعث
خاکِ پا اُن کی ہوئی سُرمۂ چشمِ ابرار

اہلِ ایماں کا ہے بس اُن کے کرم پر تکیہ
آبروِ مندِ جہاں ہیں انہی کے انصار

تختِ لولاک کی زینت ہے انہی کے دم سے
ان کے باعث ہی سجا رحمتِ حق کا دربار

دوست اُن کے ہیں قرارِ دل و جانِ احباب
اُن کے دشمن سے ہیں سب اہلِ مودّت بیزار

ذکر اُن کا ہے قرارِ دلِ مومن لیکن
نام لیتے ہوئے گھبراتے ہیں اُن کا اشرار

مُنکرِ نعت ہے اک نعش بلا گور و کفن
منکرِ نعت سے کس واسطے کیجے تکرار

نعت کہنا ہے خداوندِ دو عالم کی عطا
نعت سُننا ہے غلامانِ نبیؐ کا معیار

نعت گر دل میں نہ ہو حمدِ خدا بے معنیٰ
نعت ہے صیغۂ احمدؐ میں احد کا اقرار

نعت ہے فکرِ بشر کے لیے معراجِ شعور
نعت ہے ذکرِ محمدؐ میں فرشتوں کا شعار

نعت ہے آئینۂ عرضِ ہُنر کا جوہر
جس سے ہوتی ہے نظر نورِ بصیرت سے دوچار

نعت ہے آئنہ جاں کو جِلا شام و سحر
دور ہو جاتا ہے جس سے غمِ دنیا کا غبار

حاصلِ تجربۂ دہر یہی ہے سجّاد
جو نثارِ احمدِ مرسل پہ جہاں اس پہ نثار

سیّد سجّاد رضوی (لاہور)

نعت کیا ہے نعت کا مفہوم کیا

نعت، توصیفِ حبیبِ کبریا
نعت، مدحِ رہبرِ راہِ ہُدیٰ

نعت، عکسِ سیرتِ میرِ اُمم
نعت، عنوانِ ثنائے مصطفےٰ

نعت، توقیرِ کلامِ اہلِ فن
نعت، ذکرِ شافعِ روزِ جزا

نعت، درمانِ مریضِ حرص و آز
نعت، دردِ زندگانی کی دوا

نعت، کردارِ رسالت کی مہک
نعت، خوشبوئے خصالِ مجتبےٰ

نعت، ایقان و محبت کی دلیل
نعت، احساساتِ مومن کی صدا

نعت، شمعِ خلوتِ زہد و ورع
نعت، نورِ مشعلِ غارِ حرا

نعت، الفاظِ حسیں کا امتزاج
نعت، معراجِ قلم صلِّ علیٰ

سر بسر ناقص ہوں راسخ کیا کہوں
نعت کیا ہے نعت کا مفہوم کیا

راسخ عرفانی (گوجرانوالہ)

نعت

کیا بتائیں نثار، کیا ہے نعت
شاہِ کونین کی ثنا ہے نعت

ذکر اوصافِ مصطفےٰ ہے نعت
مدحِ محبوبِ کبریا ہے نعت

اُن کے حُسن و جمال کی مظہر
اُن کی سیرت کا آئنہ ہے نعت

نعت معراجِ عشقِ احمدؐ ہے
سربلندی کا راستہ ہے نعت

رومی، جامی، رضا ہو یا حسّان
قلبِ عشاق کی صدا ہے نعت

وہ محمدؐ ہیں، احمدؐ و محمود
اُن کے ناموں کا تذکرہ ہے نعت

اُن کی توصیف ہو تو کیسے ہو
ابتدا نعت، انتہا ہے نعت

نعت گوئی بھی عین عبادت ہے
اہلِ دانش کا مدعا ہے نعت

شاعرِ بزمِ مصطفےٰ ہوں نثار
اُن سے نسبت کا سلسلہ ہے نعت

اصغر نثار قریشی (لاہور)

نعت میں احترامِ رسالت کے تقاضے

ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی

مدح انسانی فطرت کی تاثر پذیری کا شعری اظہار ہے۔ فطرتِ سلیم حقوق آشنا ہوتی ہے۔ انسان میں یہ جذبہ ودیعت ہے کہ وہ محسنین کا بندۂ بے دام ہونے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ عبادت اسی جذبۂ انقیاد کا مظہر ہے۔ ارشاد ہوا۔ یَاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ۔ یعنی اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں تخلیق کیا ہے۔ تخلیق ایک عظیم نعمت ہے، وجود بخشی ایک احسان ہے جو دیگر انعامات و احسانات سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے اس پر سپاس گزاری بھی بھرپور اور مکمل ہونی چاہیے۔ عبادت زبان ہی سے نہیں ہر ہر عضوِ بدن سے مدحِ پروردگار ہے۔ نیک طینت محسن کے احسان کو نہیں بھولتے بلکہ ہمیشہ ممنونیت کے احساس کے ساتھ مدح سرا رہتے ہیں۔ مدح کیا ہے؟ اس کی سب سے عمدہ وضاحت صاحب الوسیط نے کی، کہتے ہیں:

"اَلْمَدْحُ ھُوَ الثَّنَاءُ عَلٰی ذِیْ شَانٍ بِمَا یَسْتَحْسِنُ مِنَ الْاَخْلَاقِ النَّفْسِیَّۃِ کَرَجَاحَۃِ الْعَقْلِ وَ الْعَدْلِ وَالْعِفَّۃِ وَ الشَّجَاعَۃِ"۔ ۲

"مدح صاحبِ شان ذات کے ذاتی اوصاف مثلاً عقل، عدل، عفت اور شجاعت میں برتری و عظمت کے حوالے سے پسندیدہ خصائص کی تعریف و توصیف ہے۔"

علی الجندی ناصف کے خیال کے مطابق مدح "تَصْوِیْرُ مَحَاسِنِ الْمَمْدُوْحِ بِالْقَوْلِ الْجَمِیْلِ تَصْوِیْرًا کَاشِفًا مُمَیِّزًا یَجْلِیْ شَخْصِیَّتَهٗ وَخَصَائِصَ نَفْسِهٖ فِیْ وُضُوْحٍ لَا یَشُوْبُهٗ اِبْهَامٌ وَلَا لُبْسٌ" ۳ مدح، ممدوح کے محاسن کی ایسی سچی تصویر ہے جو خوبصورت الفاظ میں ہو اور جس سے ممدوح کی شخصیت اور اُس کے ذاتی خصائص کی یوں وضاحت ہو کہ ابہام و التباس کی کوئی صورت نہ رہے۔ یہ مدح نگاری کا وہ مقام ہے جو قابلِ قدر بھی ہے اور انسانی فطرت کا اقتضا بھی لیکن بسا اوقات اس کا حق ادا نہیں ہوتا۔ انسان جب احسنِ تقویم ؎ کے بلند تر مقام سے اسفل السافلین ؎ کے انحطاط کی طرف اُترنے لگتا ہے تو اس کا طرزِ فکر و ذہنی بدلتا ہے اور زاویۂ نگاہ بھی، جس سے حقائق کا چہرہ دھندلا جاتا ہے اور اُس کی نظر گردوپیش کے وقتی اور ہیجانی مغالطوں کی اسیر ہو جاتی ہے۔ عامر مدح میں سوچ کی ناپختگی اور خیال کی نادرستی راہ پانے لگتی ہے۔ وقتی مصلحتیں اور مادی حوائج مدح میں ابتذال کا تعفن پیدا کر دیتے ہیں۔ مدح نگاری کاروبار اور جنس فروخت ہوتی ہے اور ہر کہ و مہ جسے وزن و قوافی کی کچھ سُدھ بُدھ ہو مدح نگاری کو حصولِ رزق کا ذریعہ بنا لیتا ہے۔ کم ظرف مدّاح اور غیر مستحق ممدوح ہوتے ہیں۔ یہ مدح کا ارذل ترین مقام ہے۔ ایسے مدّاحین کے منہ میں خاک ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں، "اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَحْثُوَ فِیْ اَفْوَاهِ الْمَدَّاحِیْنَ التُّرَابَ" ؎ یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مدّاحین کے منہ میں مٹی بھرنے کا حکم دیا۔ اس تہدید اور انتباہ کا مقصد مدح میں معتدل روش اور حقائق آشنائی کی عادت کو رائج کرنا تھا۔ اس لیے کہ مدح انسانی فطرت کا تقاضا ہے اسے بہر حال جاری رہنا چاہیے۔ بلکہ بعض روایات میں اس کی ترغیب کا اشارہ بھی موجود ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: "مَنْ لَّا یَشْکُرُ النَّاسَ لَا یَشْکُرُ اللّٰهَ" ؎ "جو لوگوں کا شکریہ

ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر نہیں کرتا۔" بندوں کے حُسنِ سلوک کے جواب میں شکر گزاری کی عادت انسان کو اپنے خالق کے سامنے سر نگوں ہونے کی ترغیب دے گی یہی شکر گزاری شعر کے قالب میں ڈھلے تو مدح بنتی ہے اور ایسی مدح ہی حمد کی تمہید ہوتی ہے۔ جب عمومی مدح نگاری میں اس قدر حد بندی ہے اور احتیاط کا حکم ہے تو مدحِ سرورِ کائنات ؐ جو مدح کا برتر مقام ہے میں کیسی احتیاط درکار ہوگی۔ مدحِ خواجۂ گردوں پناہ میں صداقت شعاری ضروری ہی نہیں فرض ہے، یہ تذکرہ کائنات کے سب سے بڑے "صادق" کا ہے جو صداقت کا پیغامبر بھی ہے اور صداقت شعاری کا اعلیٰ ترین اُسوہ بھی۔ اس لیے مدّاحین کے لیے قدم قدم پر احتیاط لازم ہے کہ یہاں صرف ایک صنفِ سخن کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کا ہی مسئلہ نہیں، اپنے ایمان کی سالمیت کا بھی سوال ہے، ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پایاں عظمت اور مقامِ نبوت کی بے حدوحساب رفعت پروازِ خیال کے لیے مہمیز ہے مگر ہر جنبش پر محاسبہ درکار ہے۔ ذاتِ گرامی کا ہم صفت موصوف ہونا سہولت بھی بہم پہنچاتا ہے اور راستے کی مشکلات کی خبر بھی دیتا ہے اور افراط و تفریط کی حد بندی نے اسے کو پلِ صراط بنا دیا ہے جہاں بڑے بڑوں کے قدم لرز گئے ہیں۔

مدحِ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اصنافِ سخن کے حوالے سے مدح کا حصہ ہے مگر اپنی مخصوص ہیئت اور عناصرِ ترکیبی کے لحاظ سے ایک بلند تر صنفِ سخن ہے۔ یہ خالص جذبوں اور معطر خیالات کا وہ حسین مرقع ہے جو سراسر محترم و مقدس ہے۔ یہ مدح نگار کے ضمیر کی آواز ہے، یہ عام مدیح کی طرح نہ آسان ہے اور نہ ہر کسی کے بس کی بات، تاریخ گواہ ہے کہ وہ شعراء جو ہر کس و ناکس کی مدح میں مبالغے اور غلو کی تمام حدود پار کر رہے تھے اور جنہیں رائی کا پہاڑ بنانے کا فن آتا تھا، مدحِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ایسے ژولیدہ بیان ثابت ہوئے کہ ایک شعر بھی نہ کہہ سکے سفلی جذبات اور مادی خواہشات کے اسیر اس روحانی سربلندی کے قابل نہ ٹھہرے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مدحِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلوب عام مدیح سے قطعاً

مختلف ہے۔ اس لیے اسے عام مدحیہ شاعری کا جزو خیال کرنا اور اسی کے پیمانوں سے ماپنا اس فنِ شریف سے انصاف نہ ہوگا، یہی تقاضا اسے مدح سے برتر مقام دیتا ہے اور مدح کے عمومی نام سے مختلف اصطلاح کے استعمال کی دعوت دیتا ہے، وہ اصطلاح جو بلند تر بھی ہے اور اس صنفِ خاص کے لیے موزوں تر بھی، اس لیے ذاتِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے جو مدح نگاری ہوئی اسے "نعت" کا امتیازی نام دیا گیا ہے۔

بہتر ہوگا کہ نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند نمایاں امتیازات کا مختصر جائزہ لے لیا جائے تاکہ اس کے منفرد مقام کو سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

۱۔۔۔ ذاتِ ممدوح کے یکتا اور بے مثال ہونے کا اعتراف۔

نعت گو کثیر ہیں مگر مقصود و نظر ایک ذات ہے اس لیے مضامین نعت کی یکسانی کا احتمال ہے اور یہی نعت گو کا امتحان ہے کہ وہ اُس ذات کے تذکرے میں، جس کا ذکر ہر کہیں ہوتا رہا ہے، ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا، کون سا گوشہ منتخب کرے کہ مداحین کی جماعت کا ایک فرد ہوتے ہوئے بھی اپنی انفرادیت قائم کر سکے۔ ظاہر ہے کہ یہ انفرادیت اُس کی ذات کے ذاتِ ممدوح کے ساتھ کسی مخصوص حوالے ہی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ سورج ایک ہے اور اُس کی روشنی بھی ایک اکائی ہے مگر دیکھنے والی آنکھ کی صلاحیت اور نظر کا زاویہ اُسے مختلف رنگوں میں دیکھتا ہے۔ مدحِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ داخلی عزیز تر ہے اور اسی پر شعری عظمت اور بیان کی شوکت کا انحصار ہے۔ شاعر کا دل گداز نہ ہو، ذاتِ ممدوح دل میں صدر نشین نہ ہو اور اس کے جلوے دنیائے قلب میں عکس ریز نہ ہوں تو نعتیہ اشعار عروضی جمع تفریق بن کر رہ جاتے ہیں۔ جو نعت دل کی آواز نہ ہو اور دل پر اثر انداز نہ ہو، وہ ایک تکلف ہے، ایک روایت ہے اور بس۔

۲۔۔۔ ذاتِ ممدوح کے ہمہ صفت موصوف ہونے کا یقین۔

ممدوح اگرچہ ایک ہے مگر اُس ایک ذات کے اوصاف اس قدر لامحدود اور لامتناہی ہیں کہ بہت کچھ کہنے کے باوجود بہت کچھ کہنے کی گنجائش رہتی ہے، وہ ذاتِ اقدس افضلیت اور اکملیت کے اس بلند مقام پر فائز ہے کہ جس کے ورے کوئی اور وجہ شرف نہیں ہے کیونکہ ہر ممکن شرف اُن میں ہے اور ہر متصور حُسن اُنہیں عطا ہوا ہے۔ آپؐ کی ذات میں فی الواقع وہ کچھ ہے جو انسانی فکر کا حاصل ہے اس لیے یہاں شاعر کے تخیلات کے بلند پروازی سے زیادہ حقائق کے ادراک کا مسئلہ ہے۔ تخیل کی کار فرمائی بجا مگر اُس بارگاہِ عالی میں صفات شماری ایک قرینہ چاہتی ہے جس کے لیے تحقیق درکار ہے۔ مداحین پر لازم ہے کہ وہ نگارشات کی بنیاد حقائق پر رکھیں اور جبھی ممکن ہے کہ وہ نگارشات کی بنیاد حقائق پر رکھیں اور سیرت کے مطالعہ پر توجہ دیں گے۔

علامہ یوسف النبہانی (م ۱۳۴۵ھ) مطالعہ سیرت کی ضرورت کے بیان میں لکھتے ہیں:

"فیلزم من یرید مدحه صلی اللہ علیه وسلم
ان یقف علی اخباره و سیره و معجزاته و فضائله
الواردة فی الکتاب والسنة ...... حتی یحکی ما یستطیعه
منها فی شعره بعبارات فصیحة و اسالیب بلیغة"

"جو کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کرنا چاہے اُس پر لازم ہے کہ وہ آپؐ کے حالات، واقعاتِ سیرت، معجزات اور اُن فضائل کو جانے جو کتاب و سنت میں موجود ہیں۔ تاکہ حسبِ استطاعت اپنے اشعار میں فصیح عبارات اور بدیع اسلوب میں روایت کر سکے۔"

پھر کہتے ہیں:

"فالشاعر الماهر من مداحه علیه الصلوٰة والسلام
هو الذی یحفظ فضائله و شمائله و دلائله و سائر
کمالاته المحمدیة الحقیقیة و یحسن التعبیر عنها بکلامه"[8]

پس ماہر شاعر، مداحین میں سے وہ ہے جسے آپؐ کے فضائل، شمائل، دلائل اور کمالاتِ محمدیہ کے تمام حقیقی اوصاف یاد ہوں اور وہ اپنے کلام میں ان کی عمدہ تعبیر

پیش کر سکے۔

۳ — مدح میں اعترافِ عجز

ممدوحِ کائنات کے فضائل و خصائص اس قدر ہیں کہ نعت گو کو ایک وسیع میدان ہاتھ آتا ہے جہاں وہ اپنے خیالات اور تصورات کو بہمہ وجوہ مطمئن کر سکے۔ جائز خواہشات اور مشروع داعیات کا کوئی پہلو تشنۂ اظہار نہیں رہتا بلکہ قدم قدم پر اپنی تنگ دامنی کا احساس ہوتا ہے۔ ابنِ فارض (م ۶۳۲ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

أَرَىٰ كُلَّ مَدْحٍ فِي النَّبِيِّ مُقَصِّرًا ۔۔۔ وَإِنْ بَالَغَ الْمُثْنِي عَلَيْهِ وَأَكْثَرَا [9]

غلام علی آزاد بلگرامی (م ۱۲۰۰ھ) کا فیصلہ یہ ہے:

أوصافك الغراء هن كواكب ۔۔۔ إحصاءها أعيى لسان المنشد [10]

اسی لیے قافلہ سالارِ میدانِ نعت علامہ البوصیری (م ۶۹۶ھ) علیہ الرحمہ، اعترافِ عجز کا برملا اظہار کرتے ہیں:

فَإِنَّ فَضْلَ رَسُولِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهُ ۔۔۔ حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ [11]

شاعر کے لیے جذبات کے اظہار کا راستہ کھلا ہے، اُس پر لازم ہے کہ وہ ہر شرافت اور ہر عظمت آپ کی ذات سے منسوب کرتا ہے اور اس ثنا خوانی میں کسی کوتاہی یا دُوں ہمتی کا شکار نہ ہو۔

وَانْسُبْ إِلَىٰ ذَاتِهِ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ ۔۔۔ وَانْسُبْ إِلَىٰ قَدْرِهِ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمِ [12]

اسی وسعتِ مدح سرائی کی جانب علامہ المقری (م ۱۰۴۱ھ) نے اشارہ کیا تھا:

فَالْأَمْدَاحُ النَّبَوِيَّةُ ۔۔۔ بَحْرٌ لَا سَاحِلَ لَهُ [13]

کہ مدحِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا بحرِ بے کراں ہے جس کا کوئی ساحل نہیں ہے۔ اس بے کرانیٔ مدح کا سبب یہ ہے کہ یہ سنیتِ الٰہیہ ہے۔ مخلوق کی مدح کتنی بھی کثیر ہو خالق کی مدح سے کم تر اور انتہائی حد تک فروتر ہے۔ لسان الدین الخطیب (م ۷۷۶ھ) اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

أَيَرُومُ مَخْلُوقٌ ثَنَاءَكَ بَعْدَمَا ۔۔۔ أَثْنَىٰ عَلَىٰ أَخْلَاقِكَ الْخَلَّاقُ [14]

شیخ عبدالغنی النابلسی (م ۱۱۴۳ھ) نے اپنے دیوان "نفحة القبول فی مدحة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے خطبہ میں کہا ہے کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مدح و ثنا جو آپ کے مقام و مرتبہ کے مطابق ہو کسی مخلوق سے کبھی بھی ممکن نہیں ہے، اگرچہ فصاحت اور بلاغت کے نت نئے اقسام ایجاد کیے جائیں۔[15]

۴ — مبالغہ آرائی اور نعت۔

شاعر کو بعض اُمور میں نثر نگار سے زیادہ آزادی حاصل ہوتی ہے، اسے علمائے شعر 'ضرورتِ شعری' کہتے ہیں، لفظی ضرورت میں تقدیم و تاخیر، حذف و اضافہ، ترکیب و ترخیم اور اسی قسم کی دیگر ضرورتیں شامل ہیں۔ معنوی ضرورت میں شاعر کو تشبیہ و استعارہ کی جدت طرازی اور مبالغہ آفرینی کا حق حاصل ہے۔ شرط صرف سلیقے کی ہے کہ وہ تشبیہ و استعارہ استعمال کرے یا مبالغہ آرائی سے کام لے مگر کلام غیر مانوس اور مفہوم دور از کار نہ ہو جائے۔ مبالغہ کو شاعرانہ کذب بھی کہا جاتا ہے جو عام محاورے میں کذب کے مفہوم سے یکسر مختلف ہے۔ امیر حسن سجزیؒ (م ۷۳۶ھ) نے خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (م ۷۲۵ھ) سے شاعری میں مبالغہ آرائی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ایک مشہور کتاب کے حوالے سے جواب دیا "جھوٹ بولنا گناہ ہے لیکن وہ جھوٹ جو شعر میں بولا جائے اس میں گناہ نہیں۔"[16] اس سے مراد یہ ہے کہ یہ جھوٹ نہیں بلکہ گفتگو میں زور پیدا کرنے اور مفہوم کو واضح کرنے کے لیے چند استعاروں اور کچھ مبالغہ آرائی کا سہارا ہے اس کا استعمال دل نشیں ہو تو یہ قاری کو مسحور کرتا ہے اور حُسنِ شعر میں اضافہ کرتا ہے اور اگر استعمال ناقص ہو تو پھر مبالغہ پر کیا موقوف ہے، تشبیہ و استعارہ بھی خزف ریزوں کی طرح بدنما لگتے ہیں۔ مدح سرائی اُن ضابطوں کی پابند رہے جو ذاتِ ممدوح کے حوالے سے عاید کیے گئے ہیں تو مبالغہ آرائی بھی مستحسن ٹھہرے گی اور مدح بھی بے پایاں ہوگی، شریعتِ مطہرہ کے احکامات مدح سرائی کو وسیع جولاں گاہ مہیا کرتے ہیں جس میں تخیل

کو جرأتِ پرواز کی پوری آزادی حاصل ہوتی ہے مگر جب قلتِ مطالعہ اور ذاتِ ممدوح کے اوصاف سے بے خبری، فریب خوردگی کا سبب بنتی ہے تو قدم صراطِ مستقیم سے بھٹکنے لگتا ہے اور مبالغہ شخصیت کا ایسا مرقع پیش کرتا ہے جس میں توصیف کے بجائے تنقیص کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ یہ تجاوز عن الحد ہے، اس تجاوز کے دو بڑے مظہر ہیں۔

(ا) ایک یہ کہ عقیدت و محبت حدودِ شریعت میں نہیں رہتے اور ممدوح خیر البشر کے بجائے فوق البشر کے روپ میں نمودار ہوتا ہے، ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اُلوہی صفات تلاش کی جاتی ہیں، مبالغہ آرائی اگر بشری صفات میں احسن البشر اور افضل البشر ہونے کو واضح کرے تو مستحسن ہے اور اگر مبالغہ آرائی آپؐ کو الٰہ بنا دے تو مردود اور لائقِ اجتناب ہے۔ الوہیتِ مسیح علیہ السلام کا نظریہ اسی اندھی عقیدت کا کرشمہ ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے پناہ محبت اور گرویدگی کا مشاہدہ فرماتے تو اس خیال سے کہ کہیں مستقبل میں زمانی بُعد، شانِ رسالت میں غلو کا باعث نہ بن جائے ارشاد فرماتے:

"لا تطرونی کما أطرت النصاریٰ عیسی ابن مریم فإنما أنا عبدہ ولکن قولوا: عبد اللّٰہ ورسولہ"[17]

مجھے یوں نہ بڑھاؤ جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو بڑھا دیا۔ بے شک میں تو اللہ کا بندہ ہوں بلکہ کہو "اللہ کا بندہ اور اس کا رسول"۔

علامہ ابن حجر العسقلانی (م ٨٥٢ھ) حدیث کی وضاحت میں فرماتے ہیں "إنما نهاهم صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن مجاوزة الحد في المدح"[18]۔ "بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدح میں تجاوز عن الحد سے روکا ہے"۔

(ب) دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان ناموافق مسابقت کی کیفیت پیدا کی جائے۔ یہ درست ہے کہ آپؐ کو تمام کائنات کا راہبر و راہنما بنایا گیا[19] آپؐ کو انبیائے کرام کے امام بننے کا شرف حاصل ہوا[20]۔

آپؐ کی آمد پر تمام ادیان منسوخ قرار پائے[21]۔ اور آپؐ کو اُن خصائصِ خمسہ سے نوازا گیا جو کسی اور نبی کو عطا نہ ہوئے تھے[22]۔ مگر اس شرف و عظمت کے باوجود آپ نے یہ گوارا نہ کیا کہ آپ کی مدح کسی نبی کی تنقیص کا باعث بنے، چنانچہ متعدد مواقع پر تقابل اور تفاوق سے منع فرمایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برگزیدگی پر ایک یہودی اور مسلمان میں کشمکش ہوئی تو آپؐ ناراض ہوئے حتیٰ کہ غصہ آپؐ کے چہرے سے ہویدا تھا، فرمایا: "لَا تُفَضِّلُوْا بَیْنَ اَنْبِیَآءِ اللّٰہِ"[23]۔ ان تجاوزات سے بچتے ہوئے جو بھی مدح ہوگی مقبول ٹھہرے گی۔ نعت گو اکثر اس فرق کو ملحوظ رکھتے ہیں، اگرچہ یہ احتیاط انتہائی مشکل اور صبر آزما ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی (م ١٣٤٠ھ) علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں، اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر شاعر بڑھتا ہے تو اُلوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے"[24]۔

۵ — ادب و احترام۔

موضوع عظیم بھی ہے اور نازک بھی۔ عظیم اس لیے کہ یہ سب سے بڑے رسولؐ کی مدح ہے۔ اس سے نعت کہنے والے کے سماجی رویے اور معاشرتی نقطہ نظر کی وضاحت ہوتی ہے اور نازک یوں کہ یہاں جنبشِ لب یا لغزشِ قدم پر دنیا و عقبیٰ کی تباہی کا خطرہ ہے۔ نعت گو پر لازم ہے کہ وہ جذبات کے سیلِ رواں میں حقائق کو مسخ نہ کرے، دربارِ رسالت کی عظمت کا تصور ذہن نشین رہے اور شعوری طور پر یہ احساس رہے کہ وہ اُس دربار میں قصیدہ خواں ہے جہاں "جنبشِ لب خارج از آہنگِ خطا ہے" جو عرش سے نازک تر ہے اور جس کے آداب قرآنی تعلیمات کا حصہ ہیں۔ اس سلسلے میں چند تعلیمات یہ ہیں،

(ا) دربارِ نبوی میں آواز پست رہے، صوتی آہنگ عاجزانہ ہو۔

"لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ"[25] "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔"

(ب) طرزِ خطاب میں انکسار اور تواضع ہو۔

"وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ"[26]

"اور انہیں بلند آہنگ سے نہ پکارو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔"

(ج) پکار بے باکانہ نہ ہو کہ یہ سوءِ ادب ہے اور لائقِ اجتناب ہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ" یعنی "بے شک جو آپ کو کمروں سے ور سے پکارتے ہیں" ان کے بارے میں "اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ"[27] (ان میں سے اکثر بے عقل ہیں) کا فیصلہ دیا جا چکا ہے۔

(د) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکلنے کی کوشش مستحسن نہیں، قابلِ قدر رویہ ان کا تتبع کرنے کا ہے۔

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ"[28]

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ نکلو۔"

(ہ) اسمِ ذات سے ندا غیر محمود ہے، خود پروردگارِ عالم نے یوں نہیں پکارا ہے اس لیے اسماءِ صفات سے خطاب کرنا چاہیے جن کی کثیر تعداد قرآن احادیث میں موجود ہے۔

(و) صفاتِ الٰہیہ سے متصف نہ کیا جائے کہ یہ مدح نہیں سوءِ ادب ہے علامہ بوصیری کہتے ہیں:

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِيْ نَبِيِّهِمُ
وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمِ[29]

(ز) مقصود وہ ذاتِ گرامی ہے جسے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ"[30] (اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا) کی سربلندی اور "وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا"[31] (اور آپ پر اللہ کا فضلِ عظیم ہے) کی فضیلت حاصل ہے اس لیے اس رفعت و عظمت کا پاس رہنا چاہیے۔

(ح) ذاتِ اقدس کے متعلقین کی عزت و حرمت کا احساس دامن گیر رہنا ضروری ہے۔ ان کے حضور کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے جس سے ملالِ خاطر ہو، مدح میں عامیانہ رویہ ہرگز مناسب نہیں بلکہ گفتگو آپ کے مقامِ بلند کے مطابق رہے۔ ان متعلقین میں صحابہ کرام، اہلِ بیتِ اطہار اور امہات المومنین شامل ہیں۔ اس سلسلے میں "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ"[32] (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے) "قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى"[33] (کہہ دیجیے میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ اہلِ قرابت سے محبت کرو) "يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ"[34] (اے نبی کی ازواج تم کسی دوسری عورت کی طرح نہ ہو) کے فرامین پیشِ نظر رہنے چاہئیں۔ یہ اور اسی قبیل کے دیگر ارشادات مداحین کی حدود کا تعین کرتے ہیں تاکہ وہ افراط و تفریط سے بچ سکیں، انہی حدود و قیود کی وجہ سے مدحِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نازک ترین صنفِ سخن قرار پاتی ہے۔ عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا درست ادراک ہر کسی کے بس میں نہیں، اس کے لیے قلبی تعلق، روحانی رابطہ اور شریعتِ مطہرہ کی محبت درکار ہے۔ اظہارِ عقیدت کے لیے قوتِ اظہار کی صلاحیت کا ہونا بنیادی شرط ہے اسے ملکۂ شعر کہا جاتا ہے مگر اس کے ساتھ خیالات کا تزکیہ، اعمال کا تقویٰ اور خیالات و میلانات کا توازن بھی ضروری ہے اور مدح گوئی یا نعت

میں یہی مشکل ترین مرحلہ ہے۔

۶— نعت کا مقام و مرتبہ

نعت کی پذیرائی زیادہ تر دینی حلقوں میں ہوئی اس لیے عام ادبی حلقے اسے دینی ادب کا حصہ سمجھ کر علما و صوفیا کے لیے خاص قرار دیتے رہے۔ ادب کے ناقدین کے ہاں کسی ادبی تخلیق میں دینی عنصر کا وجود اسے دوسرے درجے کا ادب بنا دیتا ہے اس لیے ادبی حلقوں میں اسے نظر انداز کیا گیا۔ دوسری جانب دینی حلقے تھے، وہاں بھی اسے مناسب مقام نہ ملا۔ اُن کے ہاں نعتیہ شاعری صرف وقتی آسودگی اور قلبی بے قراری کے لیے لمحاتی قرار کا باعث رہی۔ نعتیہ شاعری کے فنی جائزے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خوش عقیدگی اور خوفِ فسادِ خلق بھی ہے کہ ایسے مقدس کلمات کو کیسے نقد و نظر کے تختے پر چُن دیا جائے۔ اس وجہ سے نعتیہ ادب کا باقاعدہ اور سنجیدہ فنی محاکمہ نہ ہوا، جو رائے بھی قائم ہوئی وہ مفروضوں پر مبنی رہی۔

نعت کی شعری حیثیت کو خود نعت گو حضرات کے طرزِ عمل سے بھی نقصان پہنچا۔ شعری صلاحیت رکھنے والے عموماً وہ لوگ تھے جو دینی حلقوں میں قابلِ احترام شخصیتوں کے مالک تھے، وہ لوگ دربارِ نبویؐ کی نزاکتوں کو سمجھتے تھے اور شاعری کے رموز و غوامض کو بھی، مگر وہ نعت کو اپنے ضمیر کی آواز اور اپنی عقیدت کا اظہار جان کر اس کی نمائش مستحسن نہ سمجھتے تھے۔ وہ ڈرتے تھے کہ یہ جذبہ ریاکاری کی زد میں نہ آجائے۔ اس کے برعکس وہ اصحاب تھے جنہیں شعر اور جذبۂ شعر پہ دسترس حاصل نہ تھی، یا اگر جذبہ تھا بھی تو اس کے شعری اظہار کی صلاحیت نہ تھی۔ بدقسمتی سے یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ ارادت کا اظہار شعر کے بغیر نہیں ہو سکتا، اس طرح ہر وہ شخص جو وزن و قوافی کی عامیانہ سی شُدبُد بھی رکھتا تھا شعر کہنے لگا۔ عوام نے محبت سے انہیں سُنا، اور یوں یہ شعوری کوشش جو زیادہ تر تصنّع کے ذیل میں آتی تھی مقبول ہوتی گئی۔ ایسے محنت کش لوگ اپنی محنت کو ضائع بھی نہیں ہونے دیتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا

کہ ایسا کلام محفوظ ہوتا گیا، درجہ دوم یا اس سے کم تر شعرا کی علما کی طرف سے تائید نے انہیں اور حوصلہ عطا کر دیا۔ نعتیہ شاعری کے ذخیرہ کا احصا کیا جائے تو ایسی شاعری کا بہت سا حصہ موجود ملے گا۔ نعت کہنا ایک توفیق ہے، نیک عمل ہے مگر اس

الغرض نعت میں شعری لوازم کا خیال اور ذاتِ ممدوح کے مرتبے و مقام کا ادراک نعت کو ادبِ عالیہ میں برتر مقام عطا کرتا ہے۔ نعت ایمان کی جان اور عقیدت کا حوالہ ہے اس لیے ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا احساس رہنا چاہیے اور منصبِ رسالت کی بلندیوں کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ احترامِ رسالت کے تقاضے نعت کو محبتوں کا گلدستہ اور نجات کا وسیلہ بنا دیتے ہیں۔ یہ عرش سے نازک مقام ہے اس لیے 'ادب' کا قرینہ چاہیے۔ ایسا قرینہ قبولیت کی علامت بن جاتا ہے اور کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ یا امام بوصیری علیہ الرحمۃ کی حاشیہ برداری کا اہل بن جاتا ہے۔ یہ شاعری کی معراج ہے جس کے لیے دل کا گداز، نظر کی طہارت اور لب و لہجہ کی زیبائی درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ رحمت سے ہی یہ بلند مقام حاصل ہوتا ہے۔ الحمد للہ کہ یہ دور نعت کا دور ہے، انسان جوں جوں بین الاقوامی معاشرت کی طرف بڑھ رہا ہے ادب بھی آفاقیت آشنا ہوتا جا رہا ہے۔ دنیائے فن کی ہم نظری کا سب سے بڑا مظہر نعت ہے اس لیے کہ یہ آفاقی ادب ہے۔ یہ وہ مقامِ اتصال ہے جہاں اجنبیت کا احساس مٹ جاتا ہے اور توحیدِ انسانی کی خواہش پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ اللہ کرے انسان اس سلکِ وحدت کو تھام لے اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتوں کا حق دار بن جائے۔ آمین۔

حواشی :

(١) البقرہ: ٢١ (٢) الوسیط فی الادب العربی و تاریخہ ص: ٢٨ (٣) الدین والاخلاق فی شعر شوقی ص: ٥١ (٤) التین: ٢ (٥) التین: ٥ (٦) جامع الترمذی ابواب الزھد باب کراھیۃ المدحۃ ص: ٥٥ (٧) جامع الترمذی باب ما جاء فی الشکر لمن أحسن الیک ص: ٢٥ (٨) المجموعۃ النبھانیۃ الجلد الاول ص: ٨ (٩) المجموعۃ النبھانیۃ الجلد الثانی ص: ١٣٢ (١٠) دیوان ثالث غلوم علی أزاد ص: ٦ (١١) قصیدہ بُردہ (١٢) حوالہ مذکورہ (١٣) نفخ الطیب الجزء العاشر ص: ٢٥٩ (١٤) نفخ الطیب الجزء السابع ص: ٩٣ (١٥) المجموعۃ النبھانیۃ الجلد الاول ص: ٦ (١٦) فوائد الفوا د (اردو) ص: ٤٦٢ (١٧) صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالٰی واذکر فی الکتب مریم المجلد الاول عن عمر بن الخطابؓ (١٨) فتح الباری فی شرح البخاری الجزء السابع ص: ٣٠٠ (١٩) انا سید ولد ادم، طبقات ابن سعد الجزء الاول ص: ٢٠ (٢٠) سنن نسائی کتاب الصلوٰۃ باب فرض الصلوٰۃ عن انس بن مالک ص: ٨٧ (٢١) لیظھرہ علی الدین کلہ، سورۃ التوبۃ: ٣٣ (٢٢) صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب قول النبیؐ جعلت الارض مسجداً وطھوراً، المجلد الاول عن جابر بن عبد اللہ (٢٣) صحیح البخاری باب قول اللہ تعالٰی: ان یونس لمن المرسلین المجلد الاول عن ابی ھریرۃ (٢٤) الملفوظ حصہ دوم ص: ٣ (٢٥) الحجرات: ٢- (٢٦) حوالہ مذکورہ (٢٧) الحجرات: ٣ (٢٨) الحجرات: ١ (٢٩) قصیدہ بردہ (٣٠) الانشراح: ٣ (٣١) النساء: ١١٣ (٣٢) المائدہ: ١١٩ (٣٣) الشوریٰ: ٢٣ (٣٤) الاحزاب: ٣٢

آشوبِ عصر اور نعت

ابو فہر ملک شیبانی

اردو ادب میں شاعری اپنی اثر پذیری اور جذبات کی ترجمانی کی وجہ سے ہمیشہ پُرکشش رہی ہے۔ دار و رسن کے قصے ہوں یا عشق و محبت کی حکایتیں، شعر نے اپنی جلوہ گری کے جوہر دکھائے ہیں کہیں گلوں کی رعنائی سے دلِ مضطر کو تسکین و راحت عطا کی ہے تو کہیں عشق کی آگ بھڑکا کر قلب و نظر میں اضطراب پیدا کیا ہے۔ یہ شاعری کی بوقلمونی ہے جو کبھی نغمہ بن کر سازِ دل پر مضراب بنی اور کبھی نوحہ بن کر آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات بنی۔ حالاتِ عصر نے شعر کو مختلف موضوعات سے نوازا اور شعرائے کرام نے عصری آگہی کے تقاضے اپنے جذبات کی آنچ اور تخیّل کی پرواز سے پورے کیے کسی دور میں ایک صنف اگر شاداب دکھائی دیتی ہے تو دوسرے ہی مرحلے میں دوسری صنف مہتاب نظر آتی ہے مگر ان سب ادوار میں جو صنف اپنے موضوع کے لحاظ سے بتدریج ترقی کی منزلیں طے کرتی رہی وہ نعت کی صنف ہے جس نے متقدمین سے لے کر متاخرین تک اور دورِ جدید تک ایسے گلہائے مدح ترتیب دیے ہیں کہ "ہر گُلے را رنگ و بوئے دیگر است" کے مصداق اس کی عظمت کو چار چاند لگائے ہیں۔

اُردو شاعری میں نعت گوئی کی تاریخ کا جائزہ لیں تو کس دور ہی سے نعت کی صنف ادب میں در آئی ہے تقریباً تمام شعرائے کرام نے تبرکاً مدحتِ رسول اکرمؐ سے اپنے دواوین کو زینت بخشی ہے پھر معراج نامے اور میلاد شریف کی محافل میں ترنم ریزیوں نے نعت کو پُرکشش بنایا۔ نعت گوئی کا یہ سلسلہ تقریباً محسن کاکوروی تک چلتا ہے۔ ان

ادوار کا احاطہ کیا جائے تو ایسے شعرائے کرام سامنے آتے ہیں جنہوں نے نعت کی صنف کو وُسعت دی۔ ولی دکنی، نوازش علی شیدا، کرامت علی شہیدی، مومن خان مومن، غلام امام شہید، شاد عظیم آبادی، امیر مینائی، میر اعظم علی شائق، صحوا ابوالعلائی محسن کاکوروی اور بیدم وارثی ایسے شعرائے کرام ہیں جنہوں نے خصوصاً نعت گوئی کی طرف توجہ دی۔ جمالِ محمدؐ ان شعرائے کرام کا محبوب و مرغوب موضوع رہا ہے۔ حضورِ اکرمؐ سے محبت کے اظہار اور مدینہ منورہ کی چاہت و جستجو اور درِ رسولؐ پر جان دینے کی تمنا نعت کی سرزمین کو سرسبز و شاداب کرنے والے موضوعات ہیں۔ جدید نعت گوئی کے دور سے قبل سراپا نگاری کا یہ دور حُسن و جمالِ رسولؐ کا مظہر ہے۔

جدید دور تقریباً جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء سے شروع کیا جاسکتا ہے۔ اور حقیقتاً اسی دور نے نعت کی صنف کو آشوبِ عصر سے آگاہ کیا۔ زمانے کے نامساعد حالات نے شعرائے کرام کو بھی متاثر کیا۔ خصوصاً مسلمانوں کی غلامی کی کیفیت اور مشرقی اقدار کی ناقدری نے جذبات واحساسات کے آبگینوں کو ٹھیس لگائی، اسلامی تعلیمات اور شعائر کی توڑ پھوڑ نے شعراء کو رسولِ اکرمؐ کی سیرتِ اقدس کی طرف راغب کیا۔ روایات کے اختتام کے ساتھ اس عہد کے جدید تقاضوں کے مطابق ہادیٔ برحقؐ کے اُسوۂ حسنہ کو خیالات کا موضوع بنانے کا رُجحان بڑھا اور یہ کیوں نہ ہو کہ آنجنابؐ کی شخصیت تو تمام دنیا کے لیے شمعِ ہدایت ہے جو صرف روح کو بالیدگی عطا نہیں کرتی بلکہ میدانِ عمل میں توانائی بخشتی ہے۔ اس دور سے نعتیہ شاعری کو ایک نئی قوت اور نئی جہت میسر آئی ہے جس نے شاعری کو ایک نیا جذبہ عطا کیا۔ وہ انفرادی کرب جو بعض شعراء کے کلام میں رچا بسا تھا، اب اجتماعی رُوپ دھار رہا تھا۔ برصغیر میں اسلامی اقدار پر ضربِ کاری لگ رہی تھی اور مسلمان مغربی چکاچوند کا اسیر ہو رہا تھا۔ مغلیہ دور کے زوال کے ساتھ مغربی تہذیب کا آسیب بڑھتا چلا آ رہا تھا اور مسلمان قوم اپنے اسلاف کی روایات سے دور ہو رہی تھی۔ اس کیفیت میں نعتیہ صنف میں سیرت نگاری اور استغاثہ نگاری کی طرف شعرائے کرام کا رخشِ قلم گامزن ہوا۔ اُردو ادب میں پہلی آواز جو سوز و گداز

سے لبریز گونجتی ہے، وہ حالیؔ کی انقلاب انگیز آواز ہے۔ حالیؔ نے آشوبِ عصر کا مشاہدہ اپنی عمیق نظر سے کیا تھا۔ مسلمانوں کی زبوں حالی اور جنگِ آزادی میں ناکامی کے جگر گداز واقعات نے حالیؔ کے جذبات کو شعلۂ مستعجل بنا دیا تھا۔ حالی نے اپنی پُرسوز آواز میں مسلمان قوم کو بھولی ہوئی منزل کا پتا بتایا اور اُنہیں یاد دلایا کہ کس طرح اسلام کی دعوت سرورِ کونینؐ نے اپنے حوصلے اور صبر و جاں سپاری سے عرب و عجم میں پہنچائی۔ اس دور کی تہذیب اور اخلاق کا نقشہ کھینچ کر عصرِ حاضر کے درد و کرب کا مداوا پیش کیا ؎

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا　　مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا　　وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ　　غلاموں کا والی، یتیموں کا مولا

مسلمانوں کی بے بسی اور بے کسی کی حالت حالیؔ کے حسّاس دل پر اثر کرتی دکھائی دیتی ہے نعت کی صنف میں اس درد و کرب کی جھلک دکھائی دیتی ہے اور شاعر بلبلا اُٹھتا ہے۔ حالیؔ کے اس شعر کو اُس دور کا نوحہ بلکہ شہر آشوب کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

؎ اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

حالیؔ نے اُمت کے غم کی دولت عطا کر کے نعت کی زمین کو زرخیز بنایا ہے اور اس پُر درد کیفیت کو نعت نگاری کا پُرتاثیر موضوع بنا دیا ہے۔

برصغیر میں انگریز کی عملداری کے ساتھ مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے۔ پھر دیگر مسلم ممالک بھی مغربی یلغار کی زد میں آ گئے اور اس طرح دنیا بھر میں مسلمانوں کی زبوں حالی حساس طبائع کو خون کے آنسو رُلانے لگی۔ اردو ادب میں ایسی بہت سی آوازیں گونجیں لیکن نعت کی صنف کے پُراثر اشعار جن شعرائے کرام نے کہے ان میں احمد رضا خان بریلوی، علامہ اقبال اور ظفر علی خاں کے اسمائے گرامی ماہِ درخشاں کی طرح

جھلکتے ہیں۔ اقبال نے اگرچہ نعتیہ صنف کو روایت کی شکل میں نہیں اپنایا مگر عشقِ رسولؐ ان کی رگ و پے میں جاری و ساری ہے۔ حالی نے جس قوم کا نوحہ پیش کیا اور مسلمانوں کو ماضی کی روایاتِ درخشندہ سے روشناس کرانے کی بھرپور کوشش کی، اقبال نے اُمتِ مسلمہ کو جذبۂ حریت سے سرشار کرانے کے لیے مختلف انداز میں سرورِ کائناتؐ کی سیرتِ مقدسہ کو پیش کر کے مسلمانوں کو جھنجوڑا۔ مغرب کی مسحورکن تہذیبی روایات کو اُمنڈتے ہوئے دیکھ کر اخلاقِ رسولؐ کی اثر پذیری کے پھول کھلائے اور ملت کی گرتی ہوئی حالت پر بے اختیار تڑپ اُٹھے۔

ـــہ شیرازہ ہُوا ملتِ مرحوم کا ابتر اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمدؐ آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

ان حالات نے اقبال کی حُبِ رسول کو مہمیز کیا اور مسلمانوں کی ابتر حالت نے انہیں اسوۂ حسنہ کی شمعِ ہدایت روشن کر کے مسلمانوں کو ادبار و ظلمت سے نکالنے کے لیے نورِ محبتِ محسنِ انسانیت کو پھیلانے کی جرأت عطا کی۔ اقبال کا یہی عشقِ مصطفیٰؐ اُن کے اشعار میں جرأت کا پیکر اور ہمت کا شناور ہے۔

اقبال ہی کے ہم عصر ظفر علی خان ہیں جن کے نعتیہ کلام میں یہی گداز ایک تڑپ بن کر اُبھرتا ہے۔ ظفر علی خان نے اسی بیسوی صدی کی پہلی چوتھائی کے بعد دنیا پر یاس کی چھائی ہوئی گھٹائیں عموماً اور مسلمانوں ممالک پر خصوصاً دیکھیں۔ اور مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر فریاد کناں ہوئے۔ قاری جب ان کے یہ اشعار پڑھتا ہے تو تڑپ اُٹھتا ہے۔

ـــہ اے قبلۂ دو عالم اے کعبۂ دو کون تیری دعا ہے حضرتِ باری میں مستجاب
یثرب کے سبز پردے سے باہر نکال کر دونوں دعا کے ہاتھ بصد کربِ اضطراب
حق سے یہ عرض کر کہ ترے نامزا غلام عقبیٰ میں سرخرو ہوں تو دنیا میں کامیاب

گردشِ لیل و نہار نے اسلامیانِ عالم کے دن پھیرے۔ غلامی کی زنجیریں کٹیں۔ تقریباً تمام ممالک میں آزادی کا سورج طلوع ہوا تو نعت کی صنف نے ایک اور اُسلوب اختیار کیا۔ روایتِ کہن میں لاتعداد اضافے ہوئے اور موضوعات میں گوناگوں

اضافہ ہوا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی اردو شعر و ادب میں ایک اور مؤثر آواز گونجی اور شعرائے کرام نے قتلِ عام سے لے کر صنفِ نازک کی بے قدری تک کے نوحے لکھے۔ نعت ان حالات میں بھی نکھر کر سامنے آئی۔ اس نو آزاد ملک میں حصولِ پاکستان کی غرض و غایت سے دور ہو جانے کی وجہ سے مغرب زدہ اذہان اور مادیت پرست انسان مختلف پُرکشش روپ دھار کر مسلمانانِ پاکستان کو ورغلانے لگے تو آشوب کے مختلف انداز اُردو شاعری میں در آنے لگے۔ وہ شعرائے کرام جو اسلام کے شیدائی اور پیغمبرِ اسلامؐ سے والہانہ محبت رکھتے تھے، ان حالات میں آگے بڑھے اور اصنافِ سخن میں اسلامی اقدار کو جذبات کی آنچ سے پگھلا کر قلب و نظر کو گرمانے لگے۔ اب ان شعرائے کرام نے آشوب کی نئی صورت کو محسوس کیا، یہ باطل نظریات کی یلغار تھی جو پاکستان کے باشندوں کو جدید دور کے بدلتے ہوئے انداز میں پُرکشش نظر آ رہی تھی۔ نعت گو شعرا نے نعت کے کینوس کے پیشِ نظر ممدوحؐ کی تعلیمات کو اجاگر کیا اور محسنِ انسانیت کی تعلیمات کے غنچے کھلائے۔

ـــہ عشرت و تونگری، نخوت و کبر و خودسری
آپ کو نہیں پسند، ہم کو بھی نہیں قبول
صد سلام بر رسولؐ ——— نعیم صدیقی

ـــہ مشرق و مغرب کی جانب دیکھتے تھے ہم عبث
آدمیت کا ملا معیار تیرے شہر میں
عابد نظامی

ـــہ بقائے امن کے منشور میں ترے خطبے
فلاحِ عالمِ انسانیت، نظام ترا[۲]
عابد نظامی

ـــہ رحم فرمایئے کہ دورِ جدید ہے بہت پُرفتن مرے آقاؐ
اب ہے خورشید تیرگی کا امیں پست ہے اب گگن مرے آقاؐ
بن گئے امتدادِ وقت کے ساتھ رہنما راہزن مرے آقاؐ
زر کے لات و منات پوجتے ہیں ہم کہ تھے بُت شکن مرے آقاؐ

ہم نے کتنے ہی جان جوکھوں سے — جو لیا تھا وطن مرے آقا
بے خبر اس کی سالمیت سے — آج ہیں مطلقاً مرے آقا[3]

راجا رشید محمود

ع کتنے ژولیدہ مسائل تھے جدید اور قدیم — جس کو سلجھا نہ سکا کوئی مفکر، نہ حکیم
اللہ اللہ نبیٔ عربی کی تعلیم — کُھل گئے عقدۂ دشوار بفیضِ تفہیم

ہر ترقی میں جھلک عظمتِ اسلام کی ہے
آج دنیا کو ضرورت اسی پیغام کی ہے[4]

ماہر القادری

آج کے اس پُرآشوب دور میں ظلم وستم کی آندھیاں چلتی ہیں۔ دورِ جدید میں مادہ پرستی کی دوڑ نے انسانیت کی قدریں ملیامیٹ کر دی ہیں۔ امارت اور دولت معیارِ شرافت ٹھہرا ہے۔ اسلامی اقدار سے روگردانی آدمیت کو لہولہان کر رہی ہے۔ اس ستم وتعدی کے دور میں نعت گو شعرا سرورِ کائنات کے اُسوۂ حسنہ سے محبت، اُلفت، صبر، قناعت کی اقدار اپنے جذبات میں سمو کر نعت کو سرسبز و شاداب بنا رہے ہیں۔

ع جو اُن کے رستے کو چھوڑ دو گے، فضا ہی بدلی ہوئی ملے گی
بہر طرف اس جہاں میں آخر، بہیمیت ناچتی ملے گی[5]

راجا رشید محمود

ع جائیں تو کدھر کہ چار جانب — فتنوں کے بچھے ہیں جال آقا
اعصاب جواب دے چلے ہیں — ہر شکل ہے اک سوال آقا
حالات سبھی ہیں بدلے بدلے — ہر سانس ہوا وبال آقا[6]

حفیظ تائب

ع جہانِ انساں میں گھومتے ہیں کدورتوں کے مہیب سائے
رہِ ہدایت سے ہٹ کے اُمت عجیب باتوں میں جا پھنسی ہے

گوہر ملسیانی

نعت اس لحاظ سے بھی بے حد زرخیز ہو گئی ہے کہ آشوبِ زمانہ کا وہ موضوع جس میں

اقدار خصوصاً اسلامی اقدار جدید مادیت کے پنجۂ استبداد سے لہو میں نہا رہی ہیں اور جدید علوم کی ترقی نے انسان کو خود غرض، اقربا پرور اور مادہ پرست بنا دیا ہے۔ وہ روحانیت کا جذبہ مفقود ہو گیا ہے جو رحم دلی، شفقت اور محبت سکھاتا تھا۔ سائنس نے طرح طرح کے خداؤں کو جنم دیا ہے۔ فکر کی ولایت میں انقلاب آیا ہے اور عقل کی تیز ہوائیں چل نکلی ہیں۔ خلا کی تسخیر اور ستاروں پر کمندیں ڈالنے کی خواہش نے انسان کو بھی مشین بنا دیا ہے۔ اس طرح انسان اندر سے کھوکھلا ہوتا چلا جا رہا ہے۔ نعت نے ان منفی اقدار کو رد کرتے ہوئے مثبت اقدار کو سمویا ہے۔ نعت کی صنف اس موضوع کے لحاظ سے اپنی مقصدی نوعیت کی وجہ سے نہایت پُراثر ہو گئی ہے۔ اور اس عصرِ جدید میں انسان سکون کی تلاش میں محبت وشفقت کی تڑپ میں رحمۃ للعالمین کے در پر آ گیا ہے۔

ع عشقِ محبوبِ خدا ہے روحِ انساں کا طبیب
حُسنِ اخلاقِ نبیؐ ہے قلبِ آدم کا علاج
کچھ اخوت ہم مسلمانوں میں اب باقی نہیں
کیجئے سرکار اس تفریقِ باہم کا علاج[7]

راجا رشید محمود

ع اس کی عظمت کے سامنے لرزاں — کفر و باطل کا لشکرِ جرّار
اس کے اقلیمِ خلق میں مفقود — امتیازِ اقارب و اغیار
کر دیا اُن کو متحد اس نے — تھے جو آپس میں برسرِ پیکار[8]

خالد علیم

سیرتِ سرورِ کائنات نے دلوں کو اس پُرآشوب دور میں جرأت وہمت سے نوازا ہے۔ آپؐ کی زندگی کے وہ لمحے جن میں مشکلات ومصائب کے پہاڑ ٹوٹے، آج بھی مینارۂ نور ہیں۔ مسلمانوں پر جو بجلیاں افغانستان اور فلسطین وغیرہ ممالک میں گر رہی ہیں، انہیں قوتِ برداشت کی دولت اُسوۂ حسنہ نے عطا کی ہے۔ صبر و استقلال اور عزم وہمت کے یہ نگینے نعت گو شعرا نے اپنے نعتیہ کلام میں

جڑے ہیں۔

کہساروں پر آگ ہے آقا اُمت ظلم سہے
زخمی زخمی پورب پچھم خوشبو، رنگ، صبا

گوہر ملسیانی

نعت جو اپنے موضوع کے لحاظ سے مدحتِ رسول[۲] کے لیے وقف ہے، آج رسولِ انام کی سیرتِ طیبہ سے ان لمحات کو منتخب کر کے پیش کر رہی ہے جو عصرِ حاضر کی مایوسیوں کا مداوا ہیں اور انسانیت کی فلاح و کامرانی کے لیے نشانِ منزل ہیں۔ اسی طرح نعت کے جدید اُسلوب میں آپؐ کے کردار کی مختلف جہتیں نکھر کر سامنے آتی ہیں جو انسانی زندگی کی رہنمائی کرتی ہیں۔ اس آشوبِ عصر میں نعت کی صنف نے عظمتِ انسان کے لیے مختلف قدریں مجتمع کی ہیں اور ان اقدار سے اس دور کے ظلم و ستم اور نفرت و حقارت کے بُت پاش پاش کیے ہیں اور انسانیت کے زخموں کو مندمل کرنے کے لیے شفاخانۂ طیبہ سے مرہم حاصل کی ہے۔ یہی آج کی مایوسیوں کا علاج ہے کہ اُسوۂ حسنہ پہ گامزن ہو کر انسانیت کی فلاح و بہبود کا فریضہ انجام دیا جائے۔ اور نعت گو شعراء پر یہ سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

حواشی:

(۱) سیارہ لاہور (۲) صلِّ علیٰ محمدؐ (۳) ورفعنا لک ذکرک (۴) عصرِ حاضر کے نعت گو (۵) ورفعنا لک ذکرک (۶) صلّوا علیہ وآلہٖ (۷) حدیثِ شوق (۸) شام و سحر لاہور، نعت نمبر، نقشِ ثانی

نعت میں شمائل و فضائل کا

ڈاکٹر صبیح نصیر آرمان

عربی، فارسی، اردو اور کئی مشرقی زبانوں کو بالخصوص یہ فوقیت حاصل ہے کہ ان میں عشق و محبت کی حامل شاعری کو دو حصوں میں نہایت واضح طور پر تقسیم کیا جا سکتا ہے، عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی۔

عشقِ حقیقی پر مشتمل شاعری کے مختلف عنوانات ہیں: حمد، نعت، سلام اور منقبت وغیرہ۔ ان سب کو عشقِ حقیقی کے زمرے میں اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ مربوط فرمایا ہے، وہاں آپؐ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ شامل فرمایا ہے۔

قرآنِ حکیم کے بے شمار مقامات پر جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و شرف کا بیان ہے۔ صرف یہی بنیاد اتنی وقیع، ہمہ گیر اور ارفع ہے کہ مزید کسی شہادت کی ضرورت نہیں لیکن اس کی تعبیر و تشریح کے لیے احادیث مبارکہ کے بہت سے حوالے بھی موجود ہیں!

نعت کی وسعت، ہمہ گیری اور مقبولیت کا اندازہ صرف اس ایک نکتے سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ صنف چودہ[۱۴] سو سال پر محیط ہے۔ اسی حوالے سے ایک اور بات بھی سامنے آتی ہے کہ کسی بھی ایک موضوع کو چودہ[۱۴۰۰] سو سال تک کلام و بیان میں جاری رکھنا اور وہ بھی نہایت احسن و اکمل طریقے سے، نت نئے اور متنوع خیالات و الفاظ کے ساتھ پیش کرنا، کسی اعجاز ہی کا کرشمہ ہو سکتا ہے! اور یہ اعجاز ہے عالمِ امکان کے سب سے بڑے، برگزیدہ اور محترم 'انسان' سے محبت، اُنسیت اور عشق کا اور عشق بھی وہ جو ناکامی کے لفظ سے آشنا نہیں۔

کلیتہً عشق پر مبنی اس صنف کا جائزہ لیا جائے تو بیشمار موضوعات ملتے ہیں کہ

۱۔ سرکارِ دو جہاں کی بعثت سے قبل کے عالمِ تیرہ کو بھی موضوع بنایا گیا ہے اور بعثت کے وقت جو غیبی تبدیلیاں وجود میں آئیں، مثلاً بتوں کا سرنگوں ہونا، قیصر و کسریٰ کے کنگرے گر جانا، آتش کدۂ فارس کا بجھ جانا، اور رحمتوں کے نزولِ عام کو بھی نعت کا شاعر موضوعِ سخن بناتا ہے، اور اعلانِ نبوت کے بعد جو انقلابِ عظیم پیدا ہوا، اس کے مختلف نتائج (کہ عالمِ انسانیت یکسر تبدیل ہو گیا، نیز فلاحِ انسانیت کے نہایت واضح آثار نمودار ہوئے جو عالمِ انسانیت کے ضامن بن گئے) پر مبنی موضوعات بھی نعت کی دسترس میں رہے ہیں۔

دوسری طرف سیرتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک گوشہ موضوعِ نعت بنا ہے۔ شمائل و فضائل سیرۃ طیبہ ہی کے ذیل میں آتے ہیں۔ شمائلِ نبوی اس اکلیت سے بحث کرتی ہیں جو آپ کے معمولات، عادات، روزمرّہ لباس، وضع، قطع، اٹھنے بیٹھنے، خویش و اغیار سے تعلقات وغیرہ پر مشتمل ہے۔ ذاتِ والا کا ہر لمحہ اور ہر عمل نبوت کی عفت و پاکیزگی کا مظہر ہے، کمالِ خلق جس میں جمال کی ساری صورتیں پائی جاتی ہیں، آپکو بخشا گیا، پھر وہ کمالِ احسان جو دلوں کو موہ لیتا ہے، آپ میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ آپ خندہ جبیں، نرم خو، مہربان طبع تھے، سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے[۲]

شبلی لکھتے ہیں "اگر مذہب صرف خدا کے اعتراف کا نام ہے تو بحث یہیں تک رُک جاتی ہے لیکن جب اقرارِ نبوت بھی جزوِ مذہب ہے تو یہ بحث پیش آتی ہے کہ جو شخص حاملِ وحی اور سفیرِ الٰہی تھا، اس کے حالات، اخلاق اور عادات کیسے تھے"[۳]

قرآنِ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کو اسوۂ حسنہ فرمایا گیا ہے، لہٰذا مسلمانوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و شمائل کو بہ تفصیل محفوظ کر لیا ہے۔ شبلی اُمتِ مسلمہ کے اس کارنامے کو وجہ افتخار قرار دیتے ہیں: "مسلمانوں کے اس فخر کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے اپنے پیغمبرؐ کے حالات اور واقعات کا ایک ایک حرف

اس استقصا کے ساتھ محفوظ رکھا کہ کسی شخص کے حالات آج تک اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلمبند نہیں ہو سکے اور نہ آئندہ توقع کی جا سکتی ہے۔ اس سے زیادہ کیا عجیب بات ہو سکتی ہے کہ آنحضرتؐ کے افعال اور اقوال کی تحقیق کی غرض سے آپ کے دیکھنے والوں اور ملنے والوں میں تقریباً تیرہ ہزار شخصوں کے نام اور حالات قلمبند کیے گئے، اور اس وقت کیے گئے جب تصنیف و تالیف کا آغاز تھا"[۴]

فضائل کے باب میں تو اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن کریم (دین و ایمان کی بنیاد) بار بار آپ کے فضل و شرف کا ذکر فرماتا ہے، آپؐ کے 'ذکر' کو بلند کرنے کی خوش خبری سناتا ہے۔ آپؐ کے اتباع کو سیدھی راہ قرار دیتا ہے، آپؐ کی بعثت کو احسانِ عظیم سے تعبیر فرماتا ہے۔ حکیم یحییٰ خان شفا لکھتے ہیں: "یہ کہنا خلافِ حقیقت نہیں ہوگا کہ حضرت رسولِ خدا چونکہ کافۃ للناس، سارے عالم البشری کیلئے مامور ہوئے تھے، اس لیے آپ کی عقیدت و محبت اور تعظیم و توقیر تمام بنی نوعِ انسان پر واجب ہے اور آپ کے مناقب، محاسن، مآثر، خواطر، اوصاف، احوال خصائص اور معجزات ہر چیز کا ذکر و بیان سارے انسانوں کی رُوحانی تسکین و اطمینان کا باعث بھی ہو"[۵]

قرآنِ حکیم میں (کم از کم) ایک سو گیارہ مقامات پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت و تبلیغ کا حکم دیا گیا، یہ منصبِ جلیلہ بجائے خود فضل و شرف کا حامل ہے، ہادیٔ برحقؐ کی فضیلت سے نوازا جانا، کے متغیر رہا! وہ بھی اس طرح کہ بابِ نبوت آپؐ پر ختم کر دیا گیا اور دینؐ کی تکمیل کا اعلان کر دیا گیا۔

احادیثِ مبارکہ سے بھی ثابت ہے کہ آپؐ نے بارہا اس 'فضل و شرف' کا ذکر فرمایا اگرچہ نہایت حلم اور انکساری کے ساتھ۔

فرمایا رسولِ خدا نے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو میں انبیاء کا امام اور ان کا خطیب اور شفاعت کرنے والا ہونگا لیکن اس پر مجھے فخر نہیں[۶]

صحیحین میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔ مجھے رعب اور دھاک کے ذریعہ سے فتح و نصرت دی گئی، میرے لیے تمام زمین سجدہ گاہ بنائی گئی، غنیمت کا مال میرے لیے حلال کیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لیے حلال نہ تھا، مجھے شفاعت کا مرتبہ عطا ہوا، مجھ سے پہلے انبیاء خاص اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور میں تمام دُنیا کے لیے مبعوث ہوا"۔

فرمایا رسُولِ خدا نے "قیامت میں، مَیں پیغمبروں کا نمائندہ، امام اور ان کی شفاعت کا پیشرو ہونگا اور اس پر فخر نہیں، پھر فرمایا میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہونگا اور اس پر فخر نہیں اور میرے ہی ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا اور اس پر فخر نہیں اور قیامت کے دن آدم علیہ السلام وغیرہ تمام پیغمبر میرے عَلم کے نیچے ہونگے اور اس پر فخر نہیں"۔

کائنات میں جس ذات کی سب سے زیادہ تعریف و توصیف ہوئی وہ آپؐ ہیں، درود و سلام خود خُدا نے فرمایا، یہ اعزاز حضورؐ کے سوا کسے میسّر آیا! دُنیا اور عقبیٰ دونوں جہان میں جس ہستی پر سب سے زیادہ انعام واکرام کی بارش ہوئی، وہ صرف آپؐ ہیں۔ آپ کو خاتم الانبیاء، افضل الانبیاء، خیر البشر، سردارِ کونین، محبوبِ خُدا، ہادیٔ برحق، رحمت للعالمین جیسے خطابات سے نوازا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا جوئی کا ہمیشہ خیال رکھا۔ ابنِ اسحاق سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہٗ راضی کرے گا۔ دُنیا میں کامیابی سے اور آخرت میں ثواب سے۔

قربت و محبت کا جو انعام آپؐ کو عطا ہوا وہ بھی ممتاز و منفرد ہے کہ آپؐ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔ محبوبِ خدا بننے کے لیے آپؐ کی اطاعت کو مشروط کر دیا۔ آپ کو معراج کی فضیلت سے نوازا گیا۔

رسُول کی حیثیت سے تبلیغ و اشاعتِ توحید میں جس قدر کامیابی آپؐ کو حاصل ہوئی، وہ بھی منفرد ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس قدر میری نبوت کی سچائی کا اعتراف کیا گیا، کسی اور پیغمبر کی سچائی کا نہیں کیا گیا۔ سیرت النبی کے مصنف کہتے ہیں: دُنیا میں لاکھوں پیغمبر آئے، مگر آج دُنیا میں ان کی تعلیم وہدایت کی ایک یادگار باقی نہیں... حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک ایک ایک پیغمبر کا کارنامہ دیکھ جاؤ، حضرت موسیٰؑ کے سوا ایک بھی ایسا نہ ملے گا جس کے ماننے والے سَو بھی ہوں، حضرت موسیٰؑ کی کوششوں کی جولان گاہ صرف بنی اسرائیل کے چند ہزار نفوس تھے جو قدم قدم پر راہِ حق سے ہٹ ہٹ جاتے ہیں۔[۹]

حیاتِ طیبہ کی یہ کلی و جزوی طہارت و عفت، بزرگی و برتری انسانی ذہن کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ نعتیہ شاعری اسی چیلنج کا جواب ہے۔ نعت گو قرآن وحدیث سے روشنی حاصل کر کے فضائل و شمائل کو جب موضوعِ سخن بناتا ہے تو استعارے کی مدد سے عنوان قائم کرتا ہے اور پھر اپنی تمام تر ذہنی و وہبی صلاحیتوں کو ایمان و ایقان کی کسوٹی پر پرکھنے کا عمل شروع کرتا ہے۔ جہاں کہیں نعت میں افراط و تفریط کا عالم پیدا ہوا، اس کے اسباب میں سے ایک قرآن وحدیث سے شاعر کا کما حقہٗ واقف نہ ہونا ہے۔ چونکہ ہمارے معاشرے نے زندگی کی ترتیب اس طور پر کر رکھی ہے کہ قرآن وحدیث کے علم کے لیے وقت ہی نہیں رکھا گیا۔ پھر نظامِ زندگی میں اسلامی احکام کو بنیاد نہیں بنایا گیا۔ دیگر نظامہائے زندگی ہم پر اسقدر حاوی ہیں کہ اصل و نقل میں فرق بہت کم رہ گیا ہے۔ اس لیے یہ علم جو ہمارے پورے نظامِ حیات کا محرک ہونا چاہیئے تھا، محدود رہا۔

ان تمام عوامل کے نتیجے میں یہ اندازِ فکر پیدا ہوا کہ 'نعت' کو روایت کے طور پر ہر شاعر نے تبرکاً اختیار کیا، چاہے اسکا رجحانِ طبع اس کی اجازت نہ دیتا ہو۔ جبکہ نعت متقاضی ہے ایک پُر خلوص و باخبر دل کی جو مقامِ رسالت تک رسائی کے قابل ہو، ایک پاکیزہ و عفت مآب جذبے کی جو حضرت حسان بن ثابتؓ سے اکتسابِ فیض کر سکے۔

حضرتِ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نعت کی بنیاد ناموسِ رسولؐ کی حفاظت، تعلیماتِ رسولؐ کی تبلیغ اور اپنے خلوص و عقیدت کے اظہار پر رکھی تھی۔ آپ نے اپنی نعت میں منکرینِ رسالت کے جواب میں فضائلِ نبویؐ بیان کرکے قرآن کے اس حکم کی تعمیل کی کہ

"جھٹلانے والے بہرے، گونگے اور اندھیروں میں ہیں" (۶: ۳۹)

(۱) تُنے محمدؐ کی ہجو کی، تو میں نے اسکا جواب دیا۔ اسکا اجر اپنے اللہ سے لونگا۔

(۲) تُنے اس ذات کی ہجو کی، جس سے تمہاری برابری نہیں ہے، تم اشرالناس اور وہ خیر خلائق ہے، کیوں نہ تم اس پر قربان ہو جاؤ۔

(۳) کیونکہ میرا باپ میری ماں اور میری عزت ہر چیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے تحفظ کے لیے ڈھال ہے

عبداللہ بن رواحہؓ، کعب بن زہیرؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابۂ کرام نے بھی اصل حقائق، پر اپنی نعت کی بنیاد رکھی۔

اسی طرح تابعین میں فرزدق وغیرہ نے بھی نعتیہ کلام میں حقائق بیان کیے ہیں۔ حکیم محمد یحییٰ خاں شفا عربی نعت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

"آپ اپنے درباری شعراء حسان بن ثابتؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، اور کعب بن زہیرؓ کو فحش گوئی، ابتذال، غلو، اغراق اور اسی نوع کے شعری مصائب سے بچنے کی تاکید و ہدایت فرماتے رہتے تھے"۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی نعت سے اس کی شہادت ملتی ہے۔

(۱) (میری روح اس ذاتِ پاک پر قربان جس کے اخلاق اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ وہ نوعِ انسان میں سب سے افضل ہیں)

(۲) (انکی فضیلتیں تمام انسانوں کے لیے اسی طرح عام ہیں جسطرح سورج اور چاند کا نور ساری دنیا کے لیے عام ہے)

(۳) (اگر ان کی نبوت کے لیے واضح اور روشن نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو خود ان کی شخصیت

ہی تصدیقِ رسالت کے لیے کافی تھی)

حضرت کعب بن زہیرؓ بھی فضائل و شمائل کا بیان کرتے ہیں۔

(بیشک رسول اللہ وہ نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک کھنچی ہوئی تلوار ہیں)

علامہ بوصیریؒ کا قصیدہ "بردہ" بھی آپ کی ولادت، معجزات، معراج اور جہاد کے واقعات بیان کرتا ہے یا قرآنی احکامات کا ذکر کرتا ہے۔

فارسی نعت کے حوالے سے ابوسعید الوالخیر، فریدالدین عطار، نظامی، خاقانی، مولانا رومی، شیخ سعدی، جامی، امیر خسرو، عرفی، قدسی اور اقبال (رحمہم اللہ) کے نام آتے ہیں۔

فریدالدین عطارؒ کہتے ہیں کہ انبیاء جو خود رازدانِ حقیقت ہیں، وصفِ رسولِ عربیؐ پر انہیں بھی حیرت ہے ؎

انبیاء در وصفِ او حیران شدہ   ہر شناساں نیز سرگرداں شدہ

فارسی نعت میں غالبؔ و اقبالؔ کے صرف دو اشعار سے فضائلِ نبیؐ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ؎

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم   کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست   اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

(اقبالؔ)

مہ را دو نیم کردہ بدستِ چو آفتاب   سایہ نہ بر زمینش و از ابر سایہ بان

(خاقانیؔ)   (فضائل و شمائل)

چوں چشمِ تو در خوابم چوں زلفِ تو در تابم   در ربط و خبر قائم اذکات سلام اللہ

(مولانا رومیؒ)   (شمائل)

اے چشم و چراغِ اہلِ بینش — مقصودِ وجودِ آفرینش

(سعدی شیرازی) (شمائل و فضائل)

اے خاکِ رہِ تو عرش را تاج — یک پایہ ز قدرِ تست معراج

(جامی) (فضائل)

اردو نعت دیگر اصنافِ سخن کی طرح فارسی کے وسیلے سے پیدا ہوئی، اسکے تناظر میں جزوی نعت گو کی حیثیت سے غواصی، سراج اورنگ آبادی، نصرتی، ولی دکنی، درد، سودا، نظیر اکبر آبادی، نظم طباطبائی، مومن، غالب، شبلی اور اقبال وغیرہ کے اسمائے گرامی آتے ہیں، جبکہ کرامت علی شہیدی، حالی، امیر مینائی، محسن کاکوروی، ظفر علی خاں، احمد رضا خاں صاحب، امجد حیدر آبادی، چودھری دلو رام کوثری، اکبر میرٹھی، ساحر صدیقی، حفیظ تائب، محشر رسول نگری، اثر صہبائی، عبد العزیز خالد، اعجاز رحمانی، بہزاد لکھنوی، احسان دانش، اقبال عظیم، راجا رشید محمود، حنیف اسعدی، منور بدایونی اور ارمان اکبر آبادی وغیرہم مستقل نعت گوئی کے علمبردار ہیں۔

اردو کے عہدِ آفرینش سے لیکر آج تک جس شاعر نے نعت پر قلم اٹھایا، اسکے پیشِ نظر فضائل و شمائل ہی زیادہ رہے، دیگر کوائف کم ـــ چونکہ حیاتِ طیبہ میں فضائل کا پہلو نمایاں تر ہے اور شمائل غیر معمولی ہیں، ہر دو اعتبار سے کائنات کا کوئی فرد ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

(فضائل) چاند سورج روشنی پایا تمہارے نور سے — آب کوثر کو شرف تمدی کے پانی پر سے

(قلی قطب شاہ)

خدا کے نبیاں کا سو سلطان توں — دیو منہار ساریاں کوں ایمان توں (غواصی)

عجب آفرینش کے دریا کا دُر — کہ جس نور تی بحرِ ہستی ہے پُر (نصرتی)

لامکاں پر بنا احمد جو بنا جھلایا — تب ملائک نے دہیں صلوا علیہم گایا (ولی)

رہِ شرع کا ہادی مستقیم — شریعت کے دریا کا درِ یتیم (سراج اورنگ آبادی)

یٰسین و طٰہٰ و الضحیٰ نازل ہوئے تجھ شان میں

واللیل اور والشمس ہے تجھ زلف و مکھ کے دھیان میں (درد)

محمد عادل و کامل و عاقل — محمد ہے جو کچھ کہ تھا اسکے قابل (سودا)

مخبرِ صادق ہو تم اور حضرتِ خیر الوریٰ

سرورِ ہر دوسرا اور شافعِ روزِ جزا

ہے تمہاری ذاتِ والا منبعِ لطف و عطا

کیا نظیر اک اور بھی سب کی مدد کا آسرا

یاں بھی تم واں بھی تمہی ہو یا محمدؐ مصطفےٰ (نظیر اکبر آبادی)

ہے سورۂ والشمس اگر روئے محمد — واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمد

(کرامت علی شہیدی) (شمائل)

یہ تابش میں الانجم کا پایہ نہیں — کہ ایسے ہے ظل اسکے سایہ نہیں

(مومن) (شمائل)

چمکا جمالِ پاک کا جلوہ جو مثلِ برق — خرمنِ گناہِ امتِ عاصی کا جل گیا (امیر مینائی)

محبوبِ خدا و انس و جاں کا — مقصودِ رموزِ کن فکاں کا (محسن کاکوروی)

مہرِ توحید کی ضو اوجِ شرف کا مہِ نو — شمعِ ایجاد کی لو بزمِ رسالت کا کنول (محسن کاکوروی)

ذکرِ فضائل و شمائل جدید نعت میں بھی، اسی رغبت و انسیت کے ساتھ موجود ہے جس طرح قدیم شعرا کے ہاں نظر آتا ہے:

سو بار ترا دیکھ کے عفو اور ترحم — ہر باغی و سرکش کا سرِ آخر کو جھکا ہے (حالی)۔ فضائل و شمائل

نظارہ فروزی کی عجب شان ہے پیدا

یہ شکل و شمائل یہ عبا ئیں یہ قبائیں

(حسرت) فضائل و شمائل

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی — یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

(مولانا احمد رضا خاں بریلوی)

فضائل

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول ان سے گلاب گلشن میں دیکھے

بُلبل یہ دیکھو گلشن گلاب میں ہے۔ (احمد رضا خان بریلوی)

ہے حسن گلوئے مہر بجا ہے یہ روشن — اب مہر نے قرآن کے گریباں سے نکالا

(مولانا حسن رضا خاں)

شمائل

فراغ آفرینش ہے تو ہے تیرے ہی جلووں سے

کہیں تو شمعِ محفل ہے کہیں تو نورِ کاشانہ

فضائل وشمائل

(سیماب اکبر آبادی)

گرارض وسماں کی محفل میں "لولاک لما" کا شور نہ ہو

یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں، یہ نور نہ ہو سیاروں میں

(مولانا ظفر علی خاں)

(فضائل وشمائل)

خدا کے بعد جلال وجمال کا مظہر — اگر ملا بھی تو کوئی ترے سوا نہ ملا

(حفیظ ہوشیار پوری)

شمائل وفضائل

ہر قول ترا حرفِ صداقت کا ہے ضامن — ہر فعل ترا حسنِ ارادت کا امیں ہے

(صوفی غلام مصطفےٰ تبسم)

فضائل

جس نے دیکھا پھر نہ دیکھا اور کچھ ان کے سوا — اک نظر میں سیکڑوں حسنِ نظر پیدا ہوئے

(احسان دانش)

فضائل

وہ رازِ خلقتِ ہستی وہ معنیٔ کونین

وہ جانِ حسنِ ازل، وہ بہارِ صبحِ وجود

(اصغر گونڈوی)

فضائل وشمائل

عظیم الشان ہے شانِ محمدؐ — خدا ہے مرتبہ دانِ محمدؐ

(چودھری دیو رام کوثری)

(فضائل)

تری رفتار میں بے شک ہے اعجازِ مسیحائی — ہما بن کر فلک پر اُڑ گیا سایہ ترے قد کا

(نظم طباطبائی)

(فضائل)

انوارِ خدا کا بھی کہیں ہوتا ہے سایہ — ہے نورِ علیٰ نور سراپائے محمدؐ

(اکبر میرٹھی) — شمائل وفضائل

اس وقت درسِ امر و نہی آپ نے دیا — دنیا کو جب شعور نہ تھا خوب و زشت کا

(حنیف اسعدی)

(فضائل)

میں تجزیہ کروں جو الف لام میم کا — قرآں بھی نبیؐ کا قصیدہ دکھائی دے

(برگ یوسفی)

(فضائل)

کوئی سمجھے تو قرآں کی آئتیں — بدر سارا یہ قرآں ہی نعت ہے۔

(فضائل)

(بدر ساگری)

یہ اندازِ تکلم صرف اعجازِ نبوت ہے — رسول اللہ نے اخلاق سے دنیا مسخر کی

شمائل

(قیصر الجعفری کانپوری)

سایہ بھی اسے چھو لے تو ہو جائے فروزاں — وہ شکل کہ انوار کے سانچے میں ڈھلی ہے

شمائل

(خاطر غزنوی)

ہمہ آیۂ نور و خلقِ مجسم — تو محبوبِ یزداں و نورِ ہدیٰ ہے

فضائل وشمائل

(عبدالعزیز خالد)

اے کہ نازاں تجھ پہ حسنِ بندگی و سروری — دوش پر کملی، نظر میں جلوۂ پیغمبری

فضائل وشمائل

(ساغر نظامی)

حیات اس کی کتابِ سادہ — صفات دیکھو تو الیا جادہ

کر جتنا اس کو پڑھو زیادہ — کریں علوم اس سے استفادہ
کھنچے ہوئے تیر ٹوٹ جائیں — کمانیں ہاتھوں سے چھوٹ جائیں
(محشر بدایونی) — فضائل وشمائل

یہ عالم کہ باوصفِ مختاریٔ کل — یہ حلم اور یہ انکسار اللہ اللہ (بہزاد لکھنوی)
فضائل وشمائل

خلیق آیا کریم آیا، رؤف آیا، رحیم آیا — کہا قرآں نے جس کو صاحبِ خلقِ عظیم آیا
(جگن ناتھ آزاد) — فضائل وشمائل

ہمیں یہ سرخ اجالا نہ راس آئے گا — کہ ہم ضیائے رسالتمآبؐ رکھتے ہیں
(اعجاز رحمانی) — فضائل وشمائل

ناں پڑھو والیل گر ہو زلفِ سرور دیکھنا — دیکھو لو قرآں جو چاہو روئے انور دیکھنا
(ارمان اکبر آبادی) — شمائل وفضائل

آخر میں یہ بات واضح ہو جانی چاہیئے کہ عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی کے درمیان جو خط امتیاز ہے وہ یہ ہے کہ 'مجاز' کے عشق کی انتہا صرف حصول ہے یا ناکامی کی صورت میں انتقامی کیفیت، جبکہ 'حقیقت' کا عشق رموزِ قرب کے آداب سے تدریجاً آگاہی حاصل کرتا ہے اور جتنا زیادہ آگاہی حاصل کرتا جاتا ہے، اتنا ہی طلب سے بے نیاز ہوتا جاتا ہے۔ اپنی ذات کی مکمل نفی 'عشق کے اثبات' کی دلیل ہے ؎

نامحرم جمالِ سکوں ہے خرد ہنوز — بابِ حریمِ عشق نبیؐ پر صدا کرے
(ارمان اکبر آبادی)

حواشی

(۱) جامع ترمذی۔ (۲) شبلی وسید سلیمان ندوی۔ سیرۃ النبیؐ۔ جلد سوم۔ مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی۔ ص ۴۴۴ (۳) سیرۃ النبیؐ۔ جلد اوّل۔ ص ۲۱۔ (۴) ایضاً (۵) یحییٰ خاں شفا، حکیم محمد۔ مقالہ "عربی زبان میں نعتیہ کلام"۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۰۔ ص ۱۲۵ (۶) ترمذی۔ جلد دوم۔ ص ۵۲۰ (۷) شبلی و سلیمان ندوی۔ سیرۃ النبیؐ، جلد سوم۔ ص ۴۶۴۔ (۸) شبلی و سلیمان ندوی، سیرۃ النبیؐ جلد سوم۔ ص ۴۷۹۔ (۹) شبلی و سلیمان ندوی، سیرۃ النبی جلد سوم، ص ۴۶۷۔ (۱۰) نقوش۔ رسولؐ نمبر، جلد دہم۔ ص ۱۲۴۔

جب قلم نعت پیمبرؐ میں رواں ہوتا ہے
ہر گنہگار پہ بخشش کا گماں ہوتا ہے
اُن کی تعریف و ثنا پہ نہیں انساں قادر
اُن کے اوصاف کا اظہار کہاں ہوتا ہے
شورش کاشمیری

نعت کیا ہے؟

نعت ہے بندۂ مومن کے یقیں کی تنویر
نعت قرآن و احادیث کی احسن تفسیر
نعت توحید و رسالت کا ہے اک رابطِ حسیں
نعت ہے مردِ مسلمان کا ایمان و یقیں
خود خدا اور ملائک بھی پڑھیں نعتِ نبیؐ
مومنو نعتِ پیمبرؐ ہی پڑھو تم بھی سبھی
ہے سبھی حمد و ثنا خالقِ اکبر کے لیے
خلق تخلیق ہوئی نعتِ پیمبرؐ کے لیے
جب نہ دنیا میں کہیں نعت کا چرچا ہوگا
سانحہ یومِ قیامت کا ہی برپا ہوگا
نعت کیا ہے؟ مرے آقاؐ پہ درود اور سلام
کلمۂ پاک میں آتا ہے محمدؐ ہی کا نام
نعت ہے حُبِّ نبیؐ، آلِ نبیؐ سے اُلفت
نعت پڑھنے سے ملے دل کو سکون و راحت
نعت ایمان کا اِک جذبۂ لافانی ہے
سیرتِ احمدؐ مرسل کی ثنا خوانی ہے
نعت پیرایۂ اوصافِ حمیدہ ہی تو ہے
اور قرآن محمدؐ کا قصیدہ ہی تو ہے

اکرم کلیم (ساہیوال)

نعت میں اظہارِ عجز

شہناز کوثر

حضورِ فخرِ موجودات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ خالقِ کائنات کے ممدوح ہیں۔ اللہ جل و علا نے قرآنِ پاک میں ان کی تعریف و ثنا کی، مسلمانوں کو ان کے احترام اور عزت و توقیر کی ہدایت کی، ان کی متابعت کا حکم دیا، ان کی محبت کی تلقین کی۔ سرکار (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) باعثِ تخلیقِ ہر عالم ہیں، رحمتِ ہر عالم ہیں۔ ہم سب کی ہستی، کائنات کی ہستی آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دم قدم سے ہے۔ سرکارؐ کی بارگاہ میں جنید و بایزید نفس گم کردہ آتے ہیں، بڑے بڑے اہلِ تقویٰ اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ ہزار بار دہن کو مشک و گلاب سے دھونے کے بعد بھی آپ کا اسمِ گرامی لینا بے ادبی ہے۔

جس دربار میں جبرئیل امین (علیہ السلام) دم بخود آتے تھے، جن کی آواز سے اونچی آواز کرنا مسلمانوں کے لیے جائز نہ رہا، جنہیں کوئی شخص اس انداز میں پکارنے کی جسارت نہیں کر سکتا تھا جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارا جاتا ہے، جن کے وضو کے پانی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے، جن کی بارگاہ میں بات کرتے ہوئے کسی ایسے لفظ کو ادا کرنے کی ممانعت کر دی گئی جس کو ذرا سا بگاڑ کر ایسے معنی نکل سکتے تھے جو حضورؐ کے مقام اور مرتبے سے فروتر تھے۔ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا ——— اس عظیم ہستی کی تعریف کرنا بشر کے لیے کیسے ممکن ہے۔ اسی لیے غالب نے کہا تھا کہ جو مرتبہ دان ہو، وہی تعریف کرنے کا

حق ادا کر سکتا ہے اور سرکارؐ کا مرتبہ دان ان کا خالق و مالک ہے، اسی لیے ثنائے خواجہؐ اسی پر چھوڑنا مناسب ہے۔

پھر بھی سنّتِ خداوندی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے، آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احسانات پر تشکّر و امتنان کا اظہار کرنے کے لیے، صحابۂ کرامؓ کی تقلید میں اور بزرگانِ دین کے تتبّع میں، ہم ان کی تعریف و ثنا میں رطب اللّسان ہوتے ہیں، ان کی مدحت میں تر زبان ہوتے ہیں، ان کے نام لیواؤں اور مدح سراؤں میں اپنا نام لکھوانا چاہتے ہیں۔ اس خواہش میں سرکارؐ کے ادنیٰ اُمّتی ان کی نعت کہتے ہیں لیکن انہیں آقا کے علوِ مرتبت کے شدید احساس کے ساتھ، اپنی بے بضاعتی، کم مایگی، کم علمی اور عصیاں شعاری کا بھی خیال ہوتا ہے۔ جتنی ان کی تعریف ہے، اتنے الفاظ کس کے پاس ہیں۔ جس قدر ان کی خوبیاں ہیں، ان کو جاننے کا اِدّعا کون کرے۔ جو جو اُن کے مقاماتِ عالیہ ہیں، ان کا اِدراک کس کو ہو سکتا ہے۔

ایسے میں سوائے اظہارِ عجز کے، کوئی اور مضمون سہارا نہیں دیتا ——— اور کہنا پڑتا ہے:

مدحتِ شاہِ دوسرا، مجھ سے بیاں ہو کس طرح
تنگ مرے تصوّرات، پست مرے تخیّلات (نواب بہادر یار جنگ خلیق)[1]

صفاتِ بوقلموں لاَ تُعَدُّ و لاَ تُحْصٰی
ثنائے خواجہؐ سے معذور ہیں زبان و قلم (عبد العزیز خالد)[2]

بندۂ عاجز فقیرِ کج بیاں
کیا کرے گا مدحِ ممدوحِ خدا (انعام احسن فقیر)[3]

خُدا تیرا مُعترف ہے، ملک تیرے موقّف ہیں
نہیں حدِ بشر کہنا ترے اوصافِ بے حد کا (امام بخش ناسخ)[4]

مرا منہ کیا ہے جو دعویٰ کروں اُس کی محبت کا
خدا جس کا ثناخواں ہے، خدائی جس پہ قرباں ہے (جلیل مانکپوری)[5]

اے کیفؔ اُن کی مدح کہاں اور تو کہاں
وہ کیا بشر ہے ہو جو خدا کا ہو کام خاص (کیف گونڈوی)[6]

غریبؔ کیا تو، تری زباں کیا، ضرور نعتِ نبیؐ کہے گا؟
خدا کے ممدوح ہیں محمدؐ، خبر ہے کچھ ہوش کی دوا کر (غریب سہارنپوری)[7]

کب تیری ثنا کے قابل ہے حافظؔ کی زباں، حافظ کا بیاں
جب آپ خدا خود کرتا ہے قرآں میں تری توصیف رقم (حافظ لدھیانوی)[8]

مرے پیراہنِ الفاظ میں وہ آ نہیں سکتی
خدا حامد ہو جس ہستی کا، ہو محمود جو ہستی (راجا رشید محمود)[9]

بھلا اُس کی ثنا میں سترو کیا کوئی زباں کھولے
خدا خود جس کی خاطر بابِ قصرِ لامکاں کھولے (حکیم سترو سہارنپوری)[10]

نعت کہنے کے لیے جس اعجازِ بیاں کی، جن الفاظ کی، جس اُسلوب کی ضرورت ہوتی ہے، وہ شاعر کی دسترس میں نہیں ہوتا، اس لیے وہ اظہارِ عجز پہ اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے اور کہہ اُٹھتا ہے:

حریفِ نعتِ پیمبرؐ نہیں سخن حالیؔ
کہاں سے لائیے اعجاز اس بیاں کے لیے (الطاف حسین حالی)[11]

شرمندۂ احساسِ حقِ نعت ہوں انورؔ
ہر لفظ کے ماتھے سے ٹپکتا ہے پسینہ (انور جمال)[12]

کہاں سے لاؤں زبان و قلم کے پیمانے
ہے بیکراں تری عظمت، مری نظر محدود (احسان دانش)[13]

لبِ سوال ادب سے حضور میں نہ کُھلے
زبان بول گئی، تُکلّق سے جواب ملا (حافظ پیلی بھیتی)[14]

ارادہ جب کروں اے ہم نشیں مدحِ پیمبرؐ کا
قلم لے آؤں پہلے عرش سے جبریلؑ کے پر کا (آغا شاعر قزلباش)[15]

شاعر اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضری کے احساس سے مفتخر بھی ہوتا ہے اور نادم بھی۔ مفتخر اس لیے کہ وہ کتنی بڑی سعادت سے بہرہ مند ہونے کو ہے اور ندامت اسے اپنے آپ پر ہوتی ہے۔ اپنی معصیت کاری کا بھی اُسے شعور ہوتا ہے اور یہ احساس بھی کہ وہ ایسی عالی مرتبت ہستی کی تعریف میں زمزمہ سنج ہونے کو ہے جس کی تعریف میں خود خداوند کریم بولتا ہے۔

میں کہ ہوں عجز و قصور اور سراپائے نیاز
میں کہاں اور کہاں نقشِ کفِ پا تیرا (عرشی امرتسری)[17]

آیا ہے ترا اسمِ مبارک مرے لب پر
گرچہ یہ زباں اس کی سزاوار نہیں ہے (صوفی تبسم)[14]

آج کے شاعر کو تو یہ احساس بھی ہے کہ جنھوں نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھیں دیکھی تھیں یا انہیں سرکارؐ کی ردائے پاک عطا ہوئی تھی ـــــ وہ جو ان انعامات سے نوازے گئے تھے، انہیں تو حق ہے کہ وہ نعت کہیں، ہم ایسے گئے گزرے لوگ تو اظہارِ عجز ہی میں تقویت پا سکتے ہیں۔

کہاں بوصیریؒ و حسانؓ بن ثابت، کہاں خالدؔ
تنگ ہے برمنِ تنگ بنا گاں یا رسولؐ اللہ (عبدالعزیز خالد)[18]

حواشی : ـــــــــ

(۱) راجا رشید محمود (مرتب) نعتِ خاتم المرسلینؐ، ص ۸۴ (۲) ضیا محمد ضیاؔ و طاہر شادانی (مرتبین)، گلدستۂ نعت۔ ص ۷۷ (۳) شفیق بریلوی (مرتب)، ارمغانِ نعت۔ ص ۲۹۳ (۴) ارمغانِ نعت ص ۱۱۸ (۵) ارمغانِ نعت۔ ص ۱۹۱ (۶) گلدستۂ نعت۔ ص ۱۰۴ (۷) عزیز سہارنپوری۔ خزینۂ نعت۔ ص ۶۰ (۸) حافظ لدھیانوی۔ ثنائے خواجہ۔ ص ۴۵ (۹) راجا رشید محمود۔ ورفعنا لک ذکرک۔ ص ۲۶ (۱۰) نعتِ خاتم المرسلینؐ۔ ص ۱۰۴ (۱۱) ایضاً۔ ص ۶۹ (۱۲) ایضاً۔ ص ۴۷ (۱۳) گلدستۂ نعت۔ ص ۱۵۰ (۱۴) راجا رشید محمود (مرتب) نعتِ حافظ۔ ص ۶۲ (۱۵) ارمغانِ نعت۔ ص ۱۷۹ (۱۶) نعتِ خاتم المرسلینؐ۔ ص ۱۳۶ (۱۷) ارمغانِ نعت۔ ص ۲۰۳ (۱۸) نعتِ خاتم المرسلینؐ۔ ص ۷۹۔

نعت میں افتخار کے پہلو

[illegible]

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و ثنا، سرکارؐ کے فضائل و شمائل کا بیان، سرکارؐ کی محبت کا ذکر، سرکارؐ کے معجزات کا حوالہ، سرکارؐ کے اُسوۂ حسنہ کی باتیں ـــــ نعت کے موضوعات ہیں۔ سب سے پہلے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خالق و مالک جلّ وعلا نے ان کی تعریف کی، قرآنِ پاک میں اہلِ اسلام کی رہنمائی کر دی کہ کن کن پہلوؤں سے حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توصیف میں رطب اللساں ہونا چاہیے؛

مدح گوئے مصطفیٰ محمود ہے خود کبریا
نعت کا مجموعۂ اوّل ہوئی اُمّ الکتاب

اور یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ جو کام خود خداوندِ عظیم جلّ شانہٗ نے کیا مسلمانوں کو (اور بعض غیر مسلموں کو بھی) یہ توفیق دی کہ وہ اس میں مشغول ہوں یا رہیں۔ خود نعت کتنا باعثِ افتخار ہے کہ یہ سنّتِ خداوندی بھی ہے اور حکمِ خداوندی کی تعمیل بھی۔ جس شخص نے اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا کی مدحت کو اختیار کیا، ان کی تعریف و توصیف میں تر زبان ہوا، ان کی بارگاہِ بے کس پناہ میں استغاثہ کناں ہوا، اپنی بہتری کے لیے ان سے فریاد کی، ملّت کی سرفرازی اور ملک کی سالمیت و استحکام کے لیے اُن سے مناجات کی ـــــ اُس کو یہ افتخار حاصل ہو گیا کہ اس کی زبان اور اس کے قلم پر ثنائے سرکارؐ جاری ہوئی اور اسے اپنے آقا حضور صلی اللہ علیہ

سے شرفِ عرضِ نیاز ملِ گیا۔

وہ اپنی اس خوش بختی پر جس قدر فخر و ناز کرے، بجا ہے۔ پھر نعت کے مضامین سامنے آگئے۔ کسی نے محبتِ رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی چاہت کی اور عشق کر کر پر فخر و ابتہاج کا اظہار کیا۔ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو شہنشاہیوں اور کج کلاہیوں پر فوقیت دیتے ہوئے اس طوق کو اپنے گلے کا ہار بنایا اور اپنے مقدر کی عظمت پر افتخار کا اظہار کیا۔ کسی نے ان کی نسبت پر فخر کیا، کسی نے ان کے کرم کو اپنا حاصلِ حیات بنالیا اور اس احساس کو اپنا حاصلِ ایمان بنالیا۔ حضور سیّدِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فقر پر فخر کیا، ان کے جن نام لیواؤں نے یہ راہ اختیار کی، اُن کے سر بھی فخر نے اونچے کر دیے اور ان کے دلوں کو انبساط و مسرت کی کیفیتوں سے بھر دیا۔ عاصیوں کو "اَلشَّفَاعَۃُ لِی" کے مژدے نے زندگی بخش دی اور سرکارؐ کی شفیع المذنبین نے میزانِ قیامت سے بچنے کی راہ دکھا دی۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینۂ طیبہ کو اپنا مسکن بنالیا تو ان کے غلاموں کو مدینۂ پاک کی باتوں میں مسرت ملی، انھوں نے اس ارضِ پاک کی مٹی سے نسبت پر افتخار کا اظہار کیا کہ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔

منطق و فلسفہ کے سب ساحل اُستوار فیضؔ
بہہ گئے سیلِ عشق کی یورش بے پناہ میں (صاحبزادہ فیض الحسن[۲])

یوں، نعت میں افتخار کی کئی صورتیں پیدا ہوئیں اور اہلِ محبت نے ان صورتوں میں اپنے لیے تسکینِ دل اور طمانیتِ روح و جان کی کیفیتیں پائیں۔ ملاحظہ کیجیے اُردو کے شعرا نے باعثِ کون و مکاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت پر کس طرح افتخار کیا ہے:

حاتمؔ کا دل ہوا تھا سراپا اگرچہ ضعیف
تجھ عشق نے یہ پھر سرِ نو سے جواں کیا
(شاہ حاتم دہلوی[۳])

حافظؔ تمام عمر رہی دل میں روشنی
عشقِ نبیؐ کا داغ نہ تھا، آفتاب تھا (حافظ پیلی بھیتی[۴])

محبت شرط ہے الطافؔ، جو مانگو وہ ملتا ہے
وہ سنتے ہیں، انھیں جب حال ہم اپنا سناتے ہیں (الطاف احسانی[۵])

بولے آثرؔ کو دیکھ کے محشر میں سب ملک
وہ آرہا ہے چاہنے والا حضورؐ کا (آثر گوالیاری[۶])

متاعِ بے بہا ستّارؔ ہے عشقِ شہِ والا
مرا سرمایۂ عزّ و شرف مدحت محمدؐ کی (ستّار وارثی[۷])

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی غلامی بہت بڑا شرف ہے۔ جس شخص کو، اُس کی محبت و اطاعت کو دیکھ پرکھ کر خود سرکارؐ اپنی غلامی کا اعزاز بخش دیں، اس کے عزّ و افتخار کا کیا کہنا۔ یہ خواہش تو سرکارؐ کے ہر اُمتی کے دل و دماغ میں ضوفگن رہتی ہے۔ شعرا نے اس تمنّا کو یوں زبان بخشی:

یہی بس ہے مائلؔ ہمیں روزِ محشر
وہ کہہ دیں، ہمارا غلام آگیا ہے (مائل خیرآبادی[۸])

بھرم رہ جائے اے کاملؔ حضورِ داورِ محشر
کوئی کہہ دے غلامِ مصطفیؐ ہے، بات جب کچھ ہے (وارث کامل[۹])

ہے یہ بھی بندۂ ناچیز سرورِ کونین
برائے فیضؔ یہی اک خطاب کافی ہے (صاحبزادہ فیض الحسن[۱۰])

یہ خواہش اس لیے ہے کہ غلامیٔ سرکارؐ شاہیٔ عالم سے بہتر ہے۔ جو آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقۂ غلامی میں آگیا، اس پر سرکارؐ کی رحمت سایہ فگن ہو گئی:

غلامِ مصطفیٰؐ بن جائے، اتنی شرط ہے صابرؔ
نبیؐ کا ذمہ ہے پھر بخشنے کا، بخشوانے کا (صابر القادری یکوئی[۱۱])

اسی لیے حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت رکھنے والا ہر آدمی

چشمِ تصور میں یہ ایمان افروز منظر دیکھتا ہے کہ سرکارؐ نے اسے غلاموں کی جماعت میں شامل کر لیا ہے۔ اس پر فخر کرتا ہے، اور کہتا ہے:

نہ مجھ کو خواہشِ جنّت، نہ سیم و زر کی ہوس
یہ افتخار بہت ہے کہ ہوں غلامِ رسولؐ (راجا رشید محمود)[12]

ترا سعید ہوں میں تجھ پہ ناز کرتا ہوں
گناہ کیا ہے، اگر خود کو پارسا کہہ دوں (سعید وارثی)[13]

باقرؔ تمہارے در کے غلاموں کا ہے غلام
شاہوں سے ہمسری کا یہ رُتبہ تمہی سے ہے (سجاد باقر رضوی)[14]

میں بندۂ مصطفیٰؐ ہوں، شاہوں سے کہو
اس در کا گدا ہوں، کجکلاہوں سے کہو
کافی ہے مجھے اسی کے دامن میں پناہ
جاؤ، جا کر جہاں پناہوں سے کہو (عمر فیضی)[15]

ریاضؔ ان کی غلامی قبول کر دل سے
بغیر اس کے ہُوا کوئی سرفراز نہیں (ریاض الدین سہروردی)[16]

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی تو بہت بڑی سعادت ہے، ان سے اور اُن کے در سے نسبت بھی بڑی چیز ہے اور اس نسبت کی خواہش میں یا اس نسبت کے حصول پر جو احساسِ تفاخر انسان میں پیدا ہوتا ہے، اس کا اظہار بھی نعت گوؤں نے کیا ہے:

خالدؔ احمد تری نسبت سے ہے خالد احمد
تو نے پاتال کی قسمت میں بھی رفعت لکھی (خالد احمد)[17]

اور کیا درکار ہے عاصمؔ کو بخشش کے لیے
نسبتِ شاہِ مدینہ ہے گراں مایہ بہت (سید عاصم گیلانی)[18]

سرکارؐ کے کرم کی بدولت جو رفعتیں انسان کو نصیب ہوتی ہیں، اگر وہ دلِ زندہ

اور نگاہِ حقیقت آشنا رکھتا ہو تو تحدیثِ نعمت کے طور پر ہمیشہ ان الطاف و عنایات کا ذکر کرتا ہے اور اپنی حیثیت پر مفتخر ہوتا ہے:

جمالِ روئے محمدؐ کی تابشوں سے ظفرؔ
دماغ زند ہوا عرشِ کبریا کی طرح (سراج الدین ظفر)[19]

میں بے بساط سا شاعر ہوں، پر کرم تیرا
کہ باشرف ہوں قبا و کلاہ والوں سے (احمد فراز)[20]

کرم فرما ہیں وہ ستّارؔ تو مجھ کو کمی کیا ہے
زہے قسمت، میں سائل ہوں رسولِ پاکؐ کے در کا (ستّار وارثی)[21]

مجھ پہ ہے محمودؔ سرکارِ دو عالمؐ کا کرم
نعت گو ہوں آپ کی چشمِ عنایت کے سبب (راجا رشید محمود)[22]

اور، فقیرانِ درِ مصطفیٰ (علیہ الصلوٰۃ والثنا) کے اظہارِ افتخار کے انداز دیکھیے:

ہے مظہرِ شانِ شاہِ شہاں، فقرِ بوذرؓ، فقرِ سلمانؓ
اُس در کے فقیروں سا کوئی محبوب و مکرّم کیا ہو گا (حافظ مظہر الدین)[23]

کروں مدح اہلِ دُوَل رضاؔ، پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مرا دین پارۂ ناں نہیں (اعلیٰحضرت احمد رضا بریلوی)[24]

نازؔ کوکبؔ کو ہے فقیری پر
فقر والوں کا افتخار ہیں آپ (قاضی عبدالنبی کوکب)[25]

نعت گوؤں نے سیدِ کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کی شفیع المذنبین کے حوالے سے بھی اپنی نعتوں میں افتخار کا اظہار کیا ہے:

شفیعِ عاصیاں محشر میں مجھ کو
ترے ہوتے ہوئے کچھ غم نہیں ہے (بلال جعفری)[26]

عاصیوں کی مغفرت ان کی شفاعت سے قمرؔ
عرصۂ محشر بھی کیا ہے، ایک میدانِ رسولؐ (قمر میرٹھی)[27]

مجھ کو حساب دفترِ اعمال کا قمرؔ
کچھ غم نہیں کہ شافعِ روزِ جزا ہیں آپ (قمر یزدانی)[۲۸]

ہم نے مانا کہ گناہوں کی نہیں حد لیکن
تُو ہے ان کا تو حسنؔ تیری ہے جنّت تیری (حسن رضا بریلوی)[۲۹]

مدینۂ منورہ تک رسائی، روضۂ سرکارؐ پر حاضری اور گنبدِ خضرا کی زیارت ہر مسلمان کی دلی تمنا ہے۔ مدینۂ طیبہ سے اس دلی تعلق پر ہر اہلِ محبت ابتہاج و افتخار محسوس کرتا ہے، اور شاعر جو قوم کا ترجمان ہوتا ہے اور اپنے محسوسات کو متاثر کن انداز میں پیش کرسکتا ہے ——— دل کی زبان میں یوں بولتا ہے:

کیوں نہ خوش بختی پہ اپنی ناز ہو عاصمؔ انہیں
جن کی قسمت میں ہو دربارِ پیمبرؐ دیکھنا (سید عاصم گیلانی)[۳۰]

شاعرؔ ہے سرمستیٔ صہبائے مدینہ
پی پی کے مری طبعِ رسا جھوم رہی ہے (شاعر لکھنوی)[۳۱]

محمودؔ گر رسائی ہوئی ارضِ پاک تک
دیکھیں گے لوگ ذوقِ تماشا کی عظمتیں (راجا رشید محمود)[۳۲]

درِ حضورؐ اور دہلیزِ سرکارؐ سے تعلق پہ افتخار ہر لحاظ سے بجا ہے اور بیشتر شعرائے کرام نے اس مضمون کو اپنی نعتوں میں برتا ہے:

حضورِ احمدِ مختار سر نہادہ ہے
وقارِ اخترِ گردوں وقار کیا کہنا (اختر الحامدی)[۳۳]

لائے گا کیا نشانِ جہاں کو نگاہ میں
مظہرؔ کہ ان کے حلقہ بگوشانِ در میں ہے (حافظ مظہر الدین)[۳۴]

کس بلندی پہ اقبالؔ پہنچیں گے ہم
ان کے در تک رسائی اگر ہو گئی (اقبال صفی پوری)[۳۵]

میں ہوں سرکارؐ کے قدموں میں حافظؔ
مجھے حاصل ہے معراجِ زمانی (حافظ لدھیانوی)[۳۶]

نعتِ محبوبِ خالق و مطلوبِ خلائق (صلی اللہ علیہ وسلم) سنّتِ خداوندی ہے:

خدا اُن کی تعریف خود کر رہا ہے
نہیں نعت کہنے میں محمودؔ تنہا (راجا رشید محمود)[۳۷]

اس لیے صرف اس سعادت پر فخر و ناز بھی لابُدی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

مجھے محمودؔ احساسِ تفاخر کیوں نہ ہو دل میں
کہ آئی میرے حصے میں محمدؐ کی ثنا خوانی (راجا رشید محمود)[۳۸]

نذر کے واسطے کچھ پاس نہیں حشمتؔ کے
بندہ پرور کے ثنا خوانوں میں نام آتا ہے (حشمت یوسفی)[۳۹]

ترے ذکر کی بدولت مرے فکر میں ہے نُدرت
تری نعت سے ملے گی مجھے عمرِ جاودانی (گوہر ملسیانی)[۴۰]

مری زبان ترے ذکر سے نہیں تھکتی
کہ اس وظیفے سے حاصل ہے افتخار مجھے (عارف عبد المتین)[۴۱]

حافظؔ تجھے کون جانتا تھا
تُو نعت سے اس کی محترم ہے (حافظ لدھیانوی)[۴۲]

کام آیا نالۂ نیم شبی، تائبؔ ٹھہرا مدّاحِ نبیؐ
کیا خوب اس بے تدبیر کی بھی تقدیر بنی، اللہ غنی (حفیظ تائب)[۴۳]

کھلی ہے اہلِ جہاں پر حقیقت ناظمؔ
خزف تھا، نعتِ نبیؐ سے بنا ہے دُرِّ ثمیں (بشیر حسین ناظم)[۴۴]

ذکرِ رسولِ پاکؐ کا دریا ہے موج زن
فکرِ عزیزؔ میں بڑی گہرائیاں ملیں (عزیز حاصلپوری)[۴۵]

زیبا ہے اسے دعوئ شاگردی معبود
جو عبد ہے اے لطفؔ ثناگوئے محمدؐ (لطفؔ بریلوی)[۴۶]

تُلا میزانِ جواہر میں بیاںؔ روزِ حساب
شہؐ کے مدّاحوں میں محسوب ہوا، خوب ہوا (بیانؔ ویزدانی میرٹھی)[۴۷]

خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدؔی کس محبت سے
زباں پہ میری جس دم نام آتا ہے محمدؐ کا
(کرامت علی خاں شہیدؔی شہید)[۴۸]

حواشی :—

(۱) راجا رشید محمود، حدیثِ شوق ص ۳۴ (۲) ارمغانِ فیض، ص ۱۹ (۳) ضیا محمد ضیا و
طاہر شادانی (مرتبین)، گلدستۂ نعت، ص ۱۴۲ (۴) راجا رشید محمود (مرتب)، نعت حافظ ص ۹۱
(۵) شعاعِ ایمان، ص ۱۱۲ (۶) وردِ اسعدی (مرتب)، ثنائے خواجۂ کونین، ص ۲۳ –
(۷) معطر معطر، ص ۱۳ (۸) ممتاز حسن (مرتب)، خیر البشرؐ کے حضور میں ص ۲۴۸ (۹)
گلدستۂ نعت، ص ۱۰۸ (۱۰) ارمغانِ فیض، ص ۴۰ (۱۱) بخشش رب ص ۲۵ (۱۲) ورفعنا لک ذکرک
ص ۳۵ (۱۳) ورثہ، ص ۴۲ (۱۴) راجا رشید محمود (مرتب)، نعت خاتم المرسلین، ص ۵۰
(۱۵) راجا رشید محمود (مرتب)، مدیح رسولؐ، ص ۱۴۲ (۱۶) دیوانِ ریاض، ص ۱۱۷ (۱۷) نعت خاتم المرسلین
ص ۸۱ (۱۸) وسیلہ، ص ۲۲ (۱۹) غزال و غزل، ص ۱۸ (۲۰) نعتِ خاتم المرسلین، ص ۳۸۔
(۲۱) معطر معطر، ص ۲۸ (۲۲) ورفعنا لک ذکرک، ص ۲۳ (۲۳) جلوہ گاہ، ص ۹۹ (۲۴) حدائقِ بخشش
حصہ اول، ص ۴۸ (۲۵) نعتِ خاتم المرسلین، ص ۴۷ (۲۶) بلالِ حرم، ص ۷۵ (۲۷) شمس و قمر
ص ۳۱ (۲۸) مہرِ درخشاں، ص ۱۰۰ (۲۹) ذوقِ نعت، ص ۷۷ (۳۰) وسیلہ، ص ۴۲ (۳۱) گلدستۂ نعت
ص ۹۳ (۳۲) حدیثِ شوق، ص ۵۷ (۳۳) نعت محل، ص ۵۳ (۳۴) جلوہ گاہ، ص ۹۱ (۳۵)
مدیحِ رسولؐ، ص ۹ (۳۶) مطلعِ فاراں، ص ۴۵ (۳۷) حدیثِ شوق، ص ۵۸ (۳۸) ورفعنا لک ذکرک
ص ۳۸ (۳۹) جمالِ الہام، ص ۶۷ (۴۰) منظرِ نور، ص ۲۷ (۴۱) بے مثال، ص ۳۹ (۴۲) نشیدِ حضوری
ص ۸۱ (۴۳) صلوا علیہ وآلہ، ص ۴۸ (۴۴) نعتِ خاتم المرسلین، ص ۱۹۳ (۴۵) مدیحِ رسولؐ
ص ۱۰۰ (۴۶) سیف کلانوری (مرتب)، بوستانِ نعت، ص ۸۶ (۴۷) بوستانِ نعت، ص ۴۰
(۴۸) مدیحِ رسولؐ، ص ۱۵۸۔

تعریفِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حُسنِ کون و مکاں آپؐ کی نعت ہے
ظُلمتِ دہر میں روشنی نعت ہے
یادِ سرکارؐ کی واقعی نعت ہے
جس طرح سے ہو ذکرِ نبیؐ، نعت ہے
صُبحِ حُسنِ ازل آپؐ کی نعت ہے
روزِ میلاد لیکن بڑی نعت ہے
آپ کی بندگی، آپ کی زندگی
گفتنی حمد ہے، دیدنی نعت ہے
ذکرِ ربّ العلیٰ، ذکرِ خیر الوریٰ
حمد ہی حمد ہے، نعت ہی نعت ہے
کون تعریفِ اسمِ محمدؐ کرے
حمد کی حمد ہے، نعت کی نعت ہے
کوئی سمجھے تو قرآن کی آیتیں
بدرؔ سارا یہ قرآن ہی نعت ہے

بدرؔ سالگری (حیدرآباد)

...... تو پھر نعت کہو

جذبۂ شوق فراواں ہو تو پھر نعت کہو
دل میں گر جوشش ایماں ہو تو پھر نعت کہو

حق تعالیٰ نے کہی نعت محمدؐ کے لیے
عاشقِ شاہِ رسولاں ہو تو پھر نعت کہو

جس نے کی آپؐ سے اُلفت تو ہوئی حق کو خوشی
واقفِ رحمتِ یزداں ہو تو پھر نعت کہو

آپؐ کا نام ہی ہے جملہ مصائب کا علاج
درد کا کوئی نہ درماں ہو تو پھر نعت کہو

آخرت کا ہے سفر، ہاتھ ہیں دونوں خالی
اس قدر بے سروساماں ہو تو پھر نعت کہو

نعت ہر فکر و تردّد کو مٹا دیتی ہے
ذہن بیزار و پریشاں ہو تو پھر نعت کہو

کامیابی کا وسیلہ یہی بن جاتی ہے
جب بھی مشکل کوئی آساں ہو تو پھر نعت کہو

سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی (بہاولپور)

نعتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سر میں سودا ہو دشتِ طیبہ کا
دل ہو دنیا کی خواہشوں سے پرے
کر سکے گر یہ اہتمام کوئی
پھر وہ اپنے نبیؐ کا ذکر کرے

نعتِ نبیؐ جو کہنا ہے اے شاعرو، تمھیں
گویا گزرنا ہے تمھیں اک پُل صراط سے
آنکھیں بھی باوضو ہوں تو دل بھی ہو سجدہ ریز
جو بات بھی کہو، وہ کہو احتیاط سے

نعت کہنے کے لیے لفظوں کو
اپنے اشکوں سے بھگونا ہوگا
حشر میں چاہو جو ہنسنا یارو
یادِ سرکارؐ میں رونا ہوگا

راجا رشید محمود

سخن کو رتبہ ملا ہے مری زباں کے لیے
زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لیے

محسن کاکوروی

دیباچۂ سخن ہے شہِ انبیاؐ کی مدح
محبوب ہے دلوں کو حبیبِ خدا کی مدح
طغرائے لوحِ عشق ہے خیرالوریٰ کی مدح
اسلام کا نشان ہے اُس پیشوا کی مدح

نعتِ رسولِ حق ہے ہماری سرشت میں
اُمّت پہ اس کا راز کھُلے گا بہشت میں

شاد عظیم آبادی

لولاک لما شان میں اس ذات کی آیا — اور عرش کی کرسی سے بلند اس کا ہے پایہ
جو نور فرشتوں کی نظر میں نہ سمایا — جس نور کا تھا عالمِ تقدیس پہ سایہ
اُس نورِ مجرّد کی صفت ہو نہیں سکتی
حقا کہ محمدؐ کی صفت ہو نہیں سکتی

ارشد دہلوی

نعت

قدسیوں کا شعار نعتِ نبیؐ — شغلِ پروردگار نعتِ نبیؐ
جنتِ مشکبار نعتِ نبی — رحمتِ کردگار نعتِ نبی
نعت لوح و قلم کی زینت ہے — تو بھی لکھ بے شمار نعتِ نبی
نعت حوروں کا ہے حسیں نغمہ — تو بھی گا بار بار نعتِ نبی
پردۂ ذہن سے نمایاں ہو — تا کجے انتظار نعتِ نبی
دھڑکنیں، حسرتیں، تمنائیں — تیرے اوپر نثار نعتِ نبی
آگہی، سادگی، خلوصِ دل — جذبۂ بیقرار نعتِ نبی
اشتیاق، احترام، عزّ و وقار — احتیاط، انکسار نعتِ نبی
عشرتیں، رحمتیں، نیاز و ناز — ہر طرح پُر بہار نعتِ نبی
تیرے الفاظ ہوں گہر پارے — شعر ہوں زرنگار نعتِ نبی
چاندنی، دھوپ، روشنی، تابش — ہر جگہ جلوہ بار نعتِ نبی

تو صبا کی حیات کا حاصل
تجھ پہ سب کچھ نثار نعتِ نبیؐ

صبا متھراوی

نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نعتِ نبیؐ ہے عشقِ رسالت کا انتساب
نعتِ نبیؐ حریمِ محبت میں باریاب
نعتِ نبیؐ دلیل ہے حبِ رسولؐ کی
نعتِ نبیؐ ہے ذوقِ مرصّع کا انتخاب
نعتِ نبیؐ ہے سایۂ دامانِ عافیت
نعتِ نبیؐ ہے دافعِ ہر رنج و اضطراب
نعتِ نبیؐ سے رفعتِ فہم و شعور ہے
نعتِ نبیؐ ہے رُوئے عقیدت کی آب تاب
نعتِ نبیؐ ہے منزلِ عرفاں کی روشنی
نعتِ نبیؐ سے جہل کے اُٹھتے ہیں سب حجاب
نعتِ نبیؐ سے وادیٔ افکار پھول پھول
نعتِ نبیؐ سے سوچ میں آتا ہے انقلاب
نعتِ نبیؐ ہے شیوۂ خلّاقِ کائنات
نعتِ نبیؐ ہے سُنّتِ حسانؓ و بوترابؓ
نعتِ نبیؐ خراجِ عقیدت ہے آپ کا
اُن کو کہ جن سے رُوحِ دو عالم ہے فیض یاب

غلام مُصطفیٰ قمرؔ (حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ)

"میں نعت لکھوں تو کیسے لکھوں"

(۱)

"میں نعت لکھوں تو کیسے لکھوں"
ہے عقل کا یہ تقاضا اس کو
حدِ شریعت میں لکھوں انساں
یہی ہے فہمِ بشر کا حاصل
وہ ایک انساں، عظیم انساں
مگر یہ عشقِ تمام چاہے
میں اس کو حُسنِ تمام لکھوں
جنوں یہ کہتا ہے اس سے بڑھ کر
عیاں میں رازِ وصال کردوں
وہ قابَ قوسین کی کہانی
بہ رنگِ مدحت بیان کردوں
عیاں میں رازِ وصال کردوں

(۲)

میں ایک ذرہ، حقیر ذرہ
وہ آسمانوں کا رہنے والا
میں ایک قطرہ مثالِ شبنم
وہ آبشاروں کا سلسلہ ہے
وجود میرا کرن کی صورت
وہ آفتابِ جہاں نما ہے
میں خشک کھیتی، وہ ابرِ نیساں
میں تپتا صحرا، وہ بہتا دریا
میں کور دیدہ، وہ نور پیکر
میں شب رسیدہ، وہ صبحِ روشن
میں غم کا طوفاں، وہ سرخوشی ہے
میں ہجر و حرماں، وہ وصل ساماں
میں ایک بندہ، وہ سب کا داتا
میں زرد پتّا، وہ شاخِ تازہ
میں ایک راہی، وہ عینِ منزل
میں صرف زحمت، وہ صرف رحمت

میں شر کا عادی، وہ خیر بانٹے
میں ابتدا سے بھی بے خبر ہوں
وہ انتہاؤں کی انتہا ہے
میں ایک نقطہ، وہ دائرہ ہے
میں حرف بن کر بکھر گیا ہوں
وہ اک کتابِ یقین محکم
میں ایک کنکر، میں ایک پتھر
وہ کانِ صدق و صفا کا ہیرا
میں اک دریچہ، وہ شہرِ کل ہے
میں خار داماں، وہ بزمِ گل ہے
خطائیں میری، عطائیں اُس کی
میں فرشِ خاکی، وہ عرش والا
تمام مدح و ثنا سے بالا

(۳)

میں نعت لکھوں تو کیسے لکھوں
سراپا عصیاں، خطا کا پیکر
ہوس کا بندہ، غلام دل کا
ملامتوں کی ردا میں لپٹا
کمینگی کے جہاں میں گم ہوں
دروغ گوئی ہے میرا شیوہ
شعورِ سود و زیاں نہیں ہے
خیالِ روزِ جزا سے عاجز
حدودِ شرعِ مبیں سے نکلا
بزعمِ خود میں خدا بنا ہوں
ہزاروں جھوٹے خدا بنائے
نہ مجھ میں غیرت نہ مجھ میں ہمت
نہ مجھ میں ایماں کا شائبہ ہے
میں جھوٹ بولوں تو ڈھیٹ بن کر
قتیلِ نام و نمود و شہرت
صنم تراشوں، صنم کو پوجوں
کھنکتے سکّے متاعِ جاں ہیں
فقیہ بن کر حرم کو بیچوں
نہ فقر و فاقہ، نہ کیف و مستی
نہ عزمِ خالدؓ، نہ جذبِ بوذرؓ
اسیرِ تاجِ شہی ہوا ہوں
گدائے کوئے طرب بنا ہوں
حصارِ عصیاں کو کیسے توڑوں
میں نعت لکھوں تو کیسے لکھوں

(۴)

میں نعت لکھوں تو کیسے لکھوں
شکستگی ہے یہ حوصلوں کی
قدم قدم جو قلم کو روکے
مگر وہ نسبت کہ ہر نفس جو
فروغ دیتی ہے حوصلوں کو
وہ ایک نسبت کہ جو ازل سے
غرورِ اہلِ وفا رہی ہے
وہ ایک نسبت کہ جس کو پا کر
تلاشِ جاہ و حشم نہیں ہے
وہ ایک نسبت مرا سہارا
مری محبت کا استعارا
وہ ایک نسبت کہ جو مجھے ہے
حضورِ خیر البشرؐ سے حاصل
یہی کہ اس کا غلام ہوں میں
بُرا ہوں لیکن اسی کا ہوں میں
وہ میرا مولاؐ، وہ میرا آقاؐ
وہ میرا وارث، وہ میرا داتا
کفیل بھی وہ، وکیل بھی وہ
رؤف بھی وہ، رحیم بھی وہ
یہ منزلیں ہیں اسی سے روشن
نظامِ شمس و قمر نے اُس سے
اُجالے مانگے، فروغ پایا
دعائے شب میں اسی سے لذت
قرار اُس سے ہے، چین اُس سے
وہ حاصلِ سوز و ساز میرا
ہیں بھید اُس کا، وہ راز میرا
ڈبونا چاہے زمانہ مجھ کو
کرم ہے اُس کا، اُبھر رہا ہوں
حریف ساری خدائی لیکن
قدم قدم پر نکھر رہا ہوں
یہ میرے مولا کی بخششیں ہیں
یہ اُس کے فیض و کرم کی باتیں
ہیں اُس کا عاشق، میں اُس کا بندہ
ہیں اس کے لطف و کرم سے زندہ
نہیں یہ میری مجال پھر بھی
کہ اس کی نعتِ شریف لکھوں
خدا نے توصیف جس کی کی ہے
اسی کی تسبیح پڑھ رہا ہوں
اسی کے ٹکڑوں پہ پل رہا ہوں
تمام فکر و بیاں کا حاصل
کلام یہ لا کلام کہہ دوں
نبیؐ کا خود کو غلام کہہ دوں

سعید وارثی (کراچی)

نعتِ حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء

وردِ مرا مری غزل نعتِ حبیبِ کبریا
شغل مرا کوئی غزل نعتِ حبیبِ کبریا

روز کوئی نیا سلامؐ قمؐ پہ سلام یا رسولؐ!
روز کوئی نئی غزل نعتِ حبیبِ کبریا

صبح کو دوسرا کلام حمدِ خدائے دوجہاں
شام کو دوسری غزل نعتِ حبیبِ کبریا

جاتی ہے عرشِ پاک تک پڑھتے ہیں قدسی و مَلَک
میری لکھی ہوئی غزل نعتِ حبیبِ کبریا

چرخ پہ ایک شور ہے صلِ علیٰ محمدؐ
فرش پہ ہے مری غزل نعتِ حبیبِ کبریا

نعتِ حبیبِ کبریا گویا مری زبان میں
پڑھتی ہے خود مری غزل نعتِ حبیبِ کبریا

سازِ نفس پہ گائے جا، روح کو گدگدائے جا
ہے بڑے کیف کی غزل نعتِ حبیبِ کبریا

روح پڑھے نظر پڑھے قلب پڑھے جگر پڑھے
کس کی غزل؟ مری غزل نعتِ حبیبِ کبریا

پاس تک آکے رہ گئی ہاتھ بڑھا کے رہ گئی
سُن کے اجل مری غزل نعتِ حبیبِ کبریا

ہے یہ دعائے قلب و جاں بر درِ شاہِ دوجہاں
خود میں پڑھوں یہی غزل نعتِ حبیبِ کبریا

(ثقلین احمد) منوّر بدایونی

اُن کی نعت

ذکر کی محفل جما دینا بھی اُن کی نعت ہے
ذہن و دل کو جگمگا دینا بھی اُن کی نعت ہے

دید کی، دل میں طلب رکھنا بھی توصیفِ حضورؐ
ہجر میں آنسو بہا دینا بھی اُن کی نعت ہے

لیکن ایسا ہے کہ اپنے عہدِ پُر آزار میں
زخم کھا کر مسکرا دینا بھی اُن کی نعت ہے

نفرتوں کی گرد دھو دینا بھی ہے اُن کی ثنا
بُغض کے شعلے بجھا دینا بھی اُن کی نعت ہے

چاہتوں کے پھول برسانا بھی ہے مدحِ رسولؐ
عدل کے موتی لٹا دینا بھی اُن کی نعت ہے

یوں ہی چلتے میں کسی کا پاؤں زخمی ہو نہ جائے
راہ کے کانٹے ہٹا دینا بھی اُن کی نعت ہے

آپ کو جو آدمی بھی چہرہ در چہرہ ملے
اُس کو آئینہ دکھا دینا بھی اُن کی نعت ہے

بیٹھ کر مسند پہ جو خود کو خدا سمجھے، اُسے
آخری صف میں بٹھا دینا بھی اُن کی نعت ہے

سامنے خفیہ ہاتھ سب پوشیدہ چہرے سب نقاب
سب کے اصلی رُخ دکھا دینا بھی اُن کی نعت ہے

ہر شرافت کو تحفظ کی ضمانت بخشنا،
ہر شرارت کو مٹا دینا بھی اُن کی نعت ہے

ہر صداقت، ہر شرف، ہر حُرمتِ کردار کو،
وقت کا سکہ بنا دینا بھی اُن کی نعت ہے

خیر کے رستوں کو شر کے پتھروں سے کر کے صاف
پھر سے یہ چشمے بہا دینا بھی اُن کی نعت ہے

منتشر اُمّت کے گُھمائے پریشاں بخت کو
ایک گلدستہ بنا دینا بھی اُن کی نعت ہے

وقت کی تاریکیوں میں ایک ننھا سا دیا
دستِ جرأت سے جلا دینا بھی اُن کی نعت ہے

چہچہاتے لوگ، ہنستی مسکراتی بستیاں
اِن کو جینے کی دعا دینا بھی اُن کی نعت ہے

وہ جو باطن میں چُھپی رہتی ہے اک صبحِ ضمیر
اُس کو چہروں پر سجا دینا بھی اُن کی نعت ہے

الغرض مدحِ جمالِ مصطفیٰؐ کرتے ہوئے
جلوۂ سیرت دکھا دینا بھی اُن کی نعت ہے

مختصر یہ ہے کہ جو گُم کردہ منزل ہو گئے
اُنؐ کے رستے پر لگا دینا بھی اُن کی نعت ہے

(پروفیسر عاصی کرنالی (ملتان))

مقالہ نگار

ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی	صدر شعبۂ عربی، گورنمنٹ کالج ۔ فیصل آباد
سید ریاض حسین شاہ	ڈائرکٹر، ادارۂ تعلیماتِ اسلامیہ ۔ راولپنڈی
پروفیسر محمد حسین آسی	گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج ۔ سیالکوٹ
ڈاکٹر صدیقہ ارمان	شعبۂ اردو ۔ کراچی یونیورسٹی ۔ کراچی
گوہر ملسیانی ۔ ایم اے	۳۶۷ ۔ مظہر فرید کالونی ۔ صادق آباد (رحیم یار خاں)
راجا غلام محمد	صدر ادارۂ ابطالِ باطل، لاہور ۔ (ایڈیٹر نعت کے پدرِ بزرگوار)
شہناز کوثر	متعلمہ بی اے
اظہر محمود	مینجر "نعت" لاہور